تعارفِ علماءِ اہلِ سنّت

پاکستان کے موجودہ علماء کا تذکرہ

مولانا محمد صدیق ہزاروی

مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور

1289

پاکستان کے موجودہ علما کا تذکرہ

تعارفِ علماءِ اہل سُنّت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پندرہویں صدی کے

فرزندان اسلام کے لئے

مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور

کتاب : تعارف علمائے اہل سنت

تالیف : محمد صدیق ہزاروی

تعارف : مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری

کتابت : محمد عاشق حسین ہاشمی، لاہور

تصحیح : حافظ عبدالستار نظامی

طباعت باراول : ۱۲ ربیع الاول / فروری / ۱۳۹۹ھ / ۱۹۷۹ء

مطبع : ملی پرنٹرز، لاہور

صفحات : ۳۶۸

قیمت : 24/-

ناشر : مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ رضویہ لوہاری دروازہ لاہور

فہرست

عرض مرتب ۷

تعارف ۹

ا

مولانا احسان الحق، فیصل آباد ۱۵

مولانا احسان الحق، مردان ۱۹

مولانا ابوالبرکات سید احمد، لاہور ۲۱

مولانا سید احمد سعید کاظمی، ملتان ۲۶

مولانا شاہ احمد نورانی، کراچی ۳۳

مولانا مفتی محمد افضل حسین، فیصل آباد ۵۵

مولانا الٰہی بخش، لاہور ۶۰

پ

مولانا پیر محمد چشتی، پشاور ۶۲

ت

مولانا مفتی تقدس علی خان پیر جو گوٹھ ۶۹

ج

مولانا سید جعفر شاہ، بٹگرام ۷۳

مولانا سید جلال الدین شاہ، بھکھی ۷۶

مولانا صاحبزادہ جمیل احمد، شرقپور شریف ۷۹

مولانا جمیل احمد نعیمی، کراچی ۸۲

ح

مولانا حامد علی خان، ملتان ۸۵

مولانا حبیب احمد، مستونگ ۸۹

مولانا حسن الدین ہاشمی، بہاولپور ۹۱

مولانا سید حسین الدین شاہ، راولپنڈی ۹۴

خ

مولانا خدا بخش اظہر، شجاع آباد ۹۸

مولانا مفتی محمد خلیل خان برکاتی، حیدر آباد ۱۰۱

مولانا خورشید احمد، ظاہر پیر ۱۰۴

ر

مولانا محمد رمضان علی، سانگھڑ ۱۰۶

مولانا ریاض الدین، اٹک ۱۱۰

ز

مولانا سید زاہد علی شاہ، فیصل آباد ۱۱۳

مولانا سید زبیر شاہ، چکوال ۱۱۶

س

مولانا مفتی سیف الرحمان، ہزارہ ۱۱۹

ش

مولانا شائستہ گل ، مردان ۱۲۱

مولانا شمس الزمان قادری، لاہور ۱۲۵

ع

مولانا عارف اللہ شاہ ، راولپنڈی ۱۲۹

مولانا عبدالحق ، غورغشتی ۱۳۳

مولانا صاحبزادہ عبدالحق ، بندیال ۱۳۷

مولانا عبدالحکیم شرف قادری، لاہور ۱۴۰

مولانا عبدالرحیم سکندری ، سانگھڑ ۱۴۵

مولانا عبدالرشید ، جھنگ ۱۴۷

مولانا عبدالستار خان نیازی، میانوالی ۱۵۰

مولانا حافظ عبدالغفور ، راولپنڈی ۱۷۹

مولانا عبدالغنی اویسی ، ایبٹ آباد ۱۸۱

مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی، لاہور ۱۸۳

مولانا محمد عبداللہ نعیمی ، کراچی ۱۹۱

مولانا محمد عبداللہ ، قصور ۱۹۴

مولانا سیّد عبداللہ شاہ ، ملتان ۱۹۶

مولانا محمد عبداللہ، گوجرانوالہ ۱۹۸

مولانا عبدالمالک ، ہری پور ۲۰۱

مولانا قاضی عبدالمجید، بیلہ، بلوچستان ۲۰۵

مولانا علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری، کراچی ۲۰۶

مولانا عبدالمنّان ، مردان ۲۱۰

مولانا عبدالمنان ، اوگی، ہزارہ ۱۱۳

مولانا مفتی عزیز احمد قادری ، لاہور ۲۱۶

مولانا صاحبزادہ عزیز احمد، سیال شریف ۲۲۰

مولانا عزیز الرحمان، ڈیرہ اسماعیل خان ۲۲۲

مولانا عطا محمد ، بندیال ۲۲۴

مولانا عنایت اللہ، سانگلہ ہل ۲۲۸

غ

مولانا غلام جیلانی ، مانسہرہ ۲۳۰

مولانا غلام رسول رضوی، فیصل آباد ۲۳۳

مولانا غلام رسول سعیدی ، کراچی ۲۳۶

مولانا قاری غلام رسول ، لاہور ۲۳۹

مولانا مفتی غلام سرور قادری لاہور ۲۴۳

مولانا غلام علی اوکاڑوی، اوکاڑہ ۲۴۹

مولانا غلام فخرالدین گانگوی، میانوالی ۲۵۲

مولانا غلام قادر اشرفی ، لالہ موسیٰ ۲۵۴

مولانا سید غلام محی الدین شاہ، راولپنڈی ۲۵۸

مولانا غلام مہر علی ، چشتیاں ۲۶۰

ف

مولانا فتح محمد، ستی، بلوچستان	۲۶۴
مولانا فیض محمد اویسی، بہاول پور	۲۶۶
ق	
مولانا خواجہ قمر الدین، سیال شریف	۲۶۸
ک	
مولانا پیر کرم شاہ، بھیرہ	۲۷۲
م	
مولانا محمد اشرف سیالوی، لاہور	۲۷۴
مولانا مفتی محمد امین، فیصل آباد	۲۷۷
مولانا محمد باقر، بصیر پور	۲۸۰
مولانا محمد حسین شوق، پپلاں	۲۸۴
مولانا مفتی محمد حسین نعیمی، لاہور	۲۸۶
مولانا محمد رمضان، کراچی	۲۹۱
مولانا محمد سلیمان، بلوچستان	۲۹۴
مولانا محمد شریف رضوی، ملتان	۲۹۷
مولانا محمد شریف نقشبندی، ڈسکہ	۳۰۱
مولانا محمد شریف ہزاروی، ہری پور	۳۰۴
مولانا ابوداؤد محمد صادق، گوجرانوالہ	۳۰۷
مولانا محمد صالح، لاڑکانہ	۳۱۱
قطعۂ تاریخ تصنیف	۴۲۵

مولانا حافظ محمد عالم، سیالکوٹ	۳۱۴
مولانا محمد فرید ہزاروی، گوجرانوالہ	۳۱۸
مولانا مفتی محمد محمود الوری، حیدر آباد	۳۲۳
مولانا محمد منشا تابش، مریدکے	۳۲۷
مولانا مفتی محمد نور اللہ نعیمی، بصیر پور	۳۲۹
مولانا محمد مہر الدین جماعتی، لاہور	۳۳۵
مولانا محمد یوسف تونسوی، ملتان	۳۴۰
مولانا سید محمود احمد رضوی، لاہور	۳۴۲
مولانا مشتاق احمد، ملتان	۳۴۶
مولانا سید منظور احمد ہاشمی، ساہیوال	۳۴۹
ن	
مولانا مفتی نواب الدین، فیصل آباد	۳۵۲
و	
مولانا وقار الدین، کراچی	۳۵۵
مولانا ولی محمد، لاہور	۳۵۷
مولانا ولی النبی، فیصل آباد	۳۵۹
ہ	
مولانا ہدایت الحق، حضرو	۳۶۱
ضمیمہ	۳۶۳
مآخذ	۴۲۶

اِنتساب

اپنے تمام اساتذہ

بالخصوص استاذ العلماء حضرت مولانا

مفتی محمّد عبد القیوم ہزاروی دامت برکاتہم العالیہ

کے نام!

جن کے حُسنِ تعلیم نے اس ناچیز کو ہمتِ تحریر عطا کی

اور

برادرِ اکبر مولانا محمد عبد الرشید مدظلہ العالی

کے نام

جن کی مشفقانہ تربیّت نے اس فقیر کو وارثانِ انبیا سے
شرفِ تلمّذ کا راستہ دکھایا ع

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

محمّد صدیق ہزاروی

عرضِ مرتّب

۷۸۶

تبلیغِ دین کے ضمن میں علمائے اہلِ سنّت نے جس حسن وخوبی سے نبوّت کا حقِ نیابت ادا کیا، وہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے۔ اس عظیم مقصد کی خاطر اس باوقار گروہ نے تکالیف ومصائب کو خندہ پیشانی سے قبول کیا۔ عظمتِ اسلام، ناموسِ رسالت اور مقامِ صحابہ واولیاء کرام کے تحفظ کے لیے ان کی بے نیام تلوار نے ہر دور میں دشمنانِ اسلام کے ناپاک عزائم اور دجل وفریب سے بھرپور منصوبوں کا سر قلم کیا۔

ان باعظمت افراد کا کردار ہر دور میں بے داغ رہا، نہ کوئی طاقت ان کی آوازِ حق کو دبا سکی اور نہ ہی مال وزر اور مناصب کے لالچ سے ان کے ضمیر کو خریدا جا سکا۔

اس تاریخ ساز کردار کے باوجود یہ لوگ منظرِ عام پر نہ آسکے، کیونکہ انہوں نے ہمیشہ نمود ونمائش سے اجتناب کیا اور رضائے الٰہی کو ہر خواہش پر مقدم رکھا، لیکن اکابر کے اس تقویٰ اور بے نیازی سے غلط فائدہ اٹھایا گیا اور جھوٹی تاریخ مرتب کنندگان نے زہرِ ہلاہل کو قند بنا کر پیش کیا۔ تبلیغ کے پردے میں تخریب اور توصیف کے نام پر تنقیص کو وطیرہ بنانے والے لوگ ملک وملت کے خیرخواہ اور ہیرو شمار ہونے لگے۔

الحمد للہ! اب اہلِ سنت نے حالات کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے تاریخ سازی کی اہمیت کو محسوس کیا اور اپنے اکابر کے عظیم اور مبنی برحقیقت کارناموں کو منظرِ عام پر لانے کی طرف توجہ مبذول کی تاکہ جھوٹے پروپیگنڈے کے تار وپود بکھیر کر حقیقت واضح کی جائے۔ ناچیز کی یہ حقیر کوشش اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ "تعارف علمائے اہلِ سنت" ان علماء کے حالاتِ زندگی پر مشتمل ہے جو اس وقت بقیدِ حیات ہیں۔ یہ ابتدائی کوشش

ہے اور اس ضمن میں ابھی کافی کام باقی ہے۔

بہت سے اکابر علماء کے حالات ابھی تک سپردِ قلم نہیں ہو سکے۔ انشاء اللہ علماء کرام کی طرف سے حوصلہ افزائی اور تعاون کے مظاہرے کے ساتھ اس اہم اور دقیق موضوع کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی ہر ممکن سعی کی جائے گی۔

مجھے اپنی کم علمی اور بے بضاعتی کا اعتراف ہے، اپنی ہمت کے مطابق میں نے اس موضوع کو نبھانے کی کوشش کی ہے، لیکن پھر بھی اگر کوئی فروگزاشت ہو گئی ہو، تو قارئین سے حضرت علامہ شرف الدین بخاری رحمۃ اللہ مصنف "نامِ حق" کے اس شعر کو پیشِ نظر رکھنے کی درخواست ہے ؎

نہ کنی عیب گر تو بتوانی　　　که درو حلّهٔ بپوشانی

مجھے اس اعترافِ حقیقت میں کوئی باک نہیں کہ اس اہم اور دقیق موضوع پر قلم فرسائی نہ کر سکتا، اگر استادِ محترم حضرت مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی دامت برکاتہم العالیہ، حضرت مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری مدظلہ العالی اور جناب حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ العالی مفید مشوروں اور مواد کے حصول میں تعاون کے ذریعے حوصلہ افزائی نہ فرماتے۔

حضرت علامہ مولانا مفتی غلام سرور قادری اور حضرت مولانا محمد منشاء تابش قصوری کا بے حد ممنون ہوں کہ انہوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود مسوّدہ پڑھا اور مفید مشوروں سے نوازا۔ مولانا حافظ عبد الستار نظامی نے پروف ریڈنگ کے لیے اپنا قیمتی وقت صرف فرمایا اور بعض دیگر احباب نے علماء کے حالات فراہم کر کے تعاون فرمایا، ان سب حضرات کا شکر گزار ہوں، فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔

محمد صدیق ہزاروی

۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ

تعارف

حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری اور مولانا مفتی محمد عبدالقیوم قادری ہزاروی ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور و ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس (اہل سنت) پاکستان کی سرپرستی میں مولانا الحاج محمد منشا تابش قصوری، مولانا غلام رسول سعیدی، مولانا الحاج محمد جعفر قادری ضیائی اور اہل سنت کے نامور صاحب قلم راجا رشید محمود کے تعاون سے شعبۂ تصنیف و تالیف جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور بحسن و خوبی کام کر رہا ہے اور مکتبہ قادریہ لاہور قابل قدر لٹریچر پیش کر رہا ہے۔

مکتبہ قادریہ لاہور اس سے پہلے ائمہ حدیث (جن کی تصانیف درس نظامی کے شعبۂ حدیث میں شامل ہیں) کی شخصیت اور تصانیف کا تفصیلی تعارف "تذکرۃ المحدثین" از علامہ غلام رسول سعیدی، جنگ آزادی ۱۸۵۷ کے نامور قائد مولانا فضل حق خیرآبادی اور ان کے سلسلے کے مشہور علماء و فضلاء کے کارناموں پر مشتمل کتاب "باغی ہندوستان"، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی کی سیرت پر "یادِ اعلیٰ حضرت" اور پاکستان کے دورِ آخر کے علمائے اہل سنت جو وصال فرما چکے ہیں، کی سیرت و سوانح پر جامع کتاب "تذکرہ اکابر اہل سنت (پاکستان)" شائع کر چکا ہے اور اب پیش نظر کتاب "تعارف علمائے اہل سنت" از مولانا محمد صدیق ہزاروی، پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ اس طرح تاریخ اہل سنت کے مختلف ادوار پر ایک سلسلہ سامنے آگیا ہے۔ تاریخ کے موضوع پر ابھی بہت کچھ لکھنے کی ضرورت ہے۔ اہل سنت کے قلمکار اس طرف توجہ فرمائیں تو اس ضرورت کو پورا کیا جا سکتا ہے۔

ہی اس کام پر کسی کو مقرر کرتے ہیں۔ بے شک للّٰہیت کا یہی تقاضا ہے، لیکن اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اہل سنت وجماعت کے مقتدر علماء و مشائخ جن کی دینی، سیاسی اور ملکی و ملی خدمات اَن گنت تھیں، آج ان کے بارے میں ہمیں کچھ بھی معلوم نہیں اور بعض حضرات کے بارے میں تو کہیں سے بھی معلومات دستیاب نہیں ہیں، مخالفین نے اول تو اکابر اہل سنت کا ذکر ہی نہیں کیا اور اگر کہیں ذکر کیا بھی تو بغض و عناد کا مظاہرہ کرتے ہوئے تنقیص و تشنیع میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

آج ہم اپنے اسلاف کے زریں کارناموں سے بے خبر ہیں، تاریخ کی کتابیں ان کے ذکر سے بہت حد تک خاموش ہیں، سکول اور کالج میں پڑھائی جانے والی کتابیں ان کے تذکروں سے خالی ہیں، یقیناً ہم میں سے ہر حساس ان باتوں کو نوٹ کرتا ہے، لیکن کیا ہم "قلم درکفِ دشمن است" کہہ کر خاموش ہو سکتے ہیں ؟ کیا ہم غیر منصف اور جانبدار تاریخ سازوں سے شکایت کرنے کا حق رکھتے ہیں ؟ کیا ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری محنت اور کوشش کے بغیر ہی ہمارے اکابر کے بے مثال کارنامے صفحۂ قرطاس پر نقش ہو سکتے ہیں۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں، تو ہمیں آج ہی یہ عہد کرنا ہوگا کہ ہم جو کچھ لکھ سکتے ہیں اور جس انداز میں لکھ سکتے ہیں، لکھیں گے۔ بحمدہٖ تعالیٰ اہل سنت کے اشاعتی ادارے کثیر تعداد میں معرضِ وجود میں آچکے ہیں جو آپ کی قلمی کاوشوں کے منتظر ہیں۔ ان شاء اللہ العزیز سنی رائٹرز گلڈ اس سلسلے میں مؤثر اقدام کرے گا۔

یہ بھی عرض کر دینا ضروری ہے کہ عربی اور فارسی میں ہر موضوع پر اہل سُنّت کا بے شمار لٹریچر موجود ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ حالاتِ حاضرہ کو سامنے رکھتے ہوئے اُردو میں جدید انداز پر لٹریچر پیش کیا جائے۔ تفسیر، تراجم کتبِ حدیث، سیرتِ پاک، تاریخ، سکول اور کالج کی امدادی کتب اور جدید مسائل کا حل یہ وہ موضوعات ہیں جن پر فوری توجہ کی ضرورت ہے۔ درسِ نظامی کی کتابوں پر عربی

یا فارسی میں حواشی و شروح کی ضرورت ہے، البتہ ابتدائی کتابوں پر اردو میں بھی لکھا جا سکتا ہے۔ خدا کرے کہ ہمارا اہلِ علم طبقہ وقت کی اس اہم ضرورت کو پورا کرنے کے لیے جلد کوئی قدم اٹھائے، ورنہ وقت کی رفتار اتنی تیز ہے کہ اس کے گزرتے ہوئے پتہ بھی نہیں چلے گا۔

آخر میں دُعا ہے کہ مولائے کریم مولانا محمد صدیق ہزاروی کے علم و عمل اور دینی جذبہ میں روزافزوں برکت اور ترقی عطا فرمائے اور زیرِ نظر کتاب کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔ آمین۔ بحرمتہ سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

۸ ر ذوالحجۃ المبارکہ ۱۳۹۸ھ
۱۰ ر اکتوبر ——— ۱۹۷۸ء

محمد عبد الحکیم شرف قادری

تہدیہ

سیّد نور محمد قادری، محقق مصنف، گجرات

پروفیسر طاہر القادری، لیکچرر یونیورسٹی لاء کالج، لاہور

راجا رشید محمود، ایم، اے افسر تعلیماتِ عامہ پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور

محمد صادق قصوری، فیلڈ اسسٹنٹ، محکمہ زراعت، قصور

کے نام

محمد صدّیق ہزاروی، رکن سُنّی رائٹرز گلڈ پاکستان

عمدۃ المدرسین مولانا حافظ احسان الحق قادری، فیصل آباد

شاہسوار تدریس علامہ ابو البیان مولانا حافظ احسان الحق قادری رضوی بن مولانا نصیر احمد علیہ الرحمہ بمقام شمس آباد ضلع کیمبل پور (اب اٹک) اعوان خاندان کے ایک علمی و روحانی گھرانے میں پیدا ہوئے۔

آپ کے دادا جان مولانا برہان الدین علوم دینیہ کے بہت بڑے فاضل تھے جن سے خلق کثیر نے استفادہ کیا۔ آپ کے نانا جان نہایت عابد و زاہد باکرامت ولی تھے۔ ان کے علاوہ آپ کے خاندان میں اکثر افراد علوم اسلامیہ اور حفظ قرآن کی لازوال دولت سے بہرہ ور ہیں۔[۲]

آپ نے قرآن مجید موضع برج ضلع فیصل آباد میں مولانا سید مقبول حسین شاہ رحمہ اللہ سے حفظ کیا اور درس نظامی کی تمام کتب متداولہ استاذ العلماء حضرت مولانا غلام رسول شیخ الحدیث جامعہ رضویہ فیصل آباد و صدر جماعت اہل سنت پنجاب سے جامعہ حضرت میاں صاحب شرقپور میں پڑھیں۔

دورۂ حدیث حضرت محدث اعظم مولانا محمد سردار احمد رحمہ اللہ سے پڑھ کر ۱۳۷۱ھ میں جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد سے سند فراغت اور دستار فضیلت حاصل کی۔ دورۂ حدیث پڑھنے سے ایک سال قبل شرقپور شریف پڑھاتے رہے۔ فراغت کے بعد ایک سال منڈی

---

[۱] حضرت محدث اعظم مولانا محمد سردار احمد رحمہ اللہ نے ایک جلسہ میں آپ کی تقریر سن کر فرمایا کہ ہمارے مولانا ابو البیان ہیں۔

[۲] حضرت مولانا انوار الاسلام قادری، مالک مکتبہ حامدیہ گنج بخش روڈ لاہور آپ کے بھائی ہیں جو بہترین مقرر اور مدرس ہیں اور مکتبہ حامدیہ کے ذریعے اسلامی کتب کی اشاعت کا اہتمام کر کے خدمت دین میں مصروف ہیں۔

واربرٹن، شیخوپورہ اور کئی سال جامعہ رضویہ فیصل آباد میں مسندِ تدریس پر فائز رہے۔ چند سال مدرسہ سراج العلوم گوجرانوالہ اور جامعہ امینیہ فیصل آباد میں پڑھانے کے بعد آج کل جامعہ رضویہ فیصل آباد میں (دوبارہ) تدریسی فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

تدریس کے ساتھ ساتھ آپ فرائضِ خطابت بھی سرانجام دیتے ہیں۔ فراغت کے بعد ایک سال غلّہ منڈی واربرٹن، چند سال جامع مسجد لوکو شیڈ فیصل آباد اور آٹھ سال گوجرانوالہ میں جمعہ پڑھانے کے بعد آج کل جامع مسجد ہجویری جناح کالونی فیصل آباد میں خطبۂ جمعہ بھی ارشاد فرماتے ہیں اور روزانہ صبح کی نماز کے بعد درسِ قرآن بھی دیتے ہیں اور اسی مسجد میں جامعہ غوثیہ شیرِ ربانی کے نام سے ایک ادارہ بھی قائم کیا ہوا ہے جہاں حفظِ قرآن اور تجوید و قراءت کا معیاری انتظام ہے۔ اس جامعہ کے جملہ انتظامات آپ سے متعلق ہیں۔ علاوہ ازیں آپ ملک کے اطراف و اکناف میں تبلیغی دورے بھی فرماتے ہیں۔

تحریکِ پاکستان کے وقت آپ کمسن تھے۔ تحریکِ ختمِ نبوت ۱۹۵۳ء میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ منڈی واربرٹن سے گرفتار ہوئے۔ شیخوپورہ، لاہور اور میانوالی کی جیلوں میں تین ماہ مقید رہے۔

تحریکِ ختمِ نبوت ۷۴ء ۱۹ اور تحریکِ نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۷۷ ۱۹ء میں بھی علمائے اہلِ سنت کے شانہ بشانہ احتجاجی جلوسوں میں شرکت کے علاوہ جمعہ کے خطبہ اور درسِ قرآن میں عوام الناس کو ان تحریکوں کے پس منظر سے آگاہ فرماتے رہے اور اسی جذبے سے اپنے صاحبزادگان کو بھی سرشار کیا؛ چنانچہ آپ کے منجھلے صاحبزادے محمد سراج الحق نے تحریکِ نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں گرفتاری پیش کی اور چالیس دن قید رہے۔

آپ کا سیاسی تعلق جمعیت علمائے پاکستان سے ہے، چنانچہ آپ قائدِ اہلِ سنت

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی اور مجاہدِ ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی کی قیادت پر مکمل اعتماد کرتے ہوئے وطنِ عزیز میں مقامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ اور نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاد کے لیے کوشاں ہیں۔ علاوہ ازیں جماعتِ اہل سنت ضلع فیصل آباد کے صدر کی حیثیت سے مسلکِ اہل سنت کی ترویج واشاعت میں مصروف رہتے ہیں۔

حضرت مولانا حافظ احسان الحق قادری نے حضرت محدثِ اعظم مولانا محمد سردار احمد رحمہ اللہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ مدینہ منورہ میں حاضری کے موقعہ پر شہزادہ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا خاں دامت برکاتہم العالیہ اور حضرت پیرِ طریقت مولانا ضیاء الدین مدنی دامت برکاتہم العالیہ نے بھی سندِ خلافت عطا فرمائی۔

آپ چار مرتبہ حج وزیارت کا شرف حاصل کر چکے ہیں۔ پہلے تین مواقع پر دو دو مرتبہ مدینہ طیبہ کی حاضری نصیب ہوئی اور دو مرتبہ رمضان شریف کے موقع پر مدینہ منورہ میں اعتکاف کا شرف بھی حاصل ہوا۔

آپ نے قادیانی دجال، غیر مقلدوں اور سرفراز گکھڑوی کے رد میں کتابچے تحریر فرمائے جو ابھی طبع نہیں ہوئے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مولانا شاہ احمد رضا خاں قدس سرہٗ العزیز کی تصنیف "الاجازات المتینۃ لعلماء مکۃ والمدینۃ" کا ترجمہ کیا، جو مکتبہ حامدیہ لاہور کی طرف سے چھپ چکا ہے۔ آجکل بخاری شریف کی وہ احادیث جن کو فقہ حنفی کے خلاف سمجھا جاتا ہے، کی تشریح اور علماء احناف کی بیان کردہ تطبیق مرتب فرما رہے ہیں۔

آپ نے ایک ہفت روزہ "محبوبِ حق" بھی فیصل آباد سے جاری کیا جو تقریباً دو سال تک چلتا رہا اور پھر مالی مشکلات کی وجہ سے بند کرنا پڑا۔

آپ نہایت فاضل مدرس ہیں، چنانچہ کثیر التعداد طلباء نے آپ سے اکتسابِ فیض کیا۔ چند مشہور تلامذہ کے اسماءِ گرامی یہ ہیں:

حضرت مولانا صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول حیدر، سجادہ نشین دربارِ عالیہ حضرت محدثِ اعظم رحمۃ اللہ

مولانا سید زاہد علی شاہ رحمۃ اللہ، جامعہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد

مولانا صوفی عبدالرشید، سمندری (فیصل آباد)

مولانا محمد فرید ہزاروی، صدر مدرس مدرسہ فاروقیہ گوجرانوالہ

مولانا محمد شریف ہزاروی، مدرس دار العلوم اسلامیہ رحمانیہ، ہری پور ہزارہ

مولانا محمد نصر اللہ خان، سابق مدرس جامعہ امجدیہ، کراچی

مولانا صاحبزادہ حبیب اللہ، خطیب سرائے عالمگیر (جہلم)

مولانا حافظ محمد ظاہر شاہ، مہتمم مدرسہ چشتیہ رضویہ، پہاڑپور ڈیرہ اسمٰعیل خاں

مولانا صاحبزادہ علاؤ الدین صدیقی، نیریاں شریف، آزاد کشمیر

مولانا احمد خان، مدرس احسن المدارس پہنالہ، ڈیرہ اسماعیل خاں

مولانا صوفی نذیر احمد، صدر مدرس مدرسہ حضرت سلطان عالم علیہ الرحمۃ، متصل جہلم

آپ کے تین صاحبزادے ہیں، صاحبزادہ نور الحق قرآن مجید کے حافظ اور قاری ہیں، صاحبزادہ سراج الحق نے ایف اے کا امتحان دیا ہے، جبکہ صاحبزادہ محمد فضل الرحمٰن ابھی کمسن ہیں۔ اللہ تعالیٰ صاحبزادگان کو آپ کا صحیح جانشین بنائے۔ آمین [1]

---

[1] مکتوب حضرت علامہ مولانا حافظ محمد احسان الحق قادری مدظلہ، بنام مرتب

مولانا احسان الحق (المعروف صاحب الحق) مردان

حضرت علامہ احسان الحق عرف صاحب الحق بن الحاج مولانا عبدالعلی (مرحوم) بن مولانا جامدار خان ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۴ء میں بمقام یعقوبی تحصیل صوابی ضلع مردان میں پیدا ہوئے۔ آپ خان خیل (صدوخیل) قوم کے ایک علمی گھرانے کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ کے جدِ امجد مولانا جامدار خان جو بونیر مولانا صاحب کے نام سے مشہور تھے، تمام علم و فنون خصوصاً علمِ ہیئت، ریاضی، منطق، عقائد، فقہ اور اصول فقہ میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے۔ آپ کے والد ماجد مولانا عبدالعلی مرحوم ان تمام علوم کے علاوہ حدیث و تفسیر میں اچھی دسترس کے مالک تھے۔ آپ نے مڈل تک اردو تعلیم پائی اور پھر علومِ عربیہ کی تحصیل میں مصروف ہو گئے۔

تعلیم

ابتدائی کتب درسِ نظامی اپنے والد ماجد سے اور دیگر مشہور درس گاہوں میں پڑھیں اور پھر مزید تعلیم کے لیے اجمیر شریف (ہندوستان) کا سفر کیا۔

اجمیر شریف کے دارالعلوم حنفیہ صوفیہ میں داخلہ لیا اور تکمیلِ علوم کے بعد ۱۹۴۳ء میں سندِ فراغت حاصل کی۔ دریں اثنا ۱۹۴۲ء میں لاہور بورڈ سے فاضل عربی کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۴۴ء میں دہلی سے فاضل الطب کی سند حاصل کی۔

فراغت کے بعد آپ نے اپنے گاؤں یعقوبی ہی میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ تدریس کے علاوہ خطبۂ جمعہ بھی ارشاد فرماتے ہیں، گویا کہ آپ نے روحانی بیماریوں کے علاج کے ساتھ ساتھ جسمانی بیماریوں کے علاج کے لیے ایک مطب بھی کھولا ہے۔

آپ ملکی سیاست سے بھی شغف رکھتے ہیں۔ ۱۹۴۵ء میں مسلم لیگ سے وابستہ ہوتے اور مقامی شاخ کے جنرل سیکرٹری کی حیثیت سے کام کرتے رہے جو ابھی تک جاری ہے۔

آپ امام اہلِ سنت مجدد مائۃ حاضرۃ مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ کی دینی و ملی خدمات سے بے حد متاثر ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں:

"مولانا صاحب مرحوم (اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی) نے جو دینی خدمات انجام دی ہیں۔ پاک و ہند کے تمام مسلمانوں کی تحریروں اور تقریروں سے ثابت ہے اور بطور ضرب المثل پیش کیا جاتا ہے۔ بریلوی مسلک جس نے صحیح معنی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ دُنیا کے سامنے پیش کیا"[1]

آپ نے باضابطہ طور پر کسی سے بیعت نہیں کی، تاہم حاجی صاحب ترنگزئی سے تعلقِ خاص رکھتے ہیں۔

اولاد

حضرت مولانا احسان الحق صاحب کے دو صاحبزادے محمد عالم زیب اور محمد انوار الحق اور تین صاحبزادیاں ہیں۔[2]

---

[1] مکتوب مولانا احسان الحق صاحب، بنام مرتب

مفتیٔ اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سید احمد اشرفی، لاہور

مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد اشرفی بن حضرت مولانا سید ابومحمد محمد دیدار علی شاہ ابن سید نجف علی ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۱ء میں ہندوستان کے مشہور شہر الور کے محلہ نواب پورہ میں پیدا ہوئے۔

آپ کا تعلق ایک علمی و روحانی سید گھرانے سے ہے اور آپ کا سلسلۂ نسب حضرت امام موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ، تک پہنچتا ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد مشہد سے ہندوستان تشریف لائے اور الور قیام پذیر ہوئے[1]

تعلیم و تربیت

جس طرح آپ کا تعلق ایک عظیم علمی خاندان سے ہے، اسی طرح آپ کی تربیت بھی نہایت مہتم بالشان طریقے سے ہوئی۔ قرآن مجید الور ہی کے حافظ عبدالحکیم، حافظ عبدالعزیز اور حافظ قادر علی سے پڑھا۔

صرف و نحو کی ابتدائی کتب علامہ سید ظہور اللہ ملتانی سے اور اکثر کتب اپنے والد ماجد رح سے پڑھیں۔ فنون کی انتہائی کتب قاضی مبارک، حمداللہ، افق المبین، صدرا، شمس بازغہ اور شرح عقائد نسفی وغیرہ، جمیع کتب احادیث اور کتب طب مراد آباد میں حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں اور ۱۹۱۹ء میں مراد آباد سے ہی سند فراغت و دستارِ فضیلت حاصل کی۔

---

[1] محمد عبدالحکیم شرف قادری، مولانا ؛ تذکرہ اکابر اہل سنت، ص ۴۱

امام اہل سنت سے سندات کا حصول

۱۹۱۹ء ہی میں آپ امام اہل سنت مولانا الشاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی صحبت میں رہے اور آپ کے حکم پر فتویٰ نویسی کے فرائض سرانجام دیتے رہے ۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو جمیع علوم و فنون کی سند اور وظائف و خلافتِ عامہ کی اجازت مرحمت فرمائی۔

آگرہ میں خطابت

جامع مسجد آگرہ میں آپ کے والد ماجد حضرت مولانا سید ابو محمد محمد دیدار علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ خطیب تھے ۔ تحریکِ خلافت میں مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا عبدالماجد بدایونی وغیرہ کانگرس کے حق میں تقریریں کرتے تھے ، جبکہ مولانا سید دیدار علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور سید صاحب موصوف کانگرس کے خلاف سرگرم عمل تھے ۔
دورانِ تحریک پنجاب کے عوام کی دعوت پر حضرت سید دیدار علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے پنجاب کا دورہ کیا ۔ لاہور کے مسلمانوں کو آپ کی تقاریر سے ایسا ذوق میسّر ہوا کہ حضرت علامہ کو لوگوں کے اصرار پر لاہور آنا پڑا ، چنانچہ آپ کی جگہ حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد دامت برکاتہم العالیہ کو جامع مسجد آگرہ میں فرائض خطابت سونپ دیے گئے ۔

لاہور میں آمد

۱۹۲۳ء میں آپ حضرت والد ماجد علیہ الرحمۃ کے حکم پر جامع مسجد داتا گنج بخشؒ کی خطابت کے لیے لاہور پہنچے ۔ داتا گنج بخشؒ کی مسجد ان دنوں زیر تعمیر تھی ۔ مولانا محرم علی

چشتی، سید امین اندرابی اور خلیفہ مولوی تاج الدین کے مشورے سے آپ کو مسجد وزیر خان میں علوم دینیہ کی تدریس پر مقرر کر دیا گیا۔ آپ کی محنتِ شاقہ کی شہرت نے سارے پنجاب کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ طلبأ جوق در جوق آنا شروع ہو گئے اور مسجد وزیر خاں کے وسیع صحن میں دینی علوم حاصل کرنے والوں کا بے پناہ ہجوم ہو گیا۔

دارالعلوم حزب الاحناف کی تاسیس

مرزا ظفر علی جج جو ان دنوں مسجد وزیر خاں کے متولی تھے، انہیں طلباء کے اجتماع سے اختلاف تھا، چنانچہ حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد وزیر خان سے استعفا دے دیا۔

لاہور کے سُنّی زعماء قاضی حبیب اللہ، مولوی محمد دین، حاجی شمس الدین اور مولانا محرم علی چشتی نے انجمن حزب الاحناف ہند کی بنیاد رکھی اور ۱۵ر مارچ ۱۹۲۶ء کو باقاعدگی سے تدریس کا آغاز ہو گیا۔

دارالعلوم حزب الاحناف کا ابتدائی دَور بے سروسامانی کا دَور تھا۔ ابتدا مسجد وزیر خان سے ہوئی۔ وہاں سے لنڈا بازار، یکی دروازہ ہمسجد دائی رنگہ اور مسجد مائی لاڈو سے ہوتے ہوئے ۱۵ر مارچ ۱۹۲۶ء کو تین گنبد والی مسجد اندرون دہلی دروازہ کو دارالعلوم کے لیے منتخب کیا گیا۔ مسجد کی صفائی ہوئی اور مرمّت کرائی گئی۔ امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے پانچ سو روپیہ مسجد کی صفائی پر خرچ کیا اور نو ماہ میں یہ ستی دارالعلوم اپنی پوری تابانیوں سے جلوہ گر ہو گیا۔

ابتدائی اساتذہ میں حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ علّامہ ابوالبرکات، علامہ ابوالحسنات، مولانا عبدالقیّوم اور مولانا عبدالحنّان جیسے لوگ شریکِ تدریس تھے[1]

---

[1] پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی "تذکرۂ علمأ اہل سنت لاہور" ص ۳۲۱

۱۹۳۵ء میں حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آپ نے دار العلوم کے جملہ انتظام و انصرام کو سنبھالا اور مسندِ درسِ حدیث پر فائز ہوئے، اور وصال تک یہ فیض جاری ہے۔

آجکل دار العلوم حزب الاحناف لال کوٹھی بیرون مچھائی گیٹ منتقل ہو چکا ہے اور حضرت قبلہ سید ابوالبرکات رحمہ اللہ باوجود پیرانہ سالی اور صحت کے ساتھ نہ دینے کے خدمت میں حاضر ہونے والوں کو علمی و روحانی فیض سے مستفیض فرماتے رہے۔ ۹ جنوری ۱۹۷۴ء کو تنظیم المدارس اہل سنت کی نشاۃِ ثانیہ میں آپ کو تنظیم کا مرکزی صدر منتخب کیا گیا اور پھر ۱۹۷۸ء کے نئے انتخاب میں آپ کو تنظیم کا سرپرست نامزد کیا گیا۔

فتنوں کا مقابلہ

آج سے کچھ عرصہ پہلے لاہور میں طرح طرح کے فتنے اُٹھے، کہیں وہابیت کا فتنہ سر اُٹھا رہا ہے، کہیں نیچریت اپنے پر تول رہی ہے، کہیں مرزائیوں کی ریشہ دوانیاں ہیں، تو کہیں رافضی گمراہی کے جال بچھائے بیٹھے ہیں، لیکن سنیت کے اس بحرِ بے کنار کے سامنے جو بھی فتنہ آیا خس و خاشاک کی طرح بہہ گیا۔

تحریرات

آپ کا زیادہ حصہ علوم و فنون اور حدیث پاک کی تدریس میں گزرا، لیکن اس کے باوجود آپ نے میدانِ تحریر میں بھی کام کیا، چنانچہ مندرجہ ذیل کتب آپ نے تحریر فرمائیں:

۱۔ مناظرہ تلون
۲۔ دلوس المقلدین
۳۔ فتح المبین
۴۔ مناظرہ ترن تارن
۵۔ ضیاء القنادین
۶۔ وہابیوں کی کہانی

چند مشہور تلامذہ

حضرت مفتیٔ اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات دامت برکاتہم العالیہ کی ساری زندگی تبلیغ دین اور علوم عربیہ کی تدریس میں گزری اور سینکڑوں تشنگان علم نے سیرابی حاصل کی۔ آپ کے چند تلامذہ جو آسمانِ شہرت پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے، اُن کے اسماءِ گرامی یہ ہیں:

۱۔ شیخ الحدیث مولانا مہر دین دامت برکاتہم العالیہ
۲۔ حضرت مولانا قاضی سراج احمد
۳۔ سلطان الواعظین حضرت مولانا محمد بشیر کوٹلی لوہاراں
۴۔ مولانا حافظ مظہر الدین
۵۔ خطیب اہل سنت مولانا غلام دین رحمۃ اللہ علیہ
۶۔ شیخ القرآن مولانا غلام علی اوکاڑوی
۷۔ فقیہ العصر مولانا مفتی محمد نور اللہ بصیر پوری
۸۔ شیخ الحدیث مولانا محمد عبد اللہ قصوری
۹۔ شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد عالم سیالکوٹی
۱۰۔ استاذ العلماء مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی ناظمِ اعلیٰ تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان[1]

طویل علالت کے بعد ۲۴ ستمبر ۱۹۷۸ء بمطابق ۲۰ شوال ۱۳۹۸ھ علم و عمل کا یہ پیکر اس دارِ فانی سے رخصت ہوا اور علمی دنیا میں نہ پُر ہونے والا خلا پیدا ہو گیا۔

---

[1] اقبال احمد فاروقی علامہ: تذکرۂ علماء اہل سنت و جماعت لاہور، ص ۳۲۲

غزالیٔ دوراں علامہ سیّد احمد سعید کاظمی، ملتان

غزالی زماں، رازیٔ دوراں علامہ ابوالنجم سید احمد سعید کاظمی ولد سیّد محمد مختار کاظمی رحمۃ اللہ علیہ بمقام امروہہ مضافات مراد آباد (بھارت) ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۳ء میں سادات کے ایک عظیم رُوحانی و علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔

آپ کا سلسلۂ نسب سیّدنا امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ اسی نسبت سے آپ کاظمی کہلاتے ہیں۔

تعلیم و تربیت

آپ ابھی اپنی عمر کی ابتدائی منازل طے کر رہے تھے کہ والد ماجد وصال فرما گئے، چنانچہ آپ کی تربیت، آپ کے برادرِ معظم حضرت علامہ سیّد محمد خلیل کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں ہوئی۔

حضرت علامہ سیّد محمد خلیل کاظمی رحمۃ اللہ علیہ (محدّث امروہی) اس وقت شاہ جہانپور کے مدرسہ بحر العلوم میں تدریسی فرائض سرانجام دے رہے تھے، چنانچہ حضرت علامہ سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے ہی علومِ دینیہ کا درس لینا شروع کر دیا اور سولہ سال کی عمر میں تمام علوم و فنون کی تکمیل کے بعد سندِ فراغت حاصل کی۔

دستار بندی کے موقع پر ایک پُر انوار اجتماع تھا۔ حضرت شاہ حسین اشرفی کچھوچھوی، صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی اور نثار احمد کانپوری رحمہم اللہ کے علاوہ دیگر کئی علمائے مشائخ اہل سنّت موجود تھے۔

حضرت شاہ حسین اشرفی کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے سر پر دستار باندھی۔

تدریس کا آغاز

فراغت کے بعد آپ لاہور تشریف لائے۔ حضرت علامہ سید دیدار علی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳ رجب ۱۳۵۴ھ / ۲ اکتوبر ۱۹۳۵ء) علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ (م ۳ شعبان المعظم ۱۳۸۰ھ) علامہ سید احمد مدظلہ العالی اور دیگر علماء اہل سنت سے ملاقات کی۔ دریں اثناء ایک دن آپ جامعہ نعمانیہ تشریف لے گئے۔ اس وقت علامہ حافظ محمد جمال مسلم الثبوت پڑھا رہے تھے۔ آپ بھی سماع کی خاطر بیٹھ گئے۔ جب ماہیت مجردہ کی بحث شروع ہوئی، تو آپ نے بھی اس میں حصہ لیا، چنانچہ آپ کی جودت طبع اور استحضار مسائل کے ملکہ سے متاثر ہو کر علامہ حافظ محمد جمال رحمۃ اللہ علیہ نے دبیر انجمن خلیفہ تاج الدین کو مشورہ دیا کہ حضرت علامہ کاظمی مدظلہ کو جامعہ میں مدرس مقرر کر لیا جائے۔

آپ کا جامعہ میں مسند تدریس پر متمکن ہونا تھا کہ علوم اسلامیہ کے شیدائی جوق در جوق آنا شروع ہو گئے، یہاں تک کہ اٹھائیس اسباق کی تدریس آپ سے متعلق ہو گئی۔ ۱۳۵۰ھ / ۱۹۳۱ء میں آپ اپنے وطن مالوف امروہہ (ہندوستان) تشریف لے گئے، اور چار سال تک مدرسہ محمدیہ حنفیہ امروہہ میں پڑھاتے رہے۔ اس کے بعد آپ حکیم جان عالم کی دعوت پر اوکاڑہ تشریف لائے اور ایک سال مسلسل تبلیغ دین فرما کر بدعقیدگی اور تنقیص رسالت کی وجہ سے مکدر ہونے والی فضا کو صاف فرمایا۔

ملتان میں آمد

حضرت نصیر عالم رحمۃ اللہ علیہ (ایک درویش صفت بزرگ) ہر سال ملتان میں حضرت

خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ کا عرس پاک منعقد کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت علامہ کاظمی مدظلہٗ کو دعوتِ تقریر دی۔ وہ آپ کی تقریر سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے آپ کو مستقل طور پر لانے کی کوششیں شروع کر دیں۔ آخر ان کے مسلسل اصرار نے آپ کو مستقل طور پر ملتان آنے کے لیے مجبور کر دیا۔

ملتان میں آپ نے درس و تدریس کا آغاز اپنے رہائشی مکان سے کیا۔ آپ کی شہرت سن کر دُور دُور سے علمی ذوق رکھنے والے لوگ فیض یاب ہوتے رہے۔ اسی دوران آپ نے مسجد حافظ شیر بیرون لوہاری دروازہ (ملتان) میں قرآن مجید کا درس دینا شروع کیا اور مختلف دشمن عناصر کی سازشوں کے باوجود اٹھارہ سال میں درسِ قرآن مکمل کیا۔ اس کے علاوہ مسجد چپ شاہ میں درسِ حدیث شروع کیا اور مشکوٰۃ شریف و صحیح بخاری شریف کا درس مکمل کیا۔

مناظرہ

گوجرانوالہ کے ایک غیر مقلد مولوی عبد العزیز نے جب اپنے ایک مرید کو حضرت علامہ کے درس میں شریک ہوتے دیکھا، تو وہ جل بھن گیا اور آپ سے مناظرہ کرنے کا ارادہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس مناظرہ میں حضرت علامہ کے ذریعے اہل سنت وجماعت کو کامیابی نصیب فرمائی اور غیر مقلد نے آپ سے بُری طرح شکست کھائی۔ یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے شہر میں پھیل گئی اور لوگ غلط عقائد سے تائب ہو کر جوق در جوق مسلکِ اہلِ سنت سے وابستہ اور آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہونے لگے۔

قاتلانہ حملہ

علمی سطح پر وہابیوں کے لیے آپ سے مقابلہ کرنا بڑا مشکل تھا اور اس سے قبل بھی وہ

اس شکست کا سامنا کر چکے تھے، جبکہ آپ نے ان کے مشہور و معروف مناظر مولوی مرتضیٰ حسین دربھنگی کو ہندوستان میں قیام کے دوران پے در پے شکست سے دوچار کیا۔

چنانچہ وہابیوں نے اپنی خفت مٹانے کے لیے آپ کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ آپ کو ایک گاؤں (بلھا بھلن) (جو اسٹیشن سے کافی دور تھا) میں تقریر کی دعوت دی اور پھر سوچے سمجھے منصوبے کے تحت مخالفین نے آپ پر کلہاڑیوں سے حملہ کر دیا۔ آپ زخمی ہو گئے اور تین دن تک ایک ہندو عورت نے آپ کو اس خیال کے پیشِ نظر اپنے گھر میں رکھا کہ آپ کا تعلق سادات سے ہے۔ پھر آپ کو ملتان لایا گیا اور چھ ماہ تک آپ ہسپتال میں زیر علاج رہے۔

بیماری کے دوران آپ نے دینی ادارہ قائم نہ کر سکنے پر افسوس کا اظہار کیا، تو منشی اللہ بخش نے دس ہزار روپے اور ان کی اہلیہ محترمہ نے سونے کے کڑے اور خود حضرت کی زوجہ محترمہ نے اپنا زیور اتار کر دارالعلوم کے قیام کے لیے دے دیا۔ چنانچہ شہر (ملتان) میں ایک قطعہ زمین خرید کر اس پر انوار العلوم کے نام سے ایک عظیم الشان دارالعلوم کی بنیاد رکھی گئی جو اہل سنت و جماعت کی مرکزی درس گاہ کی حیثیت سے مشہور ہے۔ آپ مدت تک اسی دارالعلوم میں درسِ حدیث دیتے رہے اور جامعہ اسلامیہ بہاول پور سے انقطاع کے بعد آج بھی انوار العلوم میں مسندِ درسِ حدیث مزین ہیں۔

۲۸ر نومبر ۱۹۷۸ء کو تنظیم المدارس اہل سنت و جماعت پاکستان کے سالانہ اجلاس میں آپ کو تنظیم کا مرکزی صدر منتخب کیا گیا۔

۱۷ر اکتوبر ۱۹۷۸ء کو جماعتِ اہل سنت پاکستان کی اجلاس میں آپ کو جماعت کا مرکزی صدر منتخب کیا گیا۔ آپ کی قیادت میں کل پاکستان سنی کانفرنس ۱۶، ۱۷ر اکتوبر ۱۹۷۸ء کو ملتان میں منعقد ہوئی۔ اس تاریخی کانفرنس میں لاکھوں کی تعداد میں ملک کے اطراف واکناف سے سوادِ اعظم اہل سنت شریک ہوئے۔

سابق صدرِ پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خان (مرحوم) کے دورِ حکومت میں جب محکمۂ اوقاف نے جامعہ اسلامیہ بہاول پور کا انتظام سنبھالا، تو درسِ حدیث کے لیے کسی ماہر شیخ الحدیث کی ضرورت پڑی، چنانچہ آپ کی علمی تحقیق کے پیشِ نظر آپ کو اس عظیم منصب کے لیے منتخب کیا گیا۔ اس طرح آپ ۱۹۶۳ء سے ۱۹۷۴ء جامعہ اسلامیہ (اسلامی یونیورسٹی) بہاولپور میں شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز رہے۔ یونیورسٹی سے واپسی پر آپ کو تمغۂ خدمت پیش کیا گیا۔

تحریکِ پاکستان میں علمأ اہلِ سنّت نے بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا، چنانچہ دیگر اکابر اہلِ سنّت کی رفاقت میں آپ قیامِ پاکستان کے لیے بھرپور کوشش کرتے ہوئے مسلم لیگ کے سٹیج سے پاکستان کے حق میں جلسے کرتے رہے اور ۱۹۴۶ء میں قراردادِ پاکستان کی توثیق کے لیے بنارس کی آل انڈیا سنّی کانفرنس میں شرکت کی۔ یہ وہ وقت تھا جب کانگریسی اور احراری علمأ سر دھڑ کی بازی لگا کر پاکستان کی مخالفت کر رہے تھے[1]

قیامِ پاکستان کے بعد آپ کی تحریک پر مدرسۂ عربیہ انوار العلوم ملتان میں ۲۶، ۲۷، ۲۸ مارچ ۱۹۴۸ء کو ملک بھر کے علماء و مشائخ کا اجتماع ہوا اور جمعیۃ علماء پاکستان کی تشکیل کے بعد حضرت علامہ ابوالحسنات کو صدر اور آپ کو ناظمِ اعلیٰ مقرر کیا گیا[2]

آپ نے اپنے برادرِ معظم و استادِ محترم حضرت علامہ سید محمد خلیل کاظمی قدس سرہٗ کے دستِ حق پرست پر بیعت کا شرف پایا اور خلافت حاصل کی۔

تصانیف

۱۔ تسبیح الرحمٰن عن الکذب والنقصان (یہ رسالہ آپ نے دورانِ تعلیم تحریر فرمایا۔ علامہ مولانا مفتی محمد غلام سرور قادری نے اس کی بہترین شرح "تنزیہ الغفار عن تکذیب

[1] محمد صادق قصوری: اکابرِ تحریکِ پاکستان، ص ۵۱

[2] محمد عبدالحکیم شرف قادری، مولانا: تذکرہ اکابرِ اہلِ سنّت، ۲۲۳

الاشرار" کے نام سے لکھتی ہے۔

۲۔ مزیلۃ النزاع عن مسئلۃ السماع

۳۔ تسکین الخواطر

۴ معراج النبی

۵ حیات النبی

۶۔ تقریر منیر

۷۔ حجیت حدیث

۸۔ مکالمہ کاظمی و مودودی

۹۔ تحقیق قربانی

۱۰۔ نفی النقل والیفی

۱۱۔ کتاب التراویح

۱۲۔ الحق المبین

۱۳۔ التحریر اور اس کی شرح التقریر

۱۴۔ اسلام اور سوشلزم

۱۵۔ اسلامی معاشرے میں طلباء کا کردار

۱۶۔ التبشیر برد التحذیر

۱۷۔ میلاد النبی

۱۸۔ اسلام اور عیسائیت

۱۹۔ فتوی حنفی

۲۰۔ آئینہ مودودیت

نوٹ: رسائل کاظمی کے نام سے آپ کے چند رسائل پر مشتمل ایک کتاب شرکت حنفیہ لمیٹڈ

کی طرف سے شائع ہو چکی ہے۔

چند مشہور تلامذہ

آپ کے تلامذہ نہ صرف یہ کہ کثیر التعداد ہیں، بلکہ علم و فضل میں نادرِ روزگار ہیں۔ چند شاگرد علمائے کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔ مولانا حسن الدین ہاشمی، شیخ الفقہ اسلامی یونیورسٹی بہاول پور

۲۔ مولانا مفتی شجاعت علی قادری ایم اے شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ ولیکچرر لیاقت کالج کراچی

۳۔ مولانا محمد حسن حقانی، سابق ایم پی اے (سندھ)، کراچی

۴۔ خطیبِ پاکستان مولانا محمد شفیع اوکاڑوی (سابق ایم این اے) کراچی

۵۔ مولانا خورشید احمد، ظاہر پیر

۶۔ مولانا عبدالقادر، زونل خطیب اوقاف ملتان زون

۷۔ مولانا مشتاق احمد چشتی، نائب شیخ الحدیث مدرسہ عربیہ انوار العلوم ملتان

۸۔ مفتی غلام سرور قادری شیخ الادب العربی و استاذ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

۹۔ مولانا پیر محمد چشتی ناظم اعلیٰ جامعہ غوثیہ معینیہ پشاور

۱۰۔ مولانا محمد فرید ہزاروی، مدرس جامعہ فاروقیہ رضویہ گوجرانوالہ

۱۱۔ مولانا محمد شریف ہزاروی، مدرس دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ، ہری پور ہزارہ

۱۲۔ مولانا غلام رسول سعیدی، مدرس دارالعلوم نعیمیہ کراچی

لہ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور، جون ۱۹۷۵ء، ص ۴۹ تا ۶۰

قائدِ اہلِ سنّت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی

بطلِ حریت، حق گو مجاہد علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی بن مبلغِ اسلام علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی قادری بن شاہ عبدالحکیم جوش صدیقی، ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۴۴ھ/۳۱ مارچ ۱۹۲۶ء میں میرٹھ (ہندوستان) میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب خلیفۂ اوّل حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے جا ملتا ہے۔ اسی نسبت سے آپ صدیقی کہلاتے ہیں۔ آپ کے والد ماجد علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی قادری[1] (م ۱۹۵۴ء) امامِ اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان بریلوی (م ۲۵ صفر المظفر قدس سرہٗ العزیز کے خلیفۂ مجاز تھے اور جدِ امجد شاہ عبدالحکیم جوش صدیقی برِ صغیر کے نامور صوفی، عالمِ دین اور شاعر تھے۔[2]

---

[1] آپ ۲۰ اپریل ۱۸۹۲ء بمطابق ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ میں بمقام میرٹھ (یوپی) پیدا ہوئے سولہ برس کی عمر میں جامعہ اسلامیہ قومیہ میرٹھ سے درسِ نظامی کی سند حاصل کی۔ ۱۹۱۷ء میں بی۔ اے پاس کیا۔ بریلی شریف حاضر ہوئے۔ امامِ اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان قدس سرہٗ العزیز سے بیعت کی اور خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ آپ نے چالیس سال تک افریقہ، امریکہ، کینیڈا، انڈونیشیا، سنگاپور، ملایا وغیرہ کئی دوسرے ممالک میں اسلام کا پیغام پہنچایا جس کے نتیجے میں پچاس ہزار سے زائد غیر مسلموں نے حلقۂ اسلام میں داخل ہو کر سعادتِ ابدی حاصل کی۔ ۱۹۵۱ء میں آپ نے پوری دنیا کا طویل دورہ کیا جس کی وجہ سے یورنیو کی شہزادی، ماریشس (جنوبی افریقہ) کا گورنر مروات اور ٹرینی ڈاڈ کی ایک وزیر مشرف باسلام ہوئے۔ آپ نے دیگر علمائے اہلِ سنّت کے ساتھ مل کر دستورِ اسلامی آئین کا مسودہ تیار کیا۔ ۱۹۵۴ء میں آپ نے وصال فرمایا۔ (محمد دین کلیم "تذکرہ مشائخ قادریہ" ص ۲۶۰، ۲۶۱) ۔

[2] محمد حنیف، نوائے وقت، ۱۲ جنوری ۱۹۷۸ء

تعلیم و تربیت

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نے آٹھ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔ حفظِ قرآن کے بعد ثانوی تعلیم کے لیے ایسے سکول میں داخلہ لیا جہاں ذریعۂ تعلیم عربی تھی عربک کالج میرٹھ سے بھی ڈگریاں حاصل کیں۔

درسِ نظامی کی کتب متداولہ مدرسہ اسلامیہ قومیہ میرٹھ میں استاذ العلماء حضرت مولانا غلام جیلانی میرٹھی سے پڑھیں۔*

دستار بندی کے موقع پر ایک پُروقار تقریب کا انعقاد ہوا جس میں آپ کے استاذِ محترم مولانا غلام جیلانی میرٹھی، آپ کے والد ماجد مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی قادری اور صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی کے علاوہ شاہزادۂ اعلیٰ حضرت حضرت مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خان مفتیٔ اعظم ہند دامت برکاتہم العالیہ بھی مسند افروز تھے۔

بین الاقوامی تبلیغی دورے

علامہ شاہ احمد نورانی کے والد ماجد علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی قادری علیہ الرحمۃ نے دُنیا کے کونے کونے میں اسلام کا پیغام ہدایت پہنچایا اور ہزاروں بلکہ لاکھوں گم گشتگانِ راہ کو صراطِ مستقیم دکھایا۔

آپ کی وفات کے بعد یہ فریضہ آپ کے فرزند ارجمند علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی مدظلہٗ نے اپنے ذمہ لیا اور نہایت حسن و خوبی کے ساتھ سرانجام دیا۔

آپ کی تبلیغ سے سینکڑوں غیر مسلموں نے دولتِ اسلام سے اپنا دامن بھرا جن میں

---

* آپ صدر الشریعۃ حضرت مولانا مفتی محمد امجد علی رحمہ اللہ کے تلمیذ رشید ہیں (محمد صدیق ہزاروی)

پادری، راہب، وکلاء، انجینئرز، ڈاکٹرز اور دیگر مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے پڑھے لکھے لوگ شامل ہیں۔

آپ کے بیرونِ ملک چند تبلیغی دوروں کا اجمالی خاکہ یہ ہے:

۱۹۵۵ء میں آپ جامعہ ازہر (مصر) کی دعوت پر جامعہ میں تشریف لے گئے اور علماء کے عظیم اجتماعات سے خطاب کیا۔

۱۹۵۸ء میں رُوس کا دورہ کیا اور رُوسی سوشلسٹ معاشرے کا گہرا مطالعہ و مشاہدہ کیا۔ نیز مسلمانوں کی سرکردہ شخصیتوں سے ملاقات کر کے ان کے مسائل سے آگاہی حاصل کی۔

۱۹۵۹ء میں مشرقِ وسطیٰ کا خیرسگالی دورہ کیا اور دُنیا بھر کے علمائے سے باہمی رابطہ قائم کر کے اسلام کی عظیم خدمات سرانجام دیں۔

۱۹۶۰ء میں مشرقی افریقہ، مڈغاسکر، اور ماریشس کے تبلیغی دورے پر تشریف لے گئے۔

۱۹۶۱ء میں سیلون اور شمالی افریقہ کا دورہ کیا۔

۱۹۶۲ء میں صومالیہ، کینیا، ٹانگانیکا، یوگنڈا اور ماریشس کا دورہ کیا۔ نیز نائیجیریا کے وزیرِ اعلیٰ احمد بیلو شہید کی دعوت پر نائیجیریا تشریف لے گئے اور ان کے مہمان کی حیثیت سے چار ماہ کا تفصیلی دورہ کیا۔

۱۹۶۳ء میں ترکی، فرانس، جرمنی، برطانیہ، ماریشس اور نائیجیریا تشریف لے گئے۔ نیز اسی سال عوامی جمہوریہ چین کا دورہ کیا اور وہاں کے مسلمانوں کی حالت زار اور سوشلسٹوں کے بلند بانگ دعوؤں کا جائزہ لیا۔

۱۹۶۴ء میں امریکہ، جنوبی امریکہ اور کینیڈا کا دورہ کیا۔

۱۹۶۵ء میں کینیا، تنزانیہ، یوگنڈا، مالاگاہی اور ماریشس کا دورہ کیا۔

۶۸-۱۹۶۷ء میں برطانیہ اور امریکہ کا دورہ کیا۔

۱۹۷۴ء میں ورلڈ اسلامک مشن کی کانفرنس میں شرکت کے لیے انگلینڈ تشریف لے گئے اور اس کانفرنس میں آپ کو مشن کا چیئرمین منتخب کیا گیا۔

۱۹۷۵ء میں ورلڈ اسلامک مشن[1] کے زیر اہتمام علامہ ارشد القادری، مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی اور سابق صوبائی اسمبلی سندھ کے قائد حزب اختلاف شاہ فرید الحق کی رفاقت میں امریکہ اور افریقہ کے مختلف ممالک کا تفصیلی دورہ کیا۔ اس دورہ میں پبلک اجتماعات کے علاوہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے ان ممالک کے عوام کو قادیانیوں کے مکروہ وگھناؤنے عزائم سے آگاہ کیا، نیز قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے بارے میں پاکستان کی قومی اسمبلی کے فیصلے سے آگاہ کیا جس کا ان ممالک میں خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہوا۔ ربیع الاوّل ۱۳۹۸ھ میں آپ نے ماریشس اور جنوبی افریقہ کے ممالک کا تبلیغی دورہ شروع کیا۔[2] اس دوران آپ نے ماریشس میں عالمی اسلامی کانفرنس کی صدارت کی، جس میں وزیر اعظم ماریشس سمیت معززین، اعلیٰ حکام، وزرا اور سفیروں کے علاوہ ماریشس کے مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد موجود تھی۔

---

[1] ۱۲ جنوری ۱۹۷۳ء کو دنیا کے مختلف گوشوں سے تعلق رکھنے والے علماء کرام مکہ مکرمہ میں جمع ہوئے تاکہ عالمی سطح پر ظلمت وگمراہی کا مقابلہ کرنے کے لیے کوئی لائحہ عمل مرتب کرسکیں۔ اس تاریخی اجتماع میں انگلستان، امریکہ، سعودی عرب، مصر، کویت، شام، ہندوستان اور پاکستان کے علمائے کرام شریک تھے پاکستانی علماء میں مجاہد ملت حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی اور علامہ عبدالمصطفےٰ الازہری شامل تھے اس اجلاس میں ورلڈ اسلامک مشن کا قیام عمل میں لاکر علامہ ارشد القادری کو کنوینر مقرر کیا گیا اور پھر باضابطہ انتخاب کے ذریعے علامہ شاہ احمد نورانی کو صدر اور علامہ ارشد القادری کو سیکرٹری منتخب کیا گیا۔

(ماہنامہ ضیائے حرم لاہور جون ۱۹۷۵ء، ص ۲۹)

[2] ہفت روزہ افق جلد نمبر ۱، شمارہ ۱۰، ۵ مارچ تا ۱۱ مارچ ۱۹۷۸ء، ص ۳

تبلیغی و تعلیمی اداروں کی سرپرستی

پاکستان سے باہر بہت سے ممالک میں کئی تبلیغی و تعلیمی ادارے آپ کی سرپرستی میں شب و روز مصروفِ عمل ہیں، ان میں سے چند اداروں کے نام یہ ہیں:

ا۔ مسلم ایجوکیشن ٹرسٹ کالج جینوا جارج ٹاؤن امریکہ
۲۔ حلقہ قادریہ علیمیہ اشاعتِ اسلام سیلون
۳۔ حلقہ قادریہ علیمیہ اشاعت اسلام ماریشس
۴۔ ینگ مین مسلم ایسوسی ایشن گیانا
۵۔ اسلامک مشنری گلڈ ساؤتھ افریقہ
۶۔ آل ملایا مسلم مشنری سوسائٹی ملائشیا
۷۔ علیمیہ اسلامک مشن کالج ماریشس
۸۔ علیمیہ دارالعلوم ماریشس
۹۔ حنفی مسلم سرکل پرسٹن برطانیہ
۱۰۔ قادریہ اسلامک ورکرز گلڈ ماریشس
۱۱۔ سری نام مسلم ایسوسی ایشن ساؤتھ افریقہ

نیز ۱۹۵۳ء سے ۱۹۶۴ء تک ورلڈ مسلم علماء آرگنائزیشن کے سیکرٹری جنرل رہے جبکہ آرگنائزیشن کے صدر مفتیٔ اعظم فلسطین مولانا سید امین الحسینی مرحوم تھے۔[1]

امریکہ میں مرزائیوں کا ناطقہ بند کر دیا

سرینام (جنوبی امریکہ) مرزائیوں کا مرکز ہے جہاں (غالباً ۳۵ء میں) سب سے

---

[1] ابوداؤد محمد صادق، مولانا: شاہ احمد نورانی۔ ص ۱۴، ۱۵

سے پہلے تبلیغِ دین کے لیے حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے جنہوں نے ایک بڑی تعداد کو مرزائیت کے فریب سے نجات دلائی اور اہلِ سنت وجماعت کا مرکز قائم کیا۔ مرحوم کے بعد علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نے ۱۹۶۵ء میں سرینام میں سات ماہ قیام کر کے فتنۂ مرزائیت کو کچلا اور ایک مناظرے میں مرزائیوں کو ایسی شکستِ فاش دی کہ اب مرزائی کسی سنی عالم کے مقابلے میں آنے کے لیے تیار نہیں ہوتے[۱] اور مولانا نورانی کے نام سے تو مرزائی مبلغ گھبراتے ہیں[۲]

محافظِ ختمِ نبوت

تحریکِ ختمِ نبوت (۱۹۵۳ء) میں آپ کراچی میں مولانا عبدالحامد بدایونی (م ۱۵ جمادی الاولیٰ، ۲۰ جولائی ۱۳۹۰ھ/ ۱۹۷۰ء) اور دیگر علماء کے ساتھ تحریک میں شریک ہوئے۔ آرام باغ میں جمعہ کے دن تحریک کا آغاز ہوا، تو علامہ نورانی پیش پیش تھے۔ گرفتاری کے لیے رضاکاروں کی تیاری کے علاوہ دیگر ضروری انتظامات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔[۳]

کراچی میں آل پاکستان مسلم پارٹیز کے پہلے اجلاس کے بعد آئندہ اجلاس کے انتظامات کے لیے گیارہ ممبروں پر مشتمل جو بورڈ بنایا گیا، آپ اس کے ممبر تھے[۴]

۱۹۶۹ء میں پاکستان آنے کے بعد آپ نے سب سے پہلا بیان قادیانیوں ہی کے بارے میں جاری کیا تھا۔ آپ نے یحییٰ خان (اس وقت کا صدر) کو مخاطب کرتے ہوئے

---

[۱] سعادت علی قادری، مفتی: ترجمانِ اہلِ سنت، اپریل ۱۹۷۳ء، ص ۵۰

[۲] 〃 〃 〃 〃 ۱۹۷۴ء ص ۴۰

[۳] ماہنامہ ترجمانِ اہلِ سنت (ختمِ نبوت نمبر) اگست ۱۹۷۲ء)

[۴] رپورٹ تحقیقاتی عدالت (منیر رپورٹ) ص ۸۰

صاف کہا تھا کہ تمہارا قادیانی مشیر ایم ایم احمد پاکستان کی معیشت کو تباہ کر رہا ہے جس کے نتیجے میں مشرقی پاکستان ہمارے ہاتھ سے نکل سکتا ہے۔[1]

تحریکِ ختمِ نبوت (۱۹۷۴ء) میں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی خاطر قومی اسمبلی میں حزبِ اختلاف کی طرف سے جو قرارداد ۳۰ جون ۱۹۷۴ء کو پیش کی گئی، اس کا سہرا بھی علامہ شاہ احمد نورانی کے سر ہے۔ اس قرارداد پر حزبِ اختلاف کے بائیس افراد (جن کی تعداد بعد میں ۳۷ ہو گئی) نے دستخط کیے، البتہ مولوی غلام غوث ہزاروی اور مولوی عبدالحکیم نے اس قرارداد پر دستخط نہیں کیے۔ اس تحریک میں آپ کو قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی اور رہبر کمیٹی کا ممبر بھی منتخب کیا گیا اور آپ نے پوری ذمّہ داری کے ساتھ دونوں کمیٹیوں کے اجلاسوں میں شرکت کی۔

آپ نے قادیانیت سے متعلقہ ہر قسم کا لٹریچر اسمبلی کے ممبروں میں تقسیم کرنے کے علاوہ ممبروں سے ذاتی رابطہ بھی قائم کیا اور ختمِ نبوت کے مسئلہ سے انہیں آگاہ کیا۔[2]

اس تحریک میں تین ماہ کے دوران آپ نے صرف پنجاب کے علاقے میں تقریباً چالیس ہزار میل کا دورہ کیا۔ ڈیڑھ سو شہروں، قصبوں اور دیہاتوں میں عام جلسوں سے خطاب کرنے کے علاوہ سینکڑوں کتابوں کا مطالعہ کیا۔[3]

میدانِ سیاست میں ورود

اگرچہ آپ ۱۹۴۹ء میں پاکستان تشریف لا کر کراچی میں مقیم ہو گئے تھے، لیکن زیادہ

---

[1] ماہنامہ ضیائے حرم: ختمِ نبوت نمبر۔ دسمبر ۱۹۷۴ء، ص ۲۲

[2] 〃 〃 〃 〃 ص ۳۱

[3] 〃 〃 〃 ص ۲۲، ۳۴

وقت بیرونی ممالک میں تبلیغی دوروں پر رہنے کی وجہ سے آپ یہاں زیادہ متعارف نہیں۔ آپ ۲۳ ربیع الاوّل ۱۳۹۰ھ کو باغ موچی دروازہ لاہور کے ایک جلسہ میں منظرِ عام پر آئے۔ ۸/۹ ربیع الاوّل ۱۳۹۰ھ/جون ۱۹۷۰ء کو ٹوبہ ٹیک سنگھ (دار السلام) میں ایک عظیم الشان سنّی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی، جمعیت علماء پاکستان کے صدر منتخب ہوئے۔ علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نے حضرت خواجہ صاحب کی قیادت میں جمعیت کے سٹیج سے پاکستان کی سیاست میں حصہ لینا شروع کر دیا۔[1]

۱۹۷۰ء کے انتخابات میں آپ جمعیتِ علمائے پاکستان کے ٹکٹ پر قومی اسمبلی کے رُکن منتخب ہوئے۔ پھر جمعیت کے ایک اجلاس میں جو مرکزی دار العلوم حزب الاحناف میں منعقد ہوا، آپ کو جمعیت علماء پاکستان کی پارلیمانی پارٹی کا لیڈر منتخب کیا گیا۔

قومی اسمبلی میں

حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی قومی اسمبلی میں برسرِ اقتدار طبقہ کے لیے ایک محتسب کی حیثیت رکھتے تھے۔ حکمران جماعت کی غلط پالیسیوں پر کڑی نکتہ چینی کرنا اور ہر غلط بات کی نشان دہی کرنا علامہ نورانی کا طرّۂ امتیاز تھا۔ دوسری جانب آپ کی اسمبلی میں موجودگی سے ایک پُر مسرت کیفیت بھی پیدا ہوتی تھی جس کا اندازہ اس وقت ہوتا تھا، جب آپ اسمبلی میں موجود نہ ہوں؛ چنانچہ روزنامہ "استقلال" لاہور رقمطراز ہے۔

---

[1] حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی مدظلہ نے علماء اہل سنت کے اصرار پر اس شرط کے ساتھ پاکستانی سیاست میں حصہ لیا کہ ان کی جگہ تبلیغی مشن پر کسی متبادل عالم دین کو بھیجا جائے، چنانچہ مولانا مفتی سید سعادت علی قادری آپ کی جگہ سرینام (امریکہ) میں تشریف لے گئے (مرتب)

"قومی اسمبلی کے اندر بھی مولانا نورانی کی باغ و بہار شخصیت نے کئی مرتبہ مسکراہٹیں اور قہقہے بکھیر دیے اور سرکاری پارٹی پر ان کی برجستہ چوٹوں پر خود ان چوٹوں کا نشانہ بننے والے بھی جھوم گئے"[۱]

قومی اسمبلی میں آپ کی برتری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے روزنامہ "جمہور" (لاہور) لکھتا ہے:

"منگل چھ مارچ کو قومی اسمبلی کے شام کے اجلاس میں دستوری بل پر عام بحث میں حصہ لینے والے مقررین کی تعداد اگرچہ زیادہ تھی، تاہم میدان جمعیت علمائے پاکستان کے تنظیمی اور پارلیمانی قائد مولانا شاہ احمد نورانی کے ہاتھ رہا۔ مولانا کی تقریر، موضوع اور متن کے لحاظ سے انتہائی پُرمتانت اور تاثر انگیز ہونے کے باوجود سارا عرصہ ایوان قہقہہ زار بنا رہا۔ ایوان کے ماحول میں زعفرانی کیفیت پیدا کرنے میں مولانا کی اپنی حسِ مزاح اور حاضر جوابی کا بہت زیادہ دخل تھا۔ ابتدا ہی سے یہ معلوم ہو رہا تھا کہ سرکاری بنچوں والے مولانا کی تقریر کو مذاق ہی مذاق میں اڑا دینے کی کوشش کریں گے۔ لیکن نورانی میاں بھی کچی گولیاں نہیں کھیلے تھے۔ انہوں نے چوکھی لڑی اور حقیقت یہ ہے کہ اپنے حریفوں کو چاروں شانے چت گرا دیا اور خدا لگتی بات یہ ہے کہ میدان مار لیا۔"[۲]

قادیانیت پر پہلی ضرب

۱۵ اپریل ۱۹۷۲ء کو قومی اسمبلی کے اجلاس میں عبوری آئین پر تقریر کرتے ہوئے مولانا شاہ احمد نورانی نے اسلام و ختم نبوت کے تحفظ کی پہلی آواز (اسمبلی میں) بلند کی۔ آپ نے فرمایا:

---

[۱] ہفت روزہ استقلال، ۲-۸ جولائی ۱۹۷۳ء

[۲] روزنامہ جمہور لاہور، ۹ مارچ ۱۹۷۳ء (ملخصاً)

جو آئین ہمارے سامنے عمدہ فریم میں سجا کر پیش کر دیا گیا ہے، اس میں اسلام کو قطعاً کوئی تحفظ نہیں دیا گیا۔ میں اس دستور کو معزز ایوان کے لیے قابلِ قبول نہیں سمجھتا ہوں اور اس دستور کی مخالفت کرتا ہوں۔ اس دستور میں یہ بھی لکھا ہے کہ پاکستان کا صدر مسلمان ہوگا، مگر مسلمان کی تعریف کوئی نہیں جانتا کہ کیا ہے۔ ہر شخص مسلمان بننے کی کوشش کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہ ماننے والا ہمارے نزدیک مسلمان نہیں ہے اور جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہیں مانتے، ہم ان کو مسلمان نہیں سمجھتے، تو پھر یہ کیسے چور دروازے سے آکر اسلام کے نام پر حکمران بن سکتے ہیں اور تباہی کا سامان پیدا کر سکتے ہیں [1]

اس پر وفاقی وزیر مولانا کوثر نیازی نے اعتراض کرتے ہوئے کہا:

"علماء میں جو اختلافات موجود ہیں، ان کی بناء پر ایک عالم دوسرے عالم سے مسلمان کی تعریف میں متفق نہیں ہے، میں اس وقت بھی چیلنج کرتا ہوں کہ علماء مسلمان کی کوئی متفقہ تعریف اس ایوان کے سامنے پیش کریں، ہم اسے منظور کرنے کے لیے تیار ہیں۔"

جمعیت علماء پاکستان کے ڈپٹی پارلیمانی لیڈر علامہ عبد المصطفےٰ الازہری نے کوثر نیازی کا چیلنج قبول کرتے ہوئے فرمایا: "میں اپنی جماعت کی طرف سے اس بات کو قبول کرتا ہوں [2] اور جو چیلنج مولانا کوثر نیازی صاحب نے دیا ہم اس کو قبول کرتے ہوئے علماء کے نزدیک مسلمان کی متفقہ تعریف پیش کرنے کے لیے ہر وقت تیار ہیں [3]۔"

اجلاس کے خاتمہ پر رات کو علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کے کمرے میں مجاہد ملت

---

[1] ملخصاً روداد قومی اسمبلی مورخہ ۱۵ اپریل ۱۹۷۲ء صفحہ ۱۱۸، ۱۱۹، بحوالہ "شاہ احمد نورانی"

[2] " " " " " ۱۴۱ بحوالہ کتاب "

[3] " " " " " ۱۵۲ " " "

عبدالستار خان نیازی (مرکزی جنرل سیکرٹری جمعیت علماء پاکستان) مولانا محمد علی رضوی (سابق ایم۔این۔اے) مولانا غلام علی اوکاڑوی (صدر جمعیت علماء پاکستان صوبہ پنجاب) اور علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری (سابق ایم۔این۔اے) سر جوڑ کر بیٹھے۔ علامہ ازہری نے مسلمان کی مختصر اور جامع تعریف پیش کی جسے سب نے پسند کیا۔ رات ۱/۲ ۱ بجے علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری، جمعیت علماء اسلام کے مولانا عبدالحکیم کے پاس گئے۔ مولانا مفتی محمود، مولانا غلام غوث ہزاروی اور مولانا عبدالحق (اکوڑہ خٹک) نے اس تعریف کو جامع قرار دیا اور طے ہوا کہ چونکہ علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری اور مولانا شاہ احمد نورانی تقریر کر چکے ہیں اور کوثر نیازی کے چیلنج کا جواب دیتے ہوئے علماء کی طرف سے اتفاق رائے ضروری ہے، اس لیے مولانا عبدالحق (اکوڑہ خٹک) یہ تعریف پیش کریں، چنانچہ انہوں نے ۷ اپریل کو اسمبلی میں یہ تعریف پیش کی جو اسمبلی کی کارروائی کے صفحہ ۳۵۴ پر موجود ہے [1]

قومی اسمبلی کے اندر علامہ شاہ احمد نورانی کی قادیانیت پر یہ پہلی ضرب تھی جس نے بالآخر تحریک کی صورت اختیار کی اور قادیانی اپنے کیفرِ کردار کو پہنچے۔ اس کارروائی کے پیشِ نظر اس بات میں کوئی مبالغہ نہیں کہ تحریک ختمِ نبوت ۱۹۷۴ء کا سہرا جہاں پاکستان کے علماء، وکلاء، طلباء اور عوام کے سر ہے۔ اس کا اوّلین کریڈٹ علامہ شاہ احمد نورانی کو جاتا ہے جنہوں نے سب سے پہلے ایم ایم احمد کی ملک دشمنی سے قوم اور وقت کے سربراہ کو بر وقت خبردار کیا اور قومی اسمبلی میں مسلمان کی تعریف پیش کر کے مرزائیوں کا چور دروازہ بند کر دیا۔

تاریخی خطاب

---

[1] روداد قومی اسمبلی ۱۵ اپریل ۱۹۷۲ء مسلمان کی تعریف : مولانا شاہ احمد نورانی

۲۰ ر اکتوبر ۱۹۷۲ء کو ایک آئینی سمجھوتے پر حکومت اور حزب اختلاف نے دستخط کیے بعد میں وہ سمجھوتہ متنازعہ فیہ بن گیا۔ اپنے اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت کے لیے تمام پارلیمانی لیڈروں کو ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے خطاب کا موقعہ دیا گیا۔ ۳۰ رجنوری ۱۹۷۳ء کو علامہ شاہ احمد نورانی نے ایک تاریخی خطاب فرمایا جس میں آپ نے نہایت بیباکی اور جرأتِ رندانہ سے حکمران جماعت کی وعدہ خلافیوں اور انحراف کو واضح کیا۔ ذیل میں اس خطاب کا ایک مختصر اقتباس پیش کیا جاتا ہے جس سے اندازہ ہو جائے گا کہ یہ تاریخی خطاب کس قدر ولولہ انگیز اور مجاہدانہ تھا۔ "اسلامی آئین سے فرار کیوں؟" کے تحت آپ نے فرمایا:

"اور یہ بالکل اسی طرح بدعہدی کی گئی ہے جس طرح سے ماضی میں حکمران جماعتیں اس ملک میں مسلمانوں کے ساتھ کرتی رہی ہیں، کیونکہ وہ خود اپنے پانچ چھ فٹ جسم پر اسلام کو اپنی عملی زندگی میں نافذ نہیں کر سکے، اس لیے وہ چاہتے ہیں کہ چونکہ ہم اس پر عمل نہیں کر سکے اور نہ کر سکتے ہیں۔ اگر عمل کرتے ہیں، تو ہمیں ہماری عادتیں بدلنی پڑیں گی، عمل کریں گے تو شراب چھوڑنی پڑے گی۔ عمل کرتے ہیں، تو فسق و فجور چھوڑنا پڑے گا، زنا کو چھوڑنا پڑے گا، جُوئے کو چھوڑنا پڑے گا، کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اسلامی قوانین اور اسلامی احکامات کو ہم اپنے اوپر نافذ کریں، تو ہمیں ان تمام چیزوں سے گریز کرنا پڑے گا اور ہم پابند ہو جائیں گے، تو اس لیے وہ اپنی نجی زندگی کے خراب ہونے کی وجہ سے پاکستان کے مسلمانوں کی نجی اور اجتماعی زندگی اور اسلامی سوسائٹی کو خراب کرنے کے درپے ہیں۔"[1]

یادگاری انٹرویو

پارلیمانی لیڈروں نے ریڈیو پاکستان سے آئینی سمجھوتے کے بارے میں اپنے اپنے

[1] الوداؤد محمد صادق، مولانا: "شاہ احمد نورانی" ص ۷

نقطۂ نظر کو پیش کیا، تو اس کے بعد انٹرویو کا اہتمام کیا گیا۔ علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نے حکومت کے نمائندے زیدی کے زبردست اعتراضات کے جو حیران کن اور برجستہ جوابات دیے، اس پر تبصرہ کرتے ہوئے ماہنامہ ضیائے حرم (لاہور) رقم طراز ہے:

"ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر آئین کے متعلق اپوزیشن کے تمام لیڈروں کے انٹرویو نشر ہوئے، لیکن مولانا نورانی کے انٹرویو کی شان ہی نرالی تھی جس مہارت اور حذاقت سے انہوں نے اس شاطر نقاد کو ہر نکتہ پر مات دی اور لاجواب کیا، وہ انہی کا حصہ تھا"[1]

جمعیّت کی قیادت

جب سابق صدر جمعیّت علماء پاکستان حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی بوجہ پیرانہ سالی جمعیّت کی صدارت سے مستعفی ہو گئے، تو کافی مدت تک علامہ شاہ احمد نورانی نے قائم مقام سربراہ کی حیثیت سے کام کر کے جمعیت کی گاڑی کو منزل کی طرف رواں دواں رکھا اور بالآخر ۲۲، ۲۳ ربیع الآخر ۱۳۹۳ھ بمطابق ۲۶، ۲۷ مئی ۱۹۷۳ء کو جامعہ عنائتیہ خانیوال میں جمعیّت کا ایک عظیم کنونشن منعقد ہوا جس میں تمام علماء کے اتفاق سے آپ کو جمعیت علماء پاکستان کا مرکزی صدر مقرر کیا گیا[2] مئی ۱۹۷۵ء کو آپ دوبارہ جمعیت کے صدر منتخب ہوئے[3] آپ کی قیادت میں نہ صرف جمعیت علماء پاکستان نے ملک کی سیاسی جماعتوں میں ایک امتیازی مقام حاصل کیا، بلکہ آپ کی انتھک جدّوجہد سے جمعیّت کا جھنڈا صوبہ سرحد اور بلوچستان کی فضاؤں میں لہرانے لگا اور بعض اداروں کی اجارہ داری کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔

---

[1] ماہنامہ ضیائے حرم، جون ۱۹۷۳ء

[2] ابوداؤد محمد صادق، مولانا "شاہ احمد نورانی" ص ۱۸ [3] محمد صادق قصوری، اکابر تحریک پاکستان

وزارتِ عظمیٰ کا انتخاب

پاکستان کی وزارتِ عظمیٰ کے انتخاب میں مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کے مقابلے کے لیے متحدہ جمہوری محاذ کے زعما کی نظرِ انتخاب علامہ شاہ احمد نورانی پر پڑی اور آپ نے مسٹر بھٹو کے مقابلے میں وزارتِ عظمیٰ کا انتخاب لڑا۔ متحدہ جمہوری محاذ کی طرف سے اس انتخاب کے لیے آپ کے چناؤ کے بارے میں روزنامہ "امروز" تبصرہ کرتے ہوئے "مولانا نورانی کا اعزاز" کے عنوان کے تحت لکھتا ہے:

"مولانا شاہ احمد نورانی متحدہ حزبِ اختلاف میں شامل تمام جماعتوں کے معیار اور سیاسی سوجھ بوجھ کے مطابق اس عہدہ (وزارتِ عظمیٰ) کے لیے موزوں ترین امیدوار ہیں"[1]

اس انتخاب میں مولوی غلام غوث ہزاروی کے علاوہ حزبِ اختلاف کے تمام ممبران نے علامہ شاہ احمد نورانی کے حق میں اپنا ووٹ استعمال کیا۔

تحریکِ نظامِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)

۷؍مارچ ۱۹۷۷ء کے انتخابات میں دھاندلی کے ذریعے ارضِ پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کو روکنے کی جو ناکام سعی کی گئی تھی، اس کے خلاف ۱۴؍مارچ کو ملک کے مسلمان سراپا احتجاج بن کر میدان میں نکل آئے۔

علامہ شاہ احمد نورانی کو ڈی۔پی۔آر کے تحت پہلے صوبہ سندھ سے گرفتار کیا گیا۔ پھر قومی اتحاد کی طرف سے حکومت کے خط کا جواب تیار کرنے کی غرض سے تمام لیڈروں کو رہا کیا گیا، تو آپ بھی رہا ہوتے۔ ۲۳؍مارچ کو یومِ پاکستان کے موقع پر آپ نے جامع مسجد نیلا گنبد میں ایک ایمان افروز تقریر کے بعد جلوس کی قیادت کرنی تھی کہ دروازے سے نکلتے ہی حراست میں لے لیا گیا۔ چند گھنٹوں بعد چھوڑا گیا اور دوسرے

---

[1] روزنامہ "امروز" ۱۹ اگست ۱۹۷۳ء ، (اگلے صفحہ پر)

دن دوبارہ ڈی۔پی۔آر کے تحت گرفتار کرلیا گیا۔ آپ کو گڑھی خیرو (سندھ) میں جو گرم ترین علاقہ ہے، بجلی اور پنکھے کی سہولت کے بغیر رکھا گیا، بلکہ پانی کی بنیادی سہولت تک سے محروم کیا گیا، لیکن اس کے باوجود آپ نے واضح اعلان فرمایا کہ نظامِ مصطفےٰ کی خاطر ہم ان تکالیف کو بخوشی قبول کرتے ہیں[۱]۔

عرب ممالک کی کوششوں سے جب حکومت اور حزبِ اختلاف کے درمیان مذاکرات شروع ہوئے، تو آپ کو بھی رہا کردیا گیا اور پھر ۵ جولائی ۷۷ء کو ملک میں مارشل لاء کے نفاذ پر آپ کو قومی اتحاد کے دوسرے رہنماؤں کے ساتھ مری میں زیرِ حفاظت رکھا گیا۔

اس تحریک میں آپ کی قیادت میں اہلِ سنت وجماعت کے ہر فرد نے خواہ وہ شہری تھا، یا دیہات کا رہائش پذیر، بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور نظامِ مصطفےٰ کی خاطر اپنے آپ کو زنداں کے حوالے کرنے سے گریز نہیں کیا۔

جمعیت علماء پاکستان کے قائد علامہ شاہ احمد نورانی نے بارہا اپنی تقاریر میں فرمایا کہ ہمارا منشور لمبا چوڑا منشور نہیں ہے، بلکہ ہمارے منشور میں صرف دو باتیں ہیں مقامِ مصطفےٰ کا تحفظ اور نظامِ مصطفےٰ کا نفاذ۔

ے مولوی غلام غوث ہزاروی نے علامہ شاہ احمد نورانی جیسے متشرع عالمِ دین، علم وعمل کے پیکر اور دینِ اسلام کا درد رکھنے والے مبلغِ اسلام کے مقابلے میں ایک ظالم، فاسق اور سوشلسٹ لیڈر کو ترجیح دی جس سے ان کے خادمِ دین ہونے کے دعوے کا بھانڈا عین چوراہے میں پھوٹ گیا، چنانچہ خود مولانا مفتی محمود نے ان کو اس نامناسب رویہ پر جمعیت علماء اسلام سے نکال باہر کیا۔ (محمد صدیق ہزاروی)

[۱] "جیل کے دن جیل کی راتیں" کے عنوان سے علامہ نورانی ایک کتاب لکھ رہے ہیں جس میں مکمل تفصیل ہوگی۔ (محمد صدیق ہزاروی)

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب تحریکِ ختمِ نبوت ۱۹۷۴ء میں کامیابی کے بعد جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں قائدِ اہلِ سنت علامہ شاہ احمد نورانی کو استقبالیہ دیا گیا، تو آپ نے فرمایا کہ الحمدللہ! ہم نے اپنے منشور کے ایک حصہ یعنی "مقامِ مصطفیٰ کا تحفظ" کو منوالیا ہے اور دوسرے حصے کے لیے تحریک جاری ہے اور جب تک اس ملک میں نظامِ مصطفیٰ نافذ نہیں ہوجاتا، یہ تحریک جاری رہے گی۔

اللہ تعالیٰ نے مردِ مومن کی زبان سے نکلے ہوئے نعرے کو اس قدر مقبولیت عطا فرمائی کہ آج پاکستان کے ہر شہری اور ہر جماعت کی زبان پر بھی پُرکیف نعرہ موجود ہے۔

نورانی کی نورانی والدہ

تحریکِ نظامِ مصطفیٰ کے دوران جب جیل کی کوٹھڑی میں علامہ شاہ احمد نورانی کو سخت تکالیف میں مبتلا کیا گیا، تو ملک بھر سے آپ کی ضعیف والدہ کے پاس تاریں اور پیغامات آنے شروع ہوئے جن میں افسوس کا اظہار کیا گیا، لیکن نورانی کی نورانی والدہ نے بجائے افسوس کرنے کے اخبارات کو ایک ایسا ولولہ انگیز بیان جاری کیا جس نے قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی ماؤں کی یاد تازہ کردی۔ وہ بیان یہاں لفظ بہ لفظ نقل کیا جاتا ہے تاکہ مسلمان ماؤں کے لیے خضرِ راہ ثابت ہو۔

روزنامہ "جنگ" کراچی نے "مولانا نورانی کی والدہ کا بیان" کے عنوان سے لکھا:

"جمعیتِ علماء پاکستان" کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی کی ۸۰ سالہ والدہ محترمہ نے ایک بیان میں کہا ہے کہ مجھے گزشتہ چند روز کے اندر سینکڑوں ٹیلی فون اور پیغامات ملے ہیں جن میں میرے لڑکے کے ساتھ کی جانے والی زیادتیوں کے سلسلے میں استفسار کیے گئے تھے اور اظہارِ ہمدردی کیا گیا تھا۔ میں ان تمام لوگوں کو جو نورانی میاں کے ساتھ ہونے والی

بدسلوکی پر آزردہ ہیں، یہ ہدایت کرنا چاہتی ہوں کہ وہ اظہارِ افسوس کے بجائے خدا کا شکر ادا کریں کہ اس نے ان کے راہ نما کو حق بات کہنے اور پھر حق بات کے لیے سختیاں جھیلنے کی سعادت عطا کی۔ انہوں نے کہا کہ جہاں تک میرا تعلق ہے اگرچہ میں عمر کی اس منزل میں ہوں کہ ہمہ وقت اپنے بیٹے کی قربت کی خواہش محسوس کرتی ہوں، مگر اس کے باوجود مجھے اپنے بیٹے پر فخر ہے کہ اس نے عظیم باپ مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی لاج رکھ لی ہے اور اس ملک میں نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریک کو اس منزل پر لے جا رہا ہے، جہاں سے کامیابی کا راستہ مختصر نظر آ رہا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جنت البقیع مدینہ منورہ میں میرے شوہر[1] اپنے بیٹے کی اس کامیابی پر نازاں ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ حق و صداقت کے راستے میں نورانی میاں نے جو سختیاں جھیلی ہیں، وہ ایک ماں کے دل کے لیے بظاہر تکلیف دہ ضرور ہیں، مگر ان کے پیشروؤں کو حق کے لیے اس سے بڑی قربانیاں دینی پڑی ہیں۔ مجھے خوشی ہے کہ نورانی میاں کا حوصلہ بلند ہے۔ اگر قومی زندگی کے اس نازک مرحلے پر وہ کسی قسم کی کمزوری کا مظاہرہ کرتے، تو میں مرتے دم تک انہیں اور خود کو معاف نہ کر پاتی۔ خود کو یہ سوچ کر کہ کہیں میری تربیت میں تو کوئی کمی نہیں رہ گئی تھی، مگر آج میں خوش ہوں کہ حشر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو مجھے شرمندگی نہیں اٹھانی پڑے گی اور نہ ہی میں اپنے شوہر کے رُوبرو شرمسار ہوں گی۔ میں ان تمام بہنوں کو بھی خراجِ تحسین پیش کرتی ہوں جن کے بچوں، شوہروں یا بھائیوں نے نظامِ مصطفےٰ کی راہ میں جانیں دی ہیں یا جن کے بچے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہے ہیں، میں انہیں یقین دلاتی ہوں کہ ظلم کی تاریکی چھٹنے والی ہے اور وہ صبح ضرور طلوع ہوگی جو نظامِ مصطفےٰ

---

[1] حضرت علامہ نورانی مدظلہ، کے والد ماجد حضرت علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقیؒ جنت البقیع میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قدموں میں مدفون ہیں۔ محمد حنیف نوائے وقت ۱۲ جنوری ۱۹۷۸ء

کی روشنی لیے ہوگی اور جس کے ذریعے اس ملک میں عدل و انصاف کا دَور دَورہ ہوگا۔"

حق گوئی

اللہ تعالیٰ نے قائدِ اہلِ سنّت علّامہ شاہ احمد نورانی کو جن گوناگوں صفات سے متّصف کیا ہے، ان میں ایک حق گوئی اور بے باکی ہے۔ چنانچہ آپ نے کبھی بھی صداقت و حق گوئی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا، چاہے مصلحت کا تقاضا کچھ ہی کیوں نہ ہو اور چاہے کس قدر خطرات کا مقابلہ ہو۔ آپ کی حق گوئی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ہفت روزہ "چٹان" رقم طراز ہے:

"ہم تک جو روایتیں پہنچی ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ نورانی صاحب نے لادینی عناصر کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اس جماعت کے سامنے سپر انداز ہونے سے انکار کرتے رہے، جس جماعت کی اکلوتی آرزو ہے کہ اقتدار کی مطلقہ سے حلالہ کرنے پر کب قادر ہوگی۔ یاد رہے کہ یہ وہی مولانا نورانی ہیں جنہوں نے اس دور کے محمد شاہ رنگیلے (یحییٰ خان) کو مے نوشی میں مستغرق دیکھ کر ڈانٹ دیا تھا اور گرج کر کہا تھا: یحییٰ شراب نوشی بند کر دو، ورنہ ہم جا رہے ہیں۔"[۲]

مسٹر بھٹو کے عہدہ صدارت سنبھالنے کے بعد ایک مجلس میں بھٹو سے مولانا نورانی کا تعارف کرایا گیا، تو بھٹو صاحب نے کہا: "اچھا یہ ہیں مولانا نورانی جو حکومت کے کاموں میں کیڑے نکالتے ہیں"۔ مولانا نورانی نے فرمایا: "حکومت اپنے کاموں میں کیڑے نہ پڑنے دے، تو ہمیں کیوں نکالنے پڑیں" مولانا کے برجستہ جواب سے حاضرین خوب

---

[۱] روزنامہ "جنگ" کراچی: ۱۴ مئی ۱۹۷۷ء

[۲] ہفت روزہ "چٹان": ۳ مئی ۱۹۷۱ء

محفوظ ہوئے۔ ۱؎

قلمی خدمات

آپ نے تحفظِ اسلام و تحفظ مقامِ مصطفےٰ کی خاطر جہاں دیگر میدانوں میں کام کیا، وہاں تحریری میدان میں بھی اپنی مساعیٔ جمیلہ بروئے کار لائے، چنانچہ آپ نے اسلام کی ابتدائی معلومات پر مشتمل پمفلٹ اردو، فرانسیسی، انگریزی اور متعدد دوسری زبانوں میں شائع کر کے پاکستان و بیرونِ پاکستان ان مقامات پر مفت تقسیم کرنے کے انتظامات کیے، جہاں ایک عرصہ سے مشنری جوان لڑکیوں کے ہاتھوں اپنا لٹریچر مفت تقسیم کر رہے تھے، اس طرح آپ نے ہزاروں مسلمانوں کو عیسائیت کے جال میں پھنسنے سے بچا لیا۔ ۲؎

آپ نے دو ضخیم کتابیں عیسائیت اور مرزائیت کے رد میں تحریر فرمائیں جو زیرِ طبع ہیں۔

۱۔ دی سیل آف دی پرافٹ (مہرِ نبوت) (انگریزی)

۲۔ جیسس کرائسٹ اِن دی لائٹ آف قرآن (یسوع مسیح قرآن کی روشنی میں)

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

علامہ شاہ احمد نورانی کو بارگاہِ رب العزت سے محبتِ رسول کا وافر حصہ عطا ہوا ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ کی تقریر چاہے مذہبی ہو چاہے سیاسی، بارگاہِ رسالت میں ہدیۂ عقیدت پیش کرنے کی خاطر آپ قصیدہ بُردہ شریف کے وہ اشعار ضرور پڑھتے ہیں جن میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف ہے۔

۱؎ محمد صادق [illegible]: شاہ احمد نورانی، ص ۲۹

۲؎ 〃 〃 〃 〃 ص ۴۶

آپ کا لباس، اخلاق، حتیٰ کہ گھریلو ماحول کا عربی ہونا حرمین طیبین میں بکثرت حاضری، کھانے میں عرب شریف کی کھجور مبارک ہونا اور بچوں سے عربی زبان میں گفتگو یہ تمام باتیں عشقِ رسولؐ کا واضح ثبوت ہیں۔

سفیرِ اسلام

مختلف افریقی ممالک کے تبلیغی دوروں کے دوران مئی ۱۹۷۸ء میں جب علامہ شاہ احمد نورانی کیپ ٹاؤن (جنوبی افریقہ) تشریف لے گئے، تو وہاں کے میئر کی جانب سے شہریوں کے استقبالیہ میں آپ نے "اسلام بیسویں صدی کے چیلنج کو قبول کرتا ہے" کے زیرِ عنوان انگریزی میں خطاب کرتے ہوئے دورِ جدید کے مسائل اور اسلام کے پیش کردہ حل پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور بتایا کہ اب دنیا بھر میں غیر مطمئن اور بے چین انسانوں کو اسلام کی اکلیت اور جامعیت کا احساس ہو رہا ہے۔

کیپ ٹاؤن کے میئر نے علامہ نورانی کا خیر مقدم کرتے ہوئے انہیں سفیرِ اسلام کے خطاب سے یاد کیا[1]

غیرتِ ایمانی

۱۹۵۸ء میں آپ نے ضیاء الدین بابا خانوف (مفتیٔ اعظم رُوس) کی خصوصی دعوت پر روس کا دورہ کیا اور ازبکستان، تاشقند، سمرقند و بخارا کے مسلمانوں سے ملے۔ نورانی واحد غیر ملکی ہیں جنہوں نے رُوسی حکومت کے ہر اقدام کے برعکس سوشلسٹ رہنما لینن کی قبر پر پھول چڑھانے سے انکار کیا۔[2]

---

[1] روزنامہ جنگ ۲۴ مئی ۱۹۷۸ء

[2] ہفت روزہ صحافت لاہور ۵ تا ۱۱ نومبر ۷۷ ۱۹ء

قتل کی سازش اور حملہ

قائدِ اہلِ سنت علامہ شاہ احمد نورانی کی حق گوئی سے بھٹو حکومت بہت زیادہ خائف تھی، چنانچہ حکومت کی طرف سے آپ کو ٹھکانے لگانے کے لیے آپ کے قتل کی سازش کی گئی جو کامیاب نہ ہوسکی۔ سابق وزیرِ اعظم مسٹر بھٹو کے ذاتی ملازم نُورا کے سگے بھائی عبدالستار نے چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر جنرل ضیاء الحق کے نام ایک یادداشت میں اس بات کا انکشاف کیا۔ یادداشت کے مطابق پنجاب کے سابق وزیرِ اعلیٰ نواب صادق حسین قریشی نے مارچ ۱۹۷۷ء کے انتخابات کے موقع پر عبدالستار کو چیف منسٹر ہاؤس پنجاب میں طلب کر کے یہ ہدایت دی کہ وہ یثرب کالونی چوک اسلام آباد میں ہونے والے جلسۂ عام میں مولانا شاہ احمد نورانی کو ختم کر دے۔ اسے ایسا کرنے پر مکمل تحفظ کا یقین دلایا گیا، جبکہ حکم کی تعمیل نہ ہونے کی صورت میں اس کے خلاف سنگین مقدمات پر کارروائی ہوسکتی ہے۔

عبدالستار نے اس جلسہ میں گڑبڑ تو کر دی لیکن وہ مولانا نورانی پر گولی نہ چلا سکا جس کی پاداش میں اسے تھانے لے جاکر مارا گیا۔[۱]

پاکستان میں نظامِ مصطفےٰ کے نفاذ سے خائف۔ یہ جماعت (پیپلز پارٹی) حضرت قائدِ اہلِ سنت کے بارے میں بخوبی جانتی ہے کہ یہ شخص نظامِ مصطفےٰ کے سلسلہ میں کسی مصلحت یا سودا بازی کا شکار نہیں ہوسکتا اور یہی وہ راہنما ہے جس نے قوم کو یہ پاکیزہ نعرہ دیا اس لیے پیپلز پارٹی مسلسل آپ کے درپے رہی، یہاں تک کہ اگست ۱۹۷۷ء کو آپ پر قاتلانہ حملہ کر دیا گیا۔

۸ر اگست ۱۹۷۷ء مطابق ۲۱ شعبان المعظم بروز سوموار آپ اپنے رفقاء کے ہمراہ قومی اتحاد کی مرکزی کمیٹی کے اجلاس میں شرکت کے لیے مسلم لیگی راہنما چودھری ظہور الٰہی

---

[۱] ہفت روزہ افق کراچی، جلد ۱۱، شمارہ ۲، ۸ر جنوری تا ۱۵ر جنوری ۱۹۷۸ء، ص ۱

کی اقامت گاہ واقع گلبرگ لاہور جارہے تھے۔ جیسے ہی قائد اہل سنت کی کار ظفر علی روڈ سے پل پر آئی، وہاں موجود پیپلز پارٹی کے غنڈوں نے آپ کی کار کو گھیر کر اس پر ڈنڈے برسانے شروع کر دیے جس سے حضرت قائد اہل سنت کے ایک ساتھی سر پر ڈنڈے لگنے سے زخمی ہو گئے۔ حملہ آوروں نے آپ کی گاڑی کے تمام شیشے توڑ ڈالے اور کار پر زبردست پتھراؤ کیا۔ ایک کارکن نے مولانا شاہ احمد نورانی کی دستار مبارک بھی چھیننے کی کوشش کی، لیکن آپ کی کار کا ڈرائیور ہجوم میں خطرہ مول لے کر گاڑی کو تیزی سے نکالنے میں کامیاب ہو گیا۔ؔ

اس واقعہ کی جہاں ملک کے ہر سنجیدہ شخص نے مذمت کی، چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر جنرل ضیاء الحق نے بھی اپنی نشری تقریر میں نہ صرف اس واقعے کی مذمت کی، بلکہ حضرت مولانا نورانی سے معذرت خواہ ہوئے۔

لہ روزنامہ وفاق لاہور، ۹ اگست ۱۹۷۷ء، ص ۱

منبع علم مولانا مفتی سید محمد افضل حسین، فیصل آباد

مفتیٔ اعظم حضرت علامہ مولانا مفتی سید محمد افضل حسین صاحب ابن میر سید علی حسن صاحب ابن میر سید جعفر علی صاحب ابن میر سید خیرات علی صاحب، ابن میر سید منصور علی صاحب ہندوستان کے موضع بوانا (صوبہ بہار) میں ۱۴ ر رمضان ۱۳۳۷ھ / ۱۳ ر جون ۱۹۱۹ء بروز جمعۃ المبارک صبح صادق کے وقت تولد ہوئے۔

آپ حسینی سادات خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔

علومِ اسلامیہ کی تحصیل

حضرت مفتی صاحب ایک بلند پایہ محقق بے مثال مفتی اور علم و عرفان کا منبع ہیں۔ آپ نے درسِ نظامی کی کتب متداولہ مدرسہ فیض الغرباء آرہ صوبہ بہار، شمس العلوم بدایوں صوبہ یوپی اور جامعہ رضویہ منظرِ اسلام بریلی شریف صوبہ یوپی میں حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب آردی، حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب آردی، حضرت مفتی محمد ابراہیم صاحب سمتی پوری، حضرت مولانا مفتی ابرار حسین صدیقی تلہری، حضرت مولانا احسان علی صاحب مظفر پوری اور شیخ المحدثین علامہ مولانا مفتی نور الحسین صاحب رامپوری ابن شمس العلماء حضرت مولانا علامہ ظہور حسین صاحب رامپوری شارح قاضی مبارک سے پڑھنے کے بعد شعبان ۱۳۵۹ھ / ستمبر ۱۹۴۰ء میں جامعہ رضویہ منظرِ اسلام بریلی شریف سے سندِ فراغ حاصل کر لی۔

علاوہ ازیں ۱۳۶۱ھ / ۱۹۴۲ء میں الٰہ آباد بورڈ سے مولوی کا امتحان (فرسٹ ڈویژن میں) پاس کیا۔

تدریس و افتاء

فراغت کے فوراً ہی بعد آپ جامعہ رضویہ منظرِ اسلام بریلی شریف میں منصبِ افتاء پر فائز ہوئے۔ بعد ازاں تدریسی فرائض بھی انجام دینے شروع کر دیے۔ جامعہ میں آپ نے شیخ الحدیث، صدر مدرس اور مفتی کی حیثیت سے کام کیا۔

ہندوستان سے ہجرت کے بعد پہلے پہل ڈوگہ ضلع گجرات میں ایک سال تک جناب برق نوشاہی کے قائم کردہ مدرسہ میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ پھر حضرت مولانا مفتی معین الدین صاحب شافعی کے اصرار پر جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد میں تشریف لائے اور شیخ الحدیث و مفتی کے فرائض انجام دیتے رہے۔ کچھ عرصہ جامعہ غوثیہ رضویہ سکھر میں شیخ الحدیث، مفتی اور صدر مدرس کی حیثیت سے آپ کی تقرری ہوئی اور آج کل دوبارہ جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد میں علوم اسلامیہ کی شمع روشن کیے ہوئے ہیں۔

بیعت و خلافت

جمادی الاخریٰ ۱۳۶۷ھ / اپریل ۱۹۴۸ء میں مفتیٔ اعظم ہند حضرت علامہ مولانا محمد مصطفےٰ رضا خان صاحب مدظلہٗ کے دستِ حق پرست پر سلسلۂ عالیہ قادریہ میں بیعت کا شرف حاصل کیا اور ۱۳۷۲ھ / ۱۹۵۳ء میں حضرت مفتیٔ اعظم ہند نے جمیع سلاسل طریقت اور تمام اوراد و وظائف کی اجازت دے کر خلافت سے مشرف فرمایا۔

تحریکِ پاکستان میں کارکردگی

جب مسلمانانِ ہندوستان نے قرآن و سنت کے مطابق اپنے نظامِ زندگی کو

چلانے کی خاطر ایک آزاد ملک (پاکستان) کے قیام کے لیے تحریک چلائی، تو علماء اہل سنت (بریلوی) نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اس تحریک کو کامیاب بنا کر دم لیا۔ چنانچہ آل انڈیا سنی کانفرنس اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

حضرت مفتی محمد افضل حسین صاحب نے بھی ۱۳۵۹ھ/۱۹۴۰ء میں مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی اور تحریک پاکستان کی بھرپور حمایت کی۔

تصانیف

حضرت علامہ مفتی محمد افضل حسین صاحب نہ صرف یہ کہ عظیم مفتی و مدرس ہیں، بلکہ آپ میدانِ تصنیف کے بھی شاہ سوار ہیں جس کا منہ بولتا ثبوت آپ کی مندرجہ ذیل تصنیفات ہیں:

۱۔ توضیح الافلاک	علمِ ہیئت
۲۔ زبدۃ التوقیت	علم توقیت و حساب
۳۔ معیار الاوقات	//
۴۔ معیار التقویم	//
۵۔ البراہین الہندسیہ علی مقادیر الخطوط العشرہ	//
۶۔ مساحۃ الدائرۃ والبیر	//
۷۔ گھڑیاں اور ان کے اوقات کی کہانی	//
۸۔ مصباح السلم شرح سلم العلوم	(منطق)
۹۔ مفتاح التہذیب شرح تہذیب المنطق	//
۱۰۔ معین اللبیب فی حل شرح التہذیب	//
۱۱۔ تعلیقات علی القطبی	//

۱۲- السعی المشکور فی مبحث الشک المشہور	(منطق)
۱۳- بدایۃ المنطق	″
۱۴- بدایۃ الحکمۃ	(علمِ حکمت)
۱۵- التوضیح المنیر فی مبحث الثناۃ بالتکریر	″
۱۶- توضیح الحجۃ الاولیٰ من شرحِ الشیرازی	″
۱۷- بدایۃ الصرف	(علمِ صرف)
۱۸- تکمیل الصرف	″
۱۹- بدایۃ النحو	(علمِ نحو)
۲۰- دراسۃ النحو	″
۲۱- التوضیح المقبول فی الحاصل والمحصول	″
۲۲- البیان السامی فی شرحِ دیباجۃ الجامی	″
۲۳- الکفایۃ فی مبحث غیر المنصرف من الہدایہ	″
۲۴- ترجمہ عبدالرسول شرح مائۃ عامل منظوم	″
۲۵- القول الاسلم فی مبحث الحسن والقبح من المسلّم	(اصولِ فقہ)
۲۶- مرقاۃ الفرائض	فقہ
۲۷- عمدۃ الفرائض	″
۲۸- وصیّت کے مسائل عسیرہ کا حل بطریقِ جبر و مقابلہ	″
۲۹- رویتِ ہلال	″
۳۰- حج پاسپورٹ میں فوٹو کا شرعی حکم	″
۳۱- عید میلاد اور چراغاں	″
۳۲- منظر الفتاویٰ	″
۳۳- ردِّ خلافتِ یزید	″

چند تلامذہ

حضرت مفتی صاحب کے تلامذہ کثیر تعداد میں ہندوستان، پاکستان، افغانستان، برطانیہ اور آزاد کشمیر میں دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں پیہم مصروف ہیں جن میں سے چند تلامذہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ نبیرۂ اعلیٰ حضرت مولانا ریحان رضا خان صاحب مہتمم جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف (انڈیا)
۲۔ نبیرۂ اعلیٰ حضرت مولانا اختر رضا خان صاحب، صدر مدرس جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف "
۳۔ مولانا محمد صابر صاحب نسیم بستوی صاحب تصانیف کثیرہ، سابق ایڈیٹر ماہنامہ فیض الرسول براؤں شریف "
۴۔ مولانا غلام مجتبیٰ صاحب، صدر مدرس جامعہ نعیمیہ مراد آباد "
۵۔ مبلغ اسلام مولانا محمد ابراہیم خوشتر صاحب۔ حال مقیم برطانیہ
۶۔ مولانا مفتی محمد حسین صاحب (سابق) ایم۔ پی۔ اے سکھر (سندھ)
۷۔ مولانا جلال الدین احمد صاحب نوری، مقیم بغداد شریف
۸۔ مولانا مفتی غلام سرور صاحب، شیخ الحدیث والادب جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
۹۔ مولانا محمود احمد صاحب، مدرس دار العلوم احسن البرکات، حیدر آباد
۱۰۔ مولانا صاحبزادہ سید معظم شاہ صاحب خواجہ آباد میانوالی
۱۱۔ مولانا شیر علی صاحب، قندھاری (افغانستان)
۱۲۔ مولانا عبد اللطیف صاحب، غزنوی "

اولاد

آپ کے تین صاحبزادے مسمیان سید شکیل رضا، سید عقیل رضا اور سید محمد احمد اور دو صاحبزادیاں سیدہ قمر النساء و سیدہ چمن آراء عرف سیدہ زینت النساء ہیں۔[۱]

۱؎ مکتوب حضرت مفتی صاحب، بنام مرتب

شاہسوارِ خطابت مولانا الٰہی بخش، لاہور

شاہسوارِ خطابت اور بے باک وحق گو مبلغ حضرت علامہ مولانا الٰہی بخش بن الحاج الحکیم مولانا محمد شفیع نقشبندی رحمہ اللہ ذوالحجہ، اپریل ۱۳۴۹ھ/ ۱۹۳۱ء میں لاہور شہر کے مشہور محلّہ قلعہ گوجر سنگھ میں پیدا ہوئے۔ آپ راجپوت (طور) خاندان کے ایک عظیم علمی و روحانی گھرانے کے چشم وچراغ ہیں۔ آپ کا خاندان ہر دور میں صحیح مسلک (اہل سنّت وجماعت) پر گامزن اور علم وعمل کے زیور سے آراستہ رہا۔

آپ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد شفیع رحمۃ اللہ ممتاز و مستند حکیم و طبیب اور مسلکِ اہل سنّت کے باعمل عالم تھے۔ آپ کے دادا جان حاجی مولانا محمد عبداللہ ذیشان عالم اور صاحبِ جلال بزرگ تھے۔ انہوں نے تمام زندگی مسجد سرائے سلطان لاہور میں گزاری۔ علاقہ کے تمام افراد آپ کی علمی اور روحانی برکتوں سے فیض یافتہ تھے۔

حضرت علامہ الٰہی بخش نے ۱۹۴۸ء میں میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد خاندانی روایات
~~کے مطابق علمِ حدیث کی خاطر~~
کے مطابق علمِ دین کے حصول کی خاطر اہل سنّت وجماعت کے مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف میں داخلہ لیا۔ حضرت علامہ مولانا سیّد منور علی شاہ رحمۃ اللہ اور حضرت علامہ مولانا حافظ محمد عالم دامت برکاتہم العالیہ سے فنونِ اسلامیہ کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد حضرت مفتیٔ اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سیّد احمد شاہ رحمہ اللہ سے علمِ حدیث پڑھا اور ۱۹۵۲ء میں سندِ فراغت اور دستارِ فضیلت حاصل کی۔ اسی دوران آپ نے منشی فاضل اور دیگر مروجہ امتحانات پاس کیے۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے فنِ خطابت میں ایک خاص مقام عطا فرمایا ہے۔ زورِ بیان

جرأت، بے باکی، دلائل عقلیہ و نقلیہ سے مزین کلام، آپ کی تقریر کا طرۂ امتیاز ہے۔

آپ نے تقاریر کا سلسلہ دورانِ تعلیم ۱۹۵۲ء میں ہی شروع کر دیا تھا تاہم باقاعدہ خطابت کا آغاز آپ نے فراغت کے بعد کیا۔ ابتدا جامع مسجد چودھریاں قلعہ گوجر سنگھ سے کی۔ تقریباً ایک سال جامع مسجد حضرت ابوالمعالی شاہ رحمۃ اللہ میں فرائض خطابت انجام دیتے رہے۔

۱۹۵۴ء سے ۱۹۶۲ء تک جامع مسجد غوثیہ رام نگر (چوبرجی) ۱۹۶۲ء سے ۱۹۶۴ء تک جامع مسجد عثمانیہ راج گڑھ اور ۱۹۶۴ء سے ۱۹۶۸ء تک مسجد تکیہ والی قلعہ گوجر سنگھ اور جامع مسجد دربار حضرت شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ میں جمعہ پڑھاتے رہے۔

۱۹۶۸ء سے آپ جامع مسجد محمدیہ نیو عالمگیر مارکیٹ لاہور کے خطیب مقرر ہوئے، جہاں شہر کے مختلف حصوں سے آنے والے بے شمار عوام اہل سنت آپ کے فاضلانہ بیان سے مستفید ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں آپ جامع مسجد فاروقیہ واشنگ اور جامع مسجد ریلوے جنرل سٹور میں بھی خطابت کے فرائض انجام دیتے ہیں۔

ملک کے اطراف واکناف میں تبلیغی واصلاحی جلسوں سے خطاب کے علاوہ آپ مختلف مساجد میں درس قرآن دیتے ہیں۔ مختلف دینی و مذہبی تنظیموں کی سرپرستی کے ذریعے مسلکِ اہل سنت کی ترویج و تشہیر میں ہمہ تن مصروف رہتے ہیں۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ کے مزار پُرانوار پر جمعرات کی تبلیغی محفل کی جان آپ ہی ہوتے ہیں۔ آپ کی مجاہدانہ و باطل سوز تقریر سننے کے لیے لوگ پروانہ وار آتے ہیں۔ تحریکِ ختمِ نبوت اور تحریک نظامِ مصطفےٰ میں آپ نے بھرپور حصہ لیا۔

کل پاکستان سنی کانفرنس ملتان (۱۹۷۸ء) کو کامیاب بنانے کے لیے آپ نے مثالی کردار ادا کیا۔ آپ نے معراج النبی کے موضوع پر ایک کتاب بھی تالیف فرمائی۔ آپ سرکاری دفتر میں ملازمت بھی کرتے ہیں۔ نہایت سادہ، مخلص اور اولیائے کرام سے بے پایاں عقیدت رکھنے والے ہیں۔[1]

---

[1] تمام کوائف حضرت علامہ الٰہی بخش سے براہ راست حاصل کیے۔ ۲۲ جنوری ۱۹۷۹ء

فاضل نوجوان علامہ مولانا پیر محمد چشتی، پشاور

عمدۃ المدرسین حضرت علامہ مولانا پیر محمد چشتی بن محمد رحیم بن نام رحیم بن عبدالکریم بن غوث، بن بیر ملک بن ڈھویا بن قلب حسین ۲۸ رجب المرجب ۱۳۵۵ھ/۱۴، اکتوبر ۱۹۳۶ء میں بمقام شاہ گروم علاقہ تریچ تحصیل ملکھو ضلع چترال (صوبہ سرحد) پیدا ہوئے۔

خاندان

آپ کے جدِ اعلیٰ قلب حسین بدخشاں سے ہجرت کر کے چترال آئے۔ چترال کے اصل باشندے انہی کی اولاد ہیں۔ انگریزی دورِ حکومت سے لے کر اب تک دفاتر میں اولادِ قلب حسین کو مشرٰی قوم کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

آپ کے خاندان کا اصل پیشہ زمینداری ہے اور سات پشتوں سے ہرن کا شکار خصوصی مشغلہ رہا ہے جو نہایت شہرت کا حامل رہا ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد نشانہ بازی میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے۔

آپ کے خاندان کے لوگ مذہباً اہلِ سنت وجماعت ہیں اور حنفیت کے بہت زیادہ پابند ہیں۔

ابتدائی تربیت

حضرت علامہ پیر محمد چشتی نے پانچ سال کی عمر میں اپنے بڑے بھائی مولانا شیر محمد اور

چچازاد بھائی میر محمد کے ہمراہ اپنے ایک چچا گل محمد سے قرآن پاک کا کچھ حصہ پڑھا، جبکہ قرآن پاک کا ایک معتدبہ حصہ اپنے ایک جدِ امجد مولانا حوالہ خان سے پڑھا۔ مولانا حوالہ خانؒ نہایت متقی اور پرہیزگار عالم تھے۔ علاقہ کی پسماندگی کی وجہ سے تعلیم کا کوئی خاص انتظام نہیں تھا، اس لیے آپ قرآن پاک پڑھنے کے بعد اپنے آبائی پیشہ اور مشغلہ، زمینداری اور شکار کے ساتھ منسلک ہو گئے۔

علومِ اسلامیہ کی تحصیل

۱۹۵۳ء میں آپ اپنے برادرِ اکبر مولانا شیر محمد اور چچازاد بھائی میر محمد کے ہمراہ پشاور آئے اور انگور کلی چارسدہ میں مولانا عبدالعزیز نحوی کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ دو سال تک یہاں فارسی، صرف، نحو اور فقہ کی ابتدائی کتب پڑھتے رہے، چونکہ یہ مدرسہ حاجی صاحب ترکی مرحوم کے زیرِ اہتمام چلتا تھا، اس لیے جب وہ بیمار ہو گئے، تو مدرسین اور طلبا کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے مدرسہ ختم ہو گیا۔

چنانچہ آپ نقل مکانی کر کے پشاور شہر آگئے اور دارالعلوم سرحد میں داخلہ لے لیا۔ ابتدائی کتب، استاذِ محترم مولانا عبدالعزیز کی شفقت اور محنت سے اچھی طرح پڑھی تھیں، اس لیے یہاں طلبا میں آپ کی امتیازی حیثیت تھی۔ ہر امتحان میں اچھی پوزیشن حاصل کرنے کے علاوہ آپ سالانہ جلسہ میں عربی زبان میں تقریر بھی کیا کرتے تھے۔ آپ کے امتحانات اور عربی تقاریر کا ریکارڈ اب بھی دارالعلوم سرحد میں موجود ہے۔ یہاں آپ دو سال (۵۶ - ۱۹۵۵ء) زیرِ تعلیم رہے۔

اسی دوران تحصیلِ علوم کی خاطر آپ نے دارالعلوم دیوبند (ہندوستان) جانے کا ارادہ کیا، لیکن کوششِ بسیار کے باوجود جا نہ سکے۔ درحقیقت یہ تائیدِ ایزدی تھی جس سے آپ کی زندگی میں انقلاب پیدا ہوا اور آپ راہِ حق کے بہت بڑے مبلغ بنے۔ صوبہ

سرحد میں مدرسہ تعلیم القرآن راولپنڈی کی بہت شہرت تھی، چنانچہ آپ اس شہرت سے متاثر ہو کر وہاں پہنچے، لیکن دس بارہ دن گزارنے کے بعد جب اطمینانِ قلب نہ حاصل ہوا، تو حضرت استاذ العلماء مولانا اللہ بخش رحمہ اللہ (واں بھچراں) کی خدمت میں دار العلوم احسن المدارس (راولپنڈی) حاضر ہوئے اور ایک سال میں آپ نے نہ صرف درسی کتب کی اطمینان بخش تعلیم حاصل کی، بلکہ اختلافی مسائل کے بارے میں بھی کافی معلومات حاصل کیں۔

۱۹۵۸ء میں آپ کو استاذِ محترم نے سیال شریف میں استاذ العلماء حضرت مولانا عطا محمد بندیالوی کے پاس بھیجا، لیکن ناسازیٔ حالات کی وجہ سے آپ چند دن بعد لاہور آ گئے۔

جامعہ نظامیہ رضویہ (لاہور) میں حضرت استاذ العلماء علامہ مولانا غلام رسول دامت برکاتہم العالیہ کی سرپرستی میں ایک سال گزارا، بلکہ شوقِ علم میں ۱۲ بجے جون، جولائی کی شدید گرمی میں جامعہ نظامیہ سے نیلا گنبد جا کر دیوبندی مکتبۂ فکر کے مولوی رسول خان کے پاس قاضی مبارک کے سبق میں بھی شریک ہوتے۔

۱۹۵۹ء میں آپ دوبارہ سیال شریف چلے گئے اور پھر ۱۹۶۰ء میں حضرت علامہ بندیالوی کے بندیال تشریف لے جانے پر ان کے ساتھ بندیال جا کر فنون کی تکمیل کی۔

۱۹۶۱ء میں مدرسہ عربیہ انوار العلوم میں حضرت غزالیٔ زماں علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی دامت برکاتہم العالیہ سے دورۂ حدیث پڑھا اور تنظیم المدارس الاسلامیہ کے تحت کل پاکستان امتحان میں اوّل آئے۔

تدریس

حضرت علامہ پیر محمد چشتی اپنی خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے مشہور تھے اس لیے فراغت

کے بعد بہت سے مدارس خصوصاً دار العلوم غوثیہ بھیرہ، دار العلوم جامعہ نعیمیہ لاہور، دار العلوم غوثیہ کہروڑ پکا اور ادارہ عربیہ سراج العلوم خان پور کی طرف سے پیشکش کی گئی لیکن آپ نے حضرت غزالیٔ زماں کے حکم پر خان پور سے تدریسی زندگی کا آغاز کر دیا۔

یہاں آپ نے حضرت سراج الفقہا رحمۃ اللہ علیہ سے تبرکاً چند اسباق پڑھے

۱۹۶۴ء میں جب جامعہ اسلامیہ بہاول پور میں حضرت غزالیٔ زماں دامت برکاتہم العالیہ کو شعبۂ حدیث کا لیکچرر مقرر کیا گیا، تو آپ بھی جامعہ کا دو سالہ کورس کرنے کے لیے خانپور سے مستعفی ہو کر بہاول پور پہنچے۔

داخلہ کے امیدواروں کا امتحان لیا گیا، تو امتحان کی سختی کی بناء پر تین سو پچاس طلباء میں سے صرف چالیس کامیاب ہو گئے۔

الحمد للہ! اس امتحان میں حضرت علامہ نے دو سو نمبروں میں سے ایک سو نوے نمبر لے کر غیر معمولی ریکارڈ قائم کیا۔ آپ کی اس نمایاں کامیابی سے جہاں منتظمینِ جامعہ متاثر ہوئے، وہاں مخالفینِ اہلِ سنت کے لیے آپ کی یہ کامیابی پریشانی اور اضطراب کا موجب ہوئی۔

انہی دنوں آپ نے جامعہ کی ایک بہت بڑی شخصیت مولوی شمس الحق افغانی کو علمی مسائل میں لاجواب کیا۔ اتفاقاً افغانی صاحب کا تعلق بھی مخالفین اہل سنت سے تھا، چنانچہ آپ کے خلاف پروپیگنڈا شروع ہو گیا اور افغانی صاحب کی مخالفت کی وجہ سے آپ کے جماعت میں بیٹھنے پر پابندی لگا دی گئی، اس لیے رئیس الجامعہ نے آپ کو کہا کہ آپ جہاں چاہیں رہیں، ہم آپ کو امتحان میں بھی شامل کریں گے اور ہوسٹل کا وظیفہ بھی آپ کو ملتا رہے گا، چنانچہ آپ نے اپنے استاذِ محترم کے حکم پر مدرسہ عربیہ انوار العلوم میں تدریسی فرائض سرانجام دینے شروع کیے۔

دریں اثناء حرارتِ جگر کی بیماری میں مبتلا ہو گئے، تو بغرضِ علاج لاہور آ گئے۔

یہاں حضرت مخدومِ اہلِ سنت شیخ الحدیث مفتی اعجاز ولی خاں رحمۃ اللہ علیہ کی وساطت سے حضرت پیر کرم شاہ دامت برکاتہم العالیہ کے چھوٹے بھائی جو ماہر ڈاکٹر ہیں، سے تشخیص کرائی، تو انہوں نے چھ سات ماہ تک مکمل علاج کا مشورہ دیا۔

اس دوران جامعہ نظامیہ رضویہ میں رہائش اختیار کی اور تدریسی امور سرانجام دینے شروع کیے۔ دو تین ماہ بعد گھر سے شادی کے لیے بلایا گیا اور یوں آپ نے تعطیلات گھر پر گزاریں۔

دس شوال المکرم کو حضرت غزالی زماں دامت برکاتہم العالیہ کے مکتوبِ گرامی پر بہاول پور پہنچے[1] اور دوبارہ مدرسہ عربیہ انوار العلوم میں تدریس شروع کی۔ ایک سال بعد پھر گھر چلے گئے۔ گھر میں سکونت کے دوران حضرت غزالی زماں نے آپ کو بلا کر جامعہ غوثیہ رضویہ سکھر بھیج دیا، جہاں آپ نے دو سال تک علومِ اسلامیہ کا فیضان جاری رکھا۔

پشاور میں آمد اور دار العلوم کا قیام

صوبہ سرحد کے عوام مسلکِ اہلِ سنت سے وابستہ اور بزرگانِ دین کے ماننے والے ہیں، لیکن بدقسمتی سے کچھ لوگوں نے تبلیغ کے پردے میں تخریبی منصوبے کے تحت ان سادہ لوح مسلمانوں کو اپنے دامِ تزویر میں پھنسانے کے لیے ہر حربہ استعمال کیا، یہاں تک کہ تقیہ کے ذریعے ان مسائل کو بھی اپنایا جنہیں وہ خود تسلیم نہیں کرتے۔

---

[1] جامعہ اسلامیہ بہاول پور کے امتحان میں کامیاب ہونے والے طلبہ واپس یونیورسٹی پہنچ گئے تھے، جبکہ ناکام ہونے والے طلبہ نہیں پہنچے تھے۔ حضرت مولانا پیر محمد چشتی گھریلو معاملات کی وجہ سے جلدی نہ پہنچ سکے جس سے مخالفین نے آپ کے ناکام ہونے کا پروپیگنڈا شروع کر دیا، اس سے حضرت غزالی زماں کو تشویش لاحق ہوئی اور آپ کو جلدی بلایا، آپ کے وہاں پہنچنے پر مخالفین کا منہ بند ہو گیا۔
(محمد صدیق ہزاروی)

حضرت مولانا پیر محمد چشتی کا ابتدا ہی سے یہ منصوبہ تھا کہ پشاور میں ایک سنی ادارہ قائم کیا جائے تاکہ مسلکِ اہلِ سنت کی اشاعت ہو اور عوام حق و باطل میں تمیز کر سکیں، چنانچہ سکھر میں دورانِ تدریس اس منصوبہ کو آخری شکل دی گئی اور مورخہ ۱۱ر اکتوبر ۱۹۶۷ء کو آپ اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے پشاور پہنچے۔

۱۴ر اکتوبر ۱۹۶۷ء بروز ہفتہ صبح ۹ بجے مسجد مہربانیاں سبزی منڈی پشاور میں جامعہ غوثیہ معینیہ کے نام سے ایک دارالعلوم کی بنیاد رکھ دی گئی۔

جامعہ کے قیام میں پشاور کے سُنّی حضرات خصوصاً حاجی ہدایت اخوند رحمہ اللہ کی کوششوں کو بڑا دخل ہے۔

جامعہ غوثیہ معینیہ کو صوبہ سرحد کے مدارس میں یہ خصوصیت ہے کہ یہاں پاکستان کے مختلف علاقوں حتیٰ کہ پنجاب سندھ اور بلوچستان سے بھی طلباء تحصیلِ علم کے لیے پہنچے، حالانکہ صوبہ سرحد کے طلباء دوسرے مقامات پر علم حاصل کرنے جاتے ہیں۔ دوسرے صوبوں کے طلباء یہاں کم آتے ہیں۔ یکم جولائی ۱۹۶۸ء کو دین بہار کالونی چارسدہ روڈ پر زمین کا ایک ٹکڑا خرید کر دارالعلوم وہاں منتقل کر دیا اور ابتدا میں دو کمرے کرایہ پر لیے گئے۔ اکتوبر ۱۹۶۸ء میں آپ کو موچی لڑا کی جامع مسجد میں خطابت کے لیے زمولانا بزرگ شاہ صاحب کے انتقال کے بعد پیش کش کی گئی۔ اگرچہ آپ نے ابتدا میں اسے قبول نہ کیا، لیکن احباب کے پیہم اصرار اور مسلکِ اہل سنت کی خدمت کے پیشِ نظر آپ نے اپنا فیصلہ تبدیل کر دیا اور اس طرح ۲۵ر اکتوبر ۱۹۶۸ء کو جمعۃ المبارک کا خطبہ آپ نے اس مسجد میں دیا اور منتظمین نے آپ کی دستار بندی کی۔

کچھ عرصہ بعد ایک نیک سیرت بیوہ خاتون نے بیرون یکہ توت نہ صرف دو کنال زمین کا ٹکڑا دارالعلوم کے لیے دیا، بلکہ آپ کی اپیل پر ایک لاکھ بیس ہزار روپے صرف کر کے مسجد اور دارالعلوم کی عمارت تعمیر کرائی۔ حضرت علامہ کی کوشش سے دارالعلوم

کی سند محکمہ تعلیم نے منظور کی اور اس وقت دارالعلوم سے فارغ شدہ اٹھارہ علمائ مختلف سکولوں میں اسلامیات کے استاد ہیں۔ علاوہ ازیں دارالعلوم سے فارغ علمائ فوج میں بھی امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ کی ہمت اور خلوص سے دارالعلوم نے علمی میدان میں کافی ترقی کی، لیکن دیگر مدارس کی طرح یہ افسوسناک صورت یہاں بھی درپیش ہے کہ نہایت ذہین اور قابل مدرس دارالعلوم کے اخراجات کے فراہمی کے سلسلے میں اپنی صلاحیتیں کھو بیٹھتا ہے اور پھر عوام سے رقم حاصل کرنا بھی تو ہر آدمی کا کام نہیں۔ اگر چند مخلص حضرات پر مشتمل کمیٹی دارالعلوم کے شعبہ مالیات کی ذمہ داری اٹھا لے اور حضرت علامہ کی تمام تر صلاحیتیں تدریسی امور کی جانب مبذول ہو جائیں تو صوبہ سرحد میں انقلاب برپا ہو سکتا ہے۔

بیعت

آپ کو حضرت شیخ المشائخ پیر امام شاہ صاحب رحمۃ اللہ مہر آباد شریف لودھراں سے بیعت کا شرف حاصل ہے۔ [۱]

---

[۱] جملہ کوائف حضرت علامہ نے ٹیپ ریکارڈ کے کیسٹ میں حضرت مولانا سیف الرحمان چترالی کے ذریعے مہیا فرمائے جس کے لئے میں ان کا ممنون ہوں۔ (مرتب)

حضرت مولانا مفتی تقدّس علی خان رضوی پیر جو گوٹھ سندھ

یادگارِ سلف استاذ العلماء جامع معقول و منقول حضرت علامہ مولانا مفتی تقدس علی خانؒ بن الحاج سردار ولی خان بن مولانا ہادی علی خان بن مولانا رضا علی خان (جدِ امجد مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی) رجب، اگست ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء میں بمقام آستانہ عالیہ رضویہ محلہ سوداگران، بریلی شریف (ہندوستان) پیدا ہوئے۔

اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ العزیز آپ کے والد محترم کے چچا زاد بھائی تھے اور والدہ ماجدہ کی طرف سے آپ کے نانا تھے۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خان رحمۃ اللہ آپ کے ماموں اور سُسر تھے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم مولانا خلیل الرحمان بہاری، مولانا ظہور الحسن فاروقی مجددی (صدر مدرس مدرسہ عالیہ رام پور و دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف) اور ان کے صاحبزادے مولانا نور حسین سے حاصل کی۔ متوسط کتب درس نظامی برادر زادہ اعلیٰ حضرت حضرت مولانا حسنین رضا خان قدس سرہ سے پڑھیں اور اعلیٰ تعلیم حضرت مولانا رحم الٰہی، مولانا عبد المنّان (مردان)، مولانا عبد العزیز خان اور حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی (مصنف بہارِ شریعت) سے حاصل کی اور تکمیل حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان رحمہ اللہ سے کی۔ انہوں نے آپ کو درسیات کے علاوہ ردّ المحتار کا مقدمہ بھی پڑھایا اور فتویٰ نویسی کی مشق بھی کرائی۔ ۱۳۴۵ھ میں آپ نے دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف سے سند فراغت حاصل کی۔ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ سے آپ نے شرح جامی کا خطبہ پڑھا۔

ے مولانا حسن رضا خان قدس سرہٗ نے آپ کا تاریخی نام تقدس علی خان استخراج فرمایا۔ (مرتب)

۱۳۲۵ھ

چنانچہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز سے بالواسطہ شرف تلمذ حاصل کرنے کے لیے مدارس کے منتہی طلباء آپ سے شرح جامی کا خطبہ پڑھتے ہیں محدثِ اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد سردار احمد رحمہ اللہ نے بھی آپ سے یہ خطبہ پڑھا، چنانچہ اس تدریس کا شہرہ ہوا اور اس کا مادہ "تدریسِ تقدسِ علی" استخراج کیا گیا۔
۱۳۴۷ھ

آپ دورانِ تعلیم ہی دارالعلوم منظرِ اسلام بریلی شریف کے نائب مہتمم مقرر ہوتے اور آپ کی نگرانی میں مشہور علماء کی دستار بندی ہوئی جن میں حضرت شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی قدس سرہٗ قابلِ ذکر ہیں۔ الہ آباد یونیورسٹی میں آپ نے علومِ شرقیہ کے امتحانات کا سلسلہ جاری کرایا، جامعہ نظامیہ حیدر آباد دکن اور الہ آباد یونیورسٹی کے ممتحن رہے۔

فراغت کے فوراً بعد دارالعلوم بریلی شریف میں تدریس شروع کی اور بے شمار فضلائ کو فیضیاب کیا۔ حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہٗ کے وصال کے بعد آپ دارالعلوم کے مہتمم مقرر ہوئے، اس طرح پچیس سال کا عرصہ بریلی شریف میں پڑھانے کے بعد آپ ۱۳۷۱ھ میں کراچی (پاکستان) تشریف لے آئے۔

بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت اور حضرت حجۃ الاسلام رحمہما اللہ کے اعراس اور مشاعروں کا اہتمام بھی آپ کے ذمہ ہوتا تھا۔

۱۳۷۲ھ میں آپ نے پیر جو گوٹھ ضلع خیرپور میں مدرسہ قادریہ کا اجراء کیا۔ اس وقت حضرت پیر صاحب پاگارہ مدظلہ لندن میں جلاوطنی کی زندگی گزار رہے تھے۔

۱۹۵۲ء میں پیر صاحب کی تاج پوشی ہوئی اور ۵ مئی ۱۹۵۲ء کو جامعہ راشدیہ کا افتتاح ہوا۔ آپ اس جامعہ کے پہلے شیخ الجامعہ اور حضرت پیر صاحب پاگارہ کے اتالیق استاد مقرر ہوئے۔ اس وقت سے آپ جامعہ راشدیہ میں تدریسی فرائض انجام دے رہے ہیں۔ سینکڑوں طلباء آپ سے پڑھ کر مختلف مساجد اور مدارس بالخصوص جامعہ راشدیہ کی مختلف شاخوں میں دینی فرائض کی انجام دہی میں مصروف ہیں۔

آپ عرصہ بیس سال سے مدینہ مسجد عیدگاہ، پیرگوٹ ضلع خیرپور میں خطابت اور امامت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

آپ نے تحریکِ پاکستان میں بھرپور حصہ لیا۔ مرادآباد سنی کانفرنس میں آپ نے شرکت کی جبکہ بنارس سنی کانفرنس میں آپ کے برادرِ خورد حضرت مولانا مفتی اعجاز ولی خان رحمہ اللہ شریک ہوئے اور آپ نے تحریکِ ختمِ نبوّت میں دیگر علماء اہلِ سنت کے شانہ بشانہ کام کیا۔ سنّی کانفرنس ٹوبہ ٹیک سنگھ (دارالسّلام) میں آپ نے پیر صاحب پاگارہ کی نمائندگی کی اور ان کا پیغام پڑھ کر سنایا۔ کل پاکستان سنّی کانفرنس ملتان (۱۶، ۱۷، ۱۸ اکتوبر ۱۹۷۸ء) میں آپ پہلے اجلاس کے مہمانِ خصوصی تھے۔

آپ جمعیت علماء پاکستان پیرگوٹ (سندھ) کے صدر رہ چکے ہیں۔ ۱۹۶۰ء میں آپ بنیادی جمہوریت کے انتخاب میں کامیاب ہوئے اور چھ سال تک یونین کمیٹی کے چیئرمین کی حیثیت سے قوم و وطن کی خدمت کرتے رہے۔

آپ کی بعض قلمی تصانیف ہندوستان میں رہ گئیں۔ پاکستان آنے کے بعد آپ نے بعض کتب کے تراجم کیے جو ابھی تک غیر مطبوعہ ہیں۔

حضرت مولانا مفتی تقدس علی خان کو ۱۳۳۲ھ میں اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ سے بیعت اور تمام سلاسل میں خلافت کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان رحمہ اللہ نے آپ کو خاندانِ قادریہ کے اوراد و وظائف کی اجازت دے کر اپنا مجاز فرمایا اور خرقۂ خلافت عطا فرمایا اور اپنے دستِ مبارک میں آپ کا ہاتھ لے کر مصافحہ فرماتے ہوئے حدیثِ مصافحہ سنائی جو سات واسطوں سے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم تک پہنچتی ہے۔

۱۳۶۷ھ میں آپ نے بغداد شریف، کاظمیہ شریف، کربلائے معلیٰ و نجف اشرف میں حاضری دی اور ۱۳۶۸ھ میں پہلا حج ہندوستان سے کیا۔ پاکستان سے ۱۳۸۸ھ میں دوسرا

اور ۱۳۹۲ھ میں تیسرا حج کیا۔ ۱۳۹۵ھ سے آپ مسلسل ہر سال ماہ رمضان المبارک میں عمرہ وزیارت کی سعادت سے بہرہ ور ہو رہے ہیں۔

آپ کے بے شمار تلامذہ کالجوں، یونیورسٹیوں اور دینی مدارس ومساجد میں دینی و مذہبی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ چند فضلاء کے اسماء یہ ہیں:

مولانا محمد ابراہیم خوشتر قادری، سابق خطیب جامع مسجد ماریشش، افریقہ، حال لندن

مولانا رجب علی، مفتی نان پارہ اسٹیٹ

مولانا مفتی اشفاق حسین نعیمی، مفتی جودھپور

مولانا مفتی اعجاز ولی خان رحمہ اللہ، سابق شیخ الحدیث جامعہ نعمانیہ، لاہور

مولانا مفتی غلام قادر، مدرس جامعہ راشدیہ

مولانا مفتی محمد رحیم، ناظم اعلیٰ جامعہ راشدیہ

مولانا مفتی عبدالحمید آنولوی (مرحوم)، خطیب جامع مسجد نواب شاہ

مولانا محمد صالح رحمہ اللہ خطیب جامع مسجد درگاہ شریف، سابق مہتمم جامعہ راشدیہ

مولانا مفتی عبدالرحیم مدرس مدرسہ شاہ پور چاکر

مولانا مفتی در محمد شیخ الحدیث مدرسہ صبغۃ الاسلام سانگھڑ

مولانا محمد ہارون ایم اے، معلم عربی، ضلع خیرپور [1]

---

[1] مکتوب حضرت استاذ العلماء مفتی تقدس علی خان رضوی مدظلہٗ، بنام مرتب، ۹ر دسمبر ۱۹۷۸ء

فاضلِ اجل علامہ سیّد جعفر شاہ شیرازی، بٹگرام (ہزارہ)

حضرت علامہ سیّد جعفر شاہ شیرازی بن سیّد حضرت شاہ بمقام اغذ بانڈہ تحصیل بٹگرام (ہزارہ) یکم ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ/ ۱۲ رجون ۱۹۲۶ء میں سیّد (شیرازی حسینی) خاندان کے ایک عظیم روحانی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے نانا علامہ سیّد نور علی شاہ ایک بزرگ اور عالم شخصیت تھے۔ ان کے دو صاحبزادے (مولانا جعفر شاہ کے ماموں) مولانا سیّد عبدالقیوم شاہ اور مولانا سیّد عبدالغنی شاہ مرحوم علوم اسلامیہ سے بہرہ ور ہوئے۔ اوّل الذکر روحانی پیشوا تھے اور ان کا مزار چکوال میں مرجع خلائق ہے، جبکہ مولانا سیّد عبدالغنی شاہ بمقام لنڈی (بٹگرام) درس و تدریس میں مشغول ہیں۔

تحصیل علومِ اسلامیہ

آپ نے لوئر مڈل تک سکول کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد علومِ اسلامیہ کی تحصیل مختلف درسگاہوں میں حضرت مولانا سیّد منبر شاہ (الائی) مولانا سیّد عبدالغنی شاہ[1] (لنڈی علاقہ ذیشان) اور علامہ مولانا عبدالغفار کوہستانی سے کی۔

۱۹۴۷ء میں حضرت مولانا فضل رحیم بلند کوٹی سے سندِ فراغت حاصل کی۔

تدریس و خطابت

فراغت کے بعد آپ نے تدریسی زندگی کا آغاز فرمایا جو آج تک جاری ہے۔ آپ

---

[1] حضرت مولانا سیّد جعفر شاہ کے ماموں (مرتب)

نے اس تیس سال کے عرصے میں مختلف علوم وفنون کی تدریس فرمائی۔ تدریسِ فقہ میں آپ کو کافی شہرت حاصل ہے۔

علاوہ ازیں آپ جامع مسجد بلند کوٹ میں خطابت کے فرائض بھی سرانجام دیتے ہیں۔

تبلیغ دین

حضرت مولانا سید جعفر شاہ تدریس وخطابت کے علاوہ اطراف واکناف میں تبلیغی جلسوں میں شرکت کر کے اسلام کی حقانیت، مسلک اہل سنت وجماعت کی صداقت کے بیان کے علاوہ مختلف فرقہ ہائے باطلہ کا رد بھی فرماتے ہیں۔

تحریکِ ختمِ نبوت

حضرت شاہ صاحب نے تحریکِ ختمِ نبوت (۷۴/ ۱۹۵۳ء) میں جگہ جگہ جلسے کیے اور عوام کو مرزائیوں کے عقائد سے آگاہ کیا۔ مرزائیوں کا مکمل رد فرماتے ہوئے تحفظِ ختمِ نبوت کی اہمیت کو اجاگر کیا اور بتایا کہ ختمِ نبوت کا انکار کفر ہے۔

بیعت

آپ سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت مولانا الحاج سید محمد یوسف نوشہرہ (بٹگرام۔ ہزارہ) کے دستِ اقدس پر بیعت ہوئے۔

تحریرات

آپ نے مختلف مسائل پر چند رسائل تحریر فرمائے جن میں سے الانصاف لخسف الاعتساف (عربی) جس میں مسائل مختلف فیہا کا بیان ہے اور شانِ مصطفٰے (اردو)

مطبوعہ ہیں اور باقی رسائل ابھی تک زیورِ طبع سے آراستہ نہیں ہو سکے۔

چند مشہور تلامذہ

آپ کے تلامذہ کا حلقہ بڑا وسیع ہے، چند مشہور تلامذہ کے نام ملاحظہ فرمایئے:

۱۔ مولانا شاہ عالم، موضع پاس، علاقہ کوہستان

۲۔ مولانا نقیب احمد، موضع جلاس ،، ،،

۳۔ مولانا سلطان محمود، موضع کند علاقہ آگاذی

۴۔ مولانا محمد شعیب، موضع بلند کوٹ، بٹگرام، ہزارہ

۵۔ مولانا عبداللطیف گلگت، کوہستان

اولاد

آپ کے چار صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں ہیں۔

سب سے بڑے صاحبزادے سید فضل مجیب شاہ ایف اے پاس ہیں اور آجکل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں درسِ نظامی کے متعلم ہیں، جبکہ باقی تین صاحبزادے سید فضل حمید شاہ، سید فضل جلال شاہ اور سید فضل حکم شاہ بھی تحصیل علم میں منہمک ہیں۔[۱]

۱۔ مکتوب حضرت مولانا سید جعفر شاہ بوساطت صاحبزادہ فضل مجیب شاہ، بنام مرتب

عمدۃ الاصفیاء مولانا علامہ سیّد جلال الدین شاہ، بھکھی شریف

عمدۃ الاصفیاء حضرت مولانا علامہ ابوالمظہر سید جلال الدین شاہ مشہدی بن سید محمد عالم شاہ ۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء میں بھکھی شریف ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد حافظ قرآن تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہٗ سے جا ملتا ہے۔ آباؤ اجداد میں سے حضرت سید احمد شاہ چھ سال مشہد کے حاکم رہے ہیں۔

تعلیم و تربیّت

دو سال کی عمر میں بوجہ چیچک آنکھوں کی بصارت سے محروم ہو گئے، لیکن اس کا نعم البدل قلبی بصیرت کے حظِ وافر کی صورت میں عطا فرمایا گیا۔ آپ نے قرآنِ کریم حضور پور، (ضلع سرگودھا) میں حافظ محمد اسماعیل سے حفظ کیا۔

درسِ نظامی کی ابتدائی کتب مانگٹ ضلع گجرات میں مولانا محمد سعید (مرحوم) سے پڑھنے کے بعد جامعہ فتحیہ اچھرہ میں مولانا مہر محمد مرحوم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور علوم و فنون کی بعض کتب کا درس لیا۔

یہاں سے امرتسر پہنچے اور ۱۹۴۱ء تک جامعہ نعمانیہ امرتسر میں اکتسابِ فیض کرتے رہے۔

اسی دوران آپ امرتسر سے واپس گھر تشریف لائے اور جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ کے نام سے ایک دارالعلوم قائم فرما کر قابل مدرسین کی تقرری فرمائی اور اسی دارالعلوم

میں بقیہ کتبِ نظامی پڑھیں۔

سندِ فراغت

کتبِ فنون کی تحصیل مکمل کرنے کے بعد دارالعلوم منظرِ اسلام بریلی شریف تشریف لے گئے، جہاں آپ نے حضرت صدرالشریعۃ مولانا امجد علی اعظمی اور محدثِ اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد رحمہما اللہ سے دورۂ حدیث شریف پڑھ کر ۱۹۴۶ء میں سندِ فراغت اور دستارِ فضیلت حاصل کی۔

تدریس

فراغت سے لے کر اب تک آپ اپنے قائم کردہ دارالعلوم جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ میں علومِ عربیہ کا فیضان جاری کیے ہوئے ہیں۔ تشنگانِ علم دُور دُور سے آتے ہیں اور اپنے اپنے کشکول بھر کر لے جاتے ہیں۔ ۱۹۶۸ء سے کتبِ احادیث کا درس دے رہے ہیں۔

بیعت وخلافت

آپ نے حضرت سید نورالحسن شاہ بخاری رحمہ اللہ کیلیانوالہ شریف (گوجرانوالہ) (خلیفہ مجاز حضرت شیرِ ربانی میاں شیر محمد شرقپوری رحمہ اللہ) سے بیعت وخلافت کا شرف حاصل کیا۔

علاوہ ازیں محدثِ اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد سردار احمد اور سید چراغ علی شاہ (خلیفۂ مجاز حضرت ثانی صاحب) رحمہما اللہ سے بھی خلافت کا شرف حاصل کیا۔

چند مشہور تلامذہ

حضرت علامہ سید جلال الدین شاہ صاحب اہل سنت کے جید اکابر میں سے ایک ہیں، اس لیے بڑے بڑے فضلاء کو آپ کی شاگردی حاصل ہے۔ چند مشہور تلامذہ کے اسماء یہ ہیں:

۱۔ مولانا محمد سعید نقشبندی خطیب دربار حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ

۲۔ مولانا سید محمد عبداللہ مہتمم مدرسہ انوار الابرار ملتان

۳۔ مولانا غلام رسول مہتمم انوار القرآن ملتان

۴۔ مولانا قاری عبدالرحمٰن جامعہ امجدیہ کراچی

۵۔ مولانا سید محمد یعقوب شاہ خطیب اعظم پھالیہ (گجرات)

۶۔ مولانا محمد صدیق گھوٹوی مدرس جامعہ حنفیہ سیالکوٹ

۷۔ مولانا علامہ مقصود احمد ڈسٹرکٹ خطیب محکمہ اوقاف لاہور

۸۔ مولانا عبداللطیف مدرس جامعہ نعمانیہ لاہور

صاحبزادگان

۱۔ مولانا سید محمد مظہر قیوم مشہدی مدرس جامعہ محمدیہ و جوائنٹ سیکرٹری جمعیت علماء پاکستان، پنجاب[1]

۲۔ صاحبزادہ سید محمد محفوظ ایف اے

۳۔ صاحبزادہ سید محمد عرفان (حافظ اور قاری ہونے کے علاوہ درس نظامی کے متعلم ہیں)

۴۔ صاحبزادہ سید محمد انوار

۵۔ اور ایک صاحبزادی (سیدہ زہرا بتول)

---

[1] یہ تمام کوائف حضرت شاہ صاحب کے بڑے صاحبزادہ مولانا سید محمد مظہر قیوم مشہدی نے مولانا محمد عبداللطیف صاحب کی وساطت سے مرتب کو مہیا کیے (مرتب)

پیرِ طریقت صاحبزادہ میاں جمیل احمد نقشبندی، شرقپور شریف

پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری بن حضرت میاں غلام اللہ، بن حضرت میاں عزیز الدین (قدس سرہما) ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء میں شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ کے مقام پر پیدا ہوئے۔

آپ کے والد ماجد حضرت میاں غلام اللہ رحمہ اللہ (متوفی ۷، ربیع الاول ۱۳۷۷ھ/ ۳، اکتوبر ۱۹۵۷ء) قطب ربانی حضرت میاں شیر محمد رحمہ اللہ (متوفی ۳، ربیع الاول شریف ۱۳۴۷ھ/ ۲۰، اگست ۱۹۲۸ء) کے چھوٹے بھائی اور فیض یافتہ تھے۔ حضرت میاں شیر محمد رحمہ اللہ کے فیضانِ نظر سے نوکری ترک کر کے راہِ سلوک اختیار کی اور آپ کے وصال کے بعد نیابت اختیار کی۔ تبلیغِ دین کی عظمت کو دوبالا کرنا اپنا مشن بنایا۔[1]

تعلیم و تربیت

حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد کی ابتدائی تعلیم اسی روحانی خانوادہ میں ہوئی۔ دربار شریف کے علماء نے دینی علوم کی تعلیم دی اور شرقپور شریف ہائی سکول سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ فاضل فارسی کیا اور پھر اسلامیہ کالج لاہور سے ایف اے تک پڑھا۔

خلافت و سجادگی

۱۹۵۷ء میں والد ماجد حضرت میاں غلام اللہ رحمہ اللہ کے وصال پر دربار شریف

---

[1] مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری: تذکرہ اکابرِ اہلِ سنت، ص ۱۸۳، ۲۹۸

کے خلفاء نے دونوں بھائیوں (میاں غلام احمد اور میاں جمیل احمد) کی سجادگی اور خلافت کو تسلیم کیا۔ آپ نے اس سلسلہ میں سخت محنت سے کام لے کر ملک بھر کا دورہ کیا عقیدت مندوں کو روحانی سلسلہ سے مربوط کیا۔ علماء و مشائخ سے رابطہ پیدا کر کے نقشبندی سلوک عام کرنے کی جدوجہد کی۔

دینی و ملّی خدمات

لاہور میں ۱۹۵۲ء سے لے کر ۱۹۶۴ء تک مقبول عام پریس میں قیام فرماتے۔ ہر جمعرات کو مجلس ذکر و مراقبہ ہوتی۔ ۱۹۶۴ء میں بیرون لوہاری منڈی ایک مکان میں ٹھہرتے جہاں علماء و فضلاء اور مشائخ کا جمگھٹا رہتا، طلباء اور عقیدت مند بھاری تعداد میں آتے۔

رسالہ نورِ اسلام کئی سال تک نکالتے رہے اور اب نورِ اسلام کا امام اعظم نمبر نکالا، جس نے علمی حلقوں سے دادِ تحسین حاصل کی۔ نیز اولیاء نقشبند نمبر کی دو ضخیم جلدیں کتابت ہو چکی ہے، جسے بہت جلد شائع کرنے کی کوشش فرما رہے ہیں۔

آپ نے مسلکِ مجدد پر بہت سی کتابیں لکھوا کر ملک میں تقسیم کیں۔ پاکستان بھر کے شہروں میں دینی اجتماعات کرا کے علماء کی تقاریر اور مواعظ کا بندوبست کرتے رہتے ہیں۔

آپ اشاعت علوم اسلامیہ میں بھرپور حصہ لیتے ہیں۔ شرقپور شریف میں دارالعلوم دارالمبلغین آپ کی نگرانی میں چل رہا ہے۔

آپ نے ۱۹۷۰ء میں قصور سے جمعیت علماء پاکستان کے ٹکٹ پر قومی اسمبلی کا انتخاب لڑا اور بے پناہ ووٹ حاصل کیے۔

نیز انجمن حزب الرسول کے نام سے ایک غیر سیاسی جماعت قائم فرمائی جس نے فتنۂ شورش کی سرکوبی کے لیے مثالی خدمات انجام دیں۔

۹ جنوری ۱۹۷۱ء کو آپ نے ایک برطانوی یہودی کی ناپاک کتاب جس میں حضور علیہ السلام

کی توہین کی گئی تھی، کے خلاف ایک بہت بڑے جلوس کی قیادت کی، جس کے نتیجے میں آپ کو گرفتار کر لیا گیا۔ آپ کے علاوہ مجلس عمل تحفظِ ختمِ نبوت کے جنرل سیکرٹری علامہ سید محمود احمد رضوی اور مولانا اکرام حسین مجددی کو بھی گرفتار کر لیا گیا

۲۰ جنوری کو جمعیت علماء پاکستان کے ممتاز راہنما مولانا حامد علی خان (ملتان) کی زیرِ قیادت جمعیت کے راہنماؤں نے اُس وقت کے گورنر پنجاب جنرل عتیق الرحمٰن سے ملاقات کی اور ۲۱ جنوری کو آپ رہا کر دیے گئے۔ [۱]

۷ مارچ ۱۹۷۷ء میں آپ نے دوبارہ قصور سے قومی اتحاد کے ٹکٹ پر انتخاب لڑا اور کامیابی بھی حاصل کی، لیکن چونکہ اس انتخاب میں پیپلز پارٹی (حکمران پارٹی) نے زبردست دھاندلی کی جس کی بناء پر فریقِ مخالف کو کامیاب قرار دے دیا گیا۔

۱۴ مارچ کو انتخابات میں دھاندلی کے خلاف اور نظامِ مصطفےٰ کے نفاذ کی خاطر ملک گیر تحریک چلی تو حضرت میاں صاحب کی قیادت میں مظاہرے ہوتے آپ کو پھر پسِ دیوارِ زنداں جانا پڑا۔ [۲]

اخلاق و شمائل

حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد اپنی گوناگوں صفات کے پیشِ نظر علماء، خطباء، صحافی، امراء اور فقراء سب میں یکساں مقبولیت رکھتے ہیں عبادت گزار اور شب بیدار ہیں۔ آپ نے ہوش سنبھالنے کے بعد ہر سال حج کیا، اکثر اسلامی ممالک کے دورے کیے اور بزرگانِ دین کے مزارات پر گئے۔ [۳]

---

[۱] محمد صدیق ہزاروی (مرتب)، ذاتی ڈائری، جنوری ۱۹۷۱ء

[۲] حضرت میاں صاحب ان چند سجادہ نشینوں میں سے ہیں جو ملک و ملت اور دین کی خاطر کسی دوسری مصلحت اور منفعت کی پرواہ نہیں کرتے۔ تحریکِ نظامِ مصطفےٰ اور اس جیسی دوسری تحاریک میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جبکہ بعض مشہور سجادہ نشین بھی مصلحتوں کا شکار ہو گئے۔ (مرتب)

[۳] پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی: تذکرہ علماء اہلِ سنت لاہور ص ۳۷۵ - ۳۷۶

فاضل نوجوان مولانا جمیل احمد نعیمی، کراچی

مخدوم ملت حضرت علامہ مولانا جمیل احمد نعیمی ولد جناب قادر بخش ذوالحجہ، فروری ۱۳۵۵ھ/ ۱۹۳۷ء میں انبالہ چھاؤنی مشرقی پنجاب (ہندوستان) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے آباؤ اجداد کا پیشہ تجارت ہے، جبکہ بعض افرادِ خاندان ملازمت پیشہ ہیں اور بعض نے زمینداری بھی اختیار کی۔

علامہ نعیمی نے مڈل تک اردو کی تعلیم حاصل کی، فارسی کی ابتدائی کتب مولانا ارشاد احمد سے، نفحۃ الیمن کے بعض اسباق مولانا قاضی زین العابدین سے اور بہارِ شریعت کے بعض حصے مولانا شاہ مسعود احمد دہلوی سے سبقاً سبقاً پڑھے۔

باقی تمام کتب فنون اور علم حدیث حضرت تاج العلماء مولانا محمد عمر نعیمی رحمہ اللہ سے پڑھ کر ۱۹۶۰ء میں سندِ فراغت حاصل کی۔

فراغت کے بعد آپ کچھ عرصہ دارالعلوم مخزن عربیہ، دارالعلوم مظہریہ آرام باغ، دارالعلوم قادریہ کراچی ہی کے ایک مسلم ہائی سکول میں تدریسی فرائض انجام دیتے رہے۔ ۱۹۵۶ء سے آپ حضرت تاج العلماء رحمہ اللہ کے ارشاد کے مطابق سبز مسجد صرافہ میں خطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ ۱۹۷۰ء تک اسی مسجد میں آپ امامت بھی فرماتے رہے، لیکن بعد دارالعلوم نعیمیہ کی تعمیر و تدریس اور دیگر سماجی تبلیغی اور سیاسی مصروفیات کی بناء پر آپ امامت سے دست کش ہو گئے۔ آجکل آپ دارالعلوم نعیمیہ کراچی میں علوم عربیہ کی تدریس اور نظامت تعلیمات میں مصروف ہیں۔ آپ اس دارالعلوم کے بانی ارکان میں شامل ہیں۔

اس کے علاوہ انجمن محبانِ اسلام، انجمن فدایانِ مصطفےٰ، انجمن غلامانِ مصطفےٰ اور

بزمِ نعیمی کے آپ سرپرست ہیں۔

کالجوں اور یونیورسٹیوں میں اسلام کے پردے میں تجددیت اور مودودیت کے پرچار کی روک تھام کے لیے آپ نے طلباء اہل سنت کی ایک ملک گیر تنظیم انجمن طلباء اسلام کی تشکیل کی۔ الحمدللہ! آج ملک بھر کے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں انجمن طلباء اسلام کی تنظیم ہوچکی ہے اور انجمن طلباء کو گمراہی اور بدعقیدگی سے بچانے کے لیے مثالی کارکردگی کا مظاہرہ کررہی ہے اور اس تمام کامیابی کا سہرا علامہ جمیل احمد نعیمی کے سر ہے۔

۱۹۶۱ء میں آپ نے گوا کا دو مہینے کا تبلیغی دورہ کیا۔ اس دورے میں آپ نے ایک سو کے لگ بھگ تقریریں کیں اور عیسائیوں کے علاوہ بعض دیگر بدعقیدہ لوگوں سے بھی تبادلۂ خیال اور مناظرے ہوئے، چنانچہ کئی غیر مسلم مشرف باسلام ہوئے اور بہت سے بدعقیدہ لوگ باطل عقائد سے تائب ہوئے۔

تحریکِ پاکستان کے وقت اگرچہ آپ کمسن تھے، لیکن پھر بھی مسلم لیگ کے جلسوں میں شریک ہونا، پاکستان کے حق میں نعرے لگانا اور لیگی اخبارات کا مطالعہ کرنا آپ کا مشغلہ رہا۔ آپ جنوری ۱۹۷۱ء سے اگست ۱۹۷۲ء تک جمعیت علماء پاکستان صوبہ سندھ کے جنرل سیکرٹری رہے اور ۱۹۷۱ء سے مارچ ۱۹۷۴ء تک مرکزی جماعت اہل سنت کے ناظمِ اعلیٰ رہ چکے ہیں۔ کل پاکستان سنی کانفرنس ملتان (۱۶، ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۸ء) کے پہلے اجلاس میں آپ نے صوبہ سندھ کے نمائندہ کی حیثیت سے خطاب کیا۔ تحریکِ ختمِ نبوت اور تحریکِ نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ نے نمایاں کردار کا مظاہرہ کیا جس پر اخبارات کے فائل گواہ ہیں۔

اکتوبر ۱۹۷۳ء میں جبکہ رمضان المبارک کا مہینہ تھا، آپ نے جمعہ کے خطبہ میں اس وقت کے سربراہ ذوالفقار علی بھٹو کو مخاطب کرتے ہوئے کہا، جب تم وزیرِ خارجہ تھے بھارتی وزیرِ خارجہ سورن سنگھ کراچی آیا۔ اتفاق سے رمضان کا مہینہ تھا، اس کے سامنے شراب پیش کی گئی، تو اس نے پینے سے انکار کردیا

اور کہا کہ "میں مسلمانوں کے مقدس مہینے کا احترام کرتا ہوں۔"

یہ ایک ہندو کا کردار ہے اور مسلمان کے کردار میں فرق ہونا چاہیئے۔

اس پر آپ کے خلاف حکومت کی مخالفت میں نعرہ لگوانے کا الزام لگا کر گرفتار کیا گیا، لیکن آپ نے اظہارِ حق کی خاطر جیل کی کوٹھڑی کو بسر و چشم قبول کیا اور اکتالیس دن کی قید گزار کر رہا ہوئے۔

۱۹۶۲ء میں آپ حضرت مولانا محمد عمر نعیمی رحمۃ اللہ کی معیت میں حج بیت اللہ شریف اور روضۂ رسول علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی زیارت سے مشرف ہوئے اور اسی موقعہ پر آپ نے حضرت پیرِ طریقت مولانا ضیاء الدین مدنی دامت برکاتہم العالیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔

۱۹۷۱ء میں آپ دوبارہ اپنی والدہ محترمہ اور اہلیہ کے ساتھ زیارت حرمین شریفین کیلئے حاضر ہوئے۔

علامہ جمیل احمد نعیمی نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود چند کتب بھی تحریر فرمائیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ برکات صلوٰۃ وسلام، ۲۔ افضل التوسل لسید الرسل، ۳۔ سبیل امام حسین، ۴۔ فضائل امام حسین، ۵۔ فضائل عید الاضحیٰ، ۶۔ فضائل شعبان، ۷۔ فضائل لیلۃ القدر، ۸۔ فضائل نماز، ۹۔ فضائل جہاد، ۱۰۔ اہل سنت کے لیے لمحۂ فکریہ، ۱۱۔ تبلیغی جماعت کی حقیقت، ۱۲۔ تذکرہ تاج العلماء

علاوہ ازیں بعض جرائد و رسائل میں آپ کے علمی و تحقیقی مضامین بھی شائع ہوتے رہتے ہیں[۲]

---

[۱] حضرت پیرِ طریقت علامہ مولانا ضیاء الدین مدنی دامت برکاتہم العالیہ، امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ کے خلفاء میں سے ہیں اور قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی کے سسر حضرت مولانا فضل الرحمان مدنی کے والد ہیں۔ تقریباً ستر سال سے مدینہ منورہ میں سکونت پذیر ہیں۔ ہر روز بعد نماز عشاء آپ کی رہائش گاہ پر محفل میلاد ہوتی ہے اور لنگر تقسیم ہوتا ہے۔

[۲] یہ تمام کوائف مجی مولانا عبد المنعم ہزاروی نے مرتب کے نام اپنے ایک مکتوب (مورخہ ۲۴ جون ۱۹۷۸ء) میں تحریر فرمائے جس کے لیے راقم آپ کا ممنون ہے۔ (مرتب)

پیرِ طریقت مولانا حامد علی خان نقشبندی، ملتان

ملتان کے بے تاج بادشاہ پیرِ طریقت حضرت مولانا حامد علی خان نقشبندی بن مولانا شیدا علی خان ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۶ء میں رام پور، یوپی (ہندوستان) کے ایک علمی و روحانی گھرانے میں پیدا ہوئے۔

آپ نے علومِ اسلامیہ کی تمام کتب متداولہ (اوّل سے آخر تک) مدرسہ عالیہ رام پور میں پڑھ کر ۱۹۳۰ء میں سندِ فراغت حاصل کی۔ حدیث کے امتحان میں آپ نے دار العلوم میں اوّل پوزیشن حاصل کی۔ مدرسہ عالیہ رام پور کو یہ خصوصیت حاصل تھی کہ بطلِ حریت مجاہد تحریکِ آزادی حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ کے فرزند ارجمند حضرت علامہ مولانا عبد الحق خیر آبادی، اس مدرسہ کے پرنسپل تھے۔

حضرت مولانا حامد علی خان دامت برکاتہم العالیہ نے حضرت علامہ مولانا عبد الحق خیر آبادی رحمۃ اللہ کے علاوہ حضرت مولانا معز اللہ خان، حضرت مولانا نذیر الدین، حضرت مولانا وجیہ الدین اور حضرت مولانا حمایت اللہ (رحمہم اللہ) سے بھی اکتسابِ فیض کیا۔

فراغت کے بعد آپ کچھ مدت اپنے دولت کدہ پر علومِ اسلامیہ کی تدریس فرماتے رہے۔ ۱۹۳۲ء میں مدرسہ اسلامیہ خیر المعاد رہتک (ہندوستان) کے صدر مدرس مقرر ہوئے اور اسی دوران مسجد گشتیاں رہتک میں (بلا معاوضہ) فرائضِ خطابت بھی انجام دیتے رہے۔

جب برِ صغیر کے مسلمانوں نے دو قومی نظریہ کی بنیاد پر تقسیمِ ہند (اور قیامِ پاکستان) کا مطالبہ کیا، تو آپ نے مسلمانوں کی نمائندہ سیاسی جماعت مسلم لیگ سے بھرپور تعاون کیا اور رہتک میں تحریکِ پاکستان کی سرپرستی فرمائی۔

۱۹۵۶ء میں آپ رہتک (ہندوستان) سے ملتان منتقل ہو گئے اور مدرسہ اسلامیہ خیر المعاد کے نام سے ایک دار العلوم کی بنیاد رکھی۔

تحریکِ ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں آپ ملتان کے احتجاجی جلوسوں اور جلسوں کی قیادت کرتے ہوئے قائدانہ خطاب فرماتے رہے۔

آپ نے ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں جمعیت علماء پاکستان کے ٹکٹ پر ملتان سے مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کا مقابلہ کیا۔ اگر جعلی ووٹوں اور انتخابی ہتھکنڈوں کا مظاہرہ نہ ہوتا، تو آپ کی کامیابی یقینی تھی۔ اس کے باوجود کہ اس وقت مسٹر بھٹو نے اگر کسی پتھر کو بھی اپنا نمائندہ بنایا، تو وہ کامیاب ہوا۔ حضرت مولانا حامد علی خان نے بھاری تعداد میں ووٹ حاصل کیے۔

۱۹۷۷ء میں آپ نے ملتان ہی سے انتخابات میں حصہ لیا اور قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔

۱۴ر مارچ ۱۹۷۷ء کو جب ملک بھر میں تحریکِ نظامِ مصطفیٰ کا آغاز ہوا، تو آپ نے ملتان میں تحریک کی قیادت کی۔ آپ جلوسوں کی قیادت فرماتے اور جلسوں سے خطاب کرتے۔

۲۵ر مارچ ۱۹۷۷ء کو آپ کو گرفتار کیا گیا۔ آپ کو گرفتار کرنے کے لیے ہزاروں فوجی، بیسیوں ٹینک لے کر آئے۔

آپ کی گرفتاری کا منظر ہفت روزہ اسلامی جمہوریہ نے یوں بیان کیا ہے:

"اس روز (۲۵ر مارچ) صبح کے دھندلکوں میں سرکاری مسلح دستے مولانا حامد علی خان اور شیخ خضر حیات کو گرفتار کرنے پہنچ چکے تھے اور یہ دستے بالخصوص مولانا حامد علی خان کے لیے اس قدر ساز و سامان کے ساتھ پہنچے تھے کہ جنگی صورتِ حال کا احساس ہوتا تھا۔ مولانا حامد علی خان جنہیں ان کے مریدین اور معتقدین احترام سے حضرت جی کہتے ہیں، حالیہ عوامی تحریک کے دوران ملتان کی طاقتور ترین شخصیت بن کر ابھرے ہیں۔ حضرت جی (مولانا حامد علی خان کی شخصیت کا یہ معجز نما اثر تھا کہ لوگ ہر قربانی کے لیے تیار تھے۔ یہی وہ چیز تھی جس سے انتظامیہ کے اعلیٰ ارکان اتنے خوف زدہ تھے کہ انہوں نے مولانا حامد علی خان

کی گرفتاری کے لیے ایسا اہتمام کیا جس کی آج تک کم از کم ملتان کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ بہرحال مولانا حامد علی خان درجنوں مسلح گاڑیوں اور سینکڑوں افراد پر مشتمل مسلح سرکاری دستوں کے جلو میں زنداں کی طرف روانہ ہوئے [1]۔"

۱۶، ۱۷، ۱۸ اکتوبر ۱۹۷۸ء کو ملتان میں منعقد ہونے والی تاریخی کل پاکستان سنی کانفرنس میں نمایاں حصہ لیا۔ اس کانفرنس کے انتظامات میں آپ کے مریدین و معتقدین نے ہراول دستے کے طور پر کام کیا اور کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لیے دن رات تگ و دو کی۔

حضرت مولانا حامد علی خان اس کانفرنس کی پہلی نشست میں کرسیٔ صدارت پر رونق افروز تھے۔ کل پاکستان سنی کانفرنس کے موقع پر سوادِ اعظم اہل سنت کے نام ایک پیغام میں آپ نے فرمایا:

"اہل سنت کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام اور بزرگانِ دین کی محبت سے بھی سرشار ہوتے ہیں۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے وابستگی کے لیے تین باتیں ضروری ہیں:

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اللہ کے بعد سب سے زیادہ ہو۔

۲۔ عظمتِ رسول بھی اللہ کے بعد سب سے زیادہ غالب ہو۔

۳۔ اطاعتِ رسول بھی مومن کا شعار ہو۔

ایک سچے مومن اور سنی میں یہ تینوں خوبیاں لازم اور ضروری ہیں۔ دل، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے خالی ہو، مگر اتباعِ رسول کا دعویدار بھی ہو، تو یہ منافقت ہے؛ اللہ تعالیٰ ہمیں سرکارِ مدینہ کا سچا غلام بنا دے۔" [2]

---

[1] ہفت روزہ اسلامی جمہوریہ، ۲۸ مارچ تا ۳ اپریل ۱۹۷۷ء

[2] محمد عبدالحکیم شرف قادری، مولانا: سنی کانفرنس ملتان ص ۲۵، ۲۶

حضرت مولانا حامد علی خان کو پیر طریقت حضرت مولانا حافظ عنایت اللہ خان رامپوری نقشبندی مجددی سے شرف بیعت حاصل ہے۔

۱۹۵۱ء میں آپ حج بیت اللہ شریف اور زیارت گنبد خضریٰ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے مشرف ہوئے۔

آپ سے اکتساب فیض کرنے والے ہزاروں افراد میں سے چند علمائے کرام کے اسمار یہ ہیں:

مولانا عبداللطیف، خانیوال	مولانا ایوب الرحمان حامدی، خانیوال
مولانا قاری عبدالرزاق، حیدرآباد	مولانا ضیاء الحامدی
مولانا امان اللہ، مظفر گڑھ	مولانا فیض محمد
مولانا صاحبزادہ صباحت حسن	حافظ محمد شفیع

آپ کے ہاں چار صاحبزادیاں اور تین صاحبزادے، صاحبزادہ محمد میاں، صاحبزادہ ناصر میاں اور صاحبزادہ احمد میاں تولد ہوئے، اللہ تعالیٰ صاحبزادگان کو صحیح جانشین بنائے۔[1]

---

[1] مکتوب حضرت مولانا حامد علی خان مدظلہ، بنام مرتب بوساطت حضرت مولانا مفتی ہدایت اللہ سروری، مؤرخہ ۱۳ جنوری ۱۹۷۹ء

فاضل نوجوان علاّمہ ابوالمختار حبیب احمد، مستونگ (بلوچستان)

حضرت علاّمہ ابوالمختار مولانا حبیب احمد بن علاّمہ مولانا غلام محمد مرحوم شعبان المعظم ۱۳۶۳ھ / جولائی ۱۹۴۳ء میں بمقام گوزگی علاقہ خاران (بلوچستان) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد حضرت مولانا غلام محمد مرحوم دینی معلومات کے بحرِ ذخار تھے، تدریس فنون میں یکتائے زمانہ ہونے کے علاوہ اعلیٰ درجہ کے خوش نویس تھے۔ آپ کا فتویٰ پورے بلوچستان میں مشہور تھا اور اسے چیلنج نہیں کیا جا سکتا تھا۔

تحصیلِ علم

حضرت مولانا حبیب احمد نے ابتدائی کتب صرف و نحو، ہدایۃ النحو تک اور فقہ میں قدوری تک اپنے والد مرحوم سے پڑھیں۔

۱۳۸۰ھ سے ۱۳۸۲ھ تک دو سال کا عرصہ مدرسہ دار الفیوض لاڑکانہ میں مولانا خدا نظر سے شرح وقایہ، شرحِ جامی، شرح تہذیب، قطبی، میر قطبی اور جلالین شریف تک کتب پڑھ کر ۱۳۸۳ھ میں جامعہ غوثیہ رضویہ سکھر میں داخلہ لے لیا۔

سکھر میں منطق، فلسفہ، ادب اور دیگر فنون کی تکمیل حضرت علاّمہ مولانا پیر محمد چشتی[۱] صاحب سے کی اور تفسیر و حدیث اور فقہ مع دورۂ حدیث شریف کے لیے حضرت علاّمہ مولانا مفتی محمد حسین سابق ممبر صوباتی اسمبلی سندھ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا اور ۱۳۸۶ھ

---

[۱] حضرت علامہ مولانا پیر محمد چشتی آجکل جامعہ غوثیہ معینیہ پشاور کے مہتمم و شیخ الحدیث ہیں۔ (مرتب)

میں سندِ فراغت حاصل کی۔ طالب علمی کے دور میں ہی آپ نے ادیب عربی کا امتحان سیکنڈ ڈویژن میں پاس کیا۔ علاوہ ازیں ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ کے موقعہ پر فوجی تربیت حاصل کر کے امتحان میں سیکنڈ ڈویژن حاصل کی۔

دینی و ملّی خدمات

حضرت مولانا حبیب احمد طالب علمی کے دوران سکھر کی مختلف مساجد میں خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے آپ نے تدریسی زندگی کا آغاز جامعہ غوثیہ رضویہ سکھر سے کیا، جہاں آپ فنون کی ابتدائی اور منتہی کتب پڑھاتے رہے، اس کے ساتھ ہی سکھر میں اہل سنت کی بہت بڑی جامع مسجد، مسجد غوثیہ میں خطبۂ جمعہ بھی دیتے رہے۔

۱۳۹۰ھ میں سکھر سے مستونگ (بلوچستان) منتقل ہو گئے، جہاں آپ نے مخزن العلوم جامعہ نقشبندیہ میں ناظمِ اعلیٰ اور مدرس کی حیثیت سے کام شروع کیا جو تا حال جاری ہے۔ علاوہ ازیں جامعہ کی جامع مسجد میں خطابت کے فرائض بھی سرانجام دیتے ہیں۔ ۱۹۷۶ء میں آپ نے علاقہ خاران (بلوچستان) میں شمس العلوم جامعہ نقشبندیہ کے نام سے ایک دینی ادارہ قائم کیا، جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اعلیٰ معیار پر کام کر رہا ہے۔ تحریکِ ختمِ نبوت ۱۹۷۴ء اور تحریکِ نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم، ۱۹۷۷ء میں آپ نے اپنے علاقے میں تقاریر کے ذریعے نمایاں حصّہ لیا۔

بیعت

۱۳۹۰ھ میں آپ نے مولانا پیر الحاج خواجہ نور احمد جان صاحب نقشبندی مجددی سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ حضرت پیر صاحب موصوف بلوچستان میں سلسلہ نقشبندیہ کے مشہور و معروف روحانی پیشوا ہیں۔

اولاد: آپ کے دو بچے اور ایک بچی ہے۔ بڑا صاحبزادہ مختار احمد جان دینی تعلیم حاصل کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ صاحبزادگان کو مولانا صاحب کا صحیح جانشین بنائے[1]

---

[1] یہ تمام کوائف مورخہ ۵ فروری ۱۹۷۹ء کو جامعہ نظامیہ رضویہ کے دفتر میں حضرت موصوف سے حاصل ہوئے۔

شیخ الفقہ مولانا حسن الدین ہاشمی، بہاولپور

شیخ الفقہ والقانون حضرت علامہ مولانا حسن الدین ہاشمی بن فرید العصر مولانا فرید الدین (متوفی ۷ر شوال ۱۳۹۲ھ / ۱۴ر نومبر ۱۹۷۲ء) بن حضرت مولانا احمد الدین ابن مولانا امیر حمزہ قدست اسرارہم ۲۱ر رجب المرجب ۱۳۴۹ھ / ۱۲ر دسمبر ۱۹۳۰ء میں قصبہ بھوئی گاڑ (ضلع کیمبلپور) کے مقام پر پیدا ہوئے۔

آپ کا سلسلۂ نسب امام محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہما کے واسطہ سے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تک پہنچتا ہے اور آپ کا علمی خاندان پورے علاقہ میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔[1]

آپ کے والد ماجد حضرت مولانا فرید الدین، تایا حضرت علامہ مولانا محب النبی اور جدِ امجد مولانا احمد الدین متبحر علماء تھے۔

تحصیل علوم

آپ نے ابتدائی تعلیم بھیرہ ضلع سرگودھا میں مولانا محی الدین بھیروی سے حاصل کی پھر صرف ونحو کی کتب اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ سے منڈی واربرٹن ضلع شیخوپورہ میں پڑھیں دیگر علوم وفنون کی کتب اہل سنت کی مرکزی درس گاہ مدرسہ عربیہ انوار العلوم (ملتان) میں پڑھنے کے بعد کتب احادیث (صحاح ستہ) جامعہ غوثیہ گولڑہ شریف میں اپنے عمِ مکرم استاذ العلما

---

[1] مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری: تذکرۂ اکابر اہل سنت، ص ۲۷۵ - ۱۶ء

حضرت مولانا محب النبی قدس سرہٗ العزیز (متوفی ۲۱ ربیع الاوّل، ۲۲ مارچ ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء)
سے پڑھ کر سندِ فراغت و دستارِ فضیلت حاصل کی۔

تدریس و خطابت

آپ فراغت کے بعد دارالعلوم حزب الاحناف (لاہور) میں مسندِ تدریس پر فائز ہوئے اور ساتھ ہی مسجد شمس الدین مصری شاہ میں خطابت کا سلسلہ شروع کیا۔ کچھ عرصہ دارالعلوم انجمن نعمانیہ میں تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے۔

سابق صدرِ پاکستان محمد ایوب خان کے دورِ اقتدار میں جب جامعہ عباسیہ (جامعہ اسلامیہ) بہاول پور کو سرکاری تحویل میں لیا گیا، تو آپ جامعہ میں فقہ و قانون کے استاذ مقرر ہوئے۔ ۱۹۷۲ء میں علماء اکیڈیمی محکمہ اوقاف (لاہور) میں لیکچرر مقرر ہوئے اور پھر ۱۹۷۴ء میں دوبارہ جامعہ اسلامیہ (اسلامی یونیورسٹی) بہاول پور تشریف لے گئے۔[۱]

۱۹۷۵ء میں جب جامعہ سے رخصت پر آئے، تو لاہور میں جامعہ نظامیہ رضویہ کے طلباء کو درسِ حدیث دینا شروع کر دیا اور ڈھائی تین ماہ بعد واپس جامعہ اسلامیہ تشریف لے گئے۔[۲]

آپ علوم عربیہ اسلامیہ کے کامل و ماہر استاد ہونے کے علاوہ علومِ جدیدہ پر بھی گہری نظر رکھتے ہیں۔ نفاست پسند ہیں اور نہایت میٹھی کلام فرماتے ہیں۔ آپ

---

[۱] پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی، تذکرہ علماء اہل سنت لاہور، ص ۴۲۴

[۲] جامعہ نظامیہ رضویہ میں دورۂ حدیث کی جماعت جس نے آپ سے اکتسابِ فیض کیا، اس میں راقم بھی تھا اور اس کتاب "علماء اہل سنت کا تعارف" کی ترتیب کے لیے بنیاد آپ کا حسنِ انتخاب ہی تھا (مرتب)

کے نزدیک علوم عربیہ اسلامیہ کے طلبا کو جدید علوم سے آگاہی نہایت ضروری ہے تاکہ وہ معاشرے میں اپنا صحیح مقام پیدا کر سکیں۔

تحریرات

حضرت علامہ حسن الدین ہاشمی نہ صرف کامل مدرس ہیں، صاحب قلم بھی ہیں۔ لاہور میں تدریس و خطابت کے دوران آپ نے ماہنامہ "ترجمان حقیقت" جاری فرمایا۔ جامعہ اسلامیہ بہاول پور کے "مجلہ" کی ادارت بھی فرماتے رہے۔

منطق کی مشہور کتاب قال اقول کی شرح البیان المعقول اور ادب کی کتاب سبعہ معلقات کی شرح بھی تحریر فرمائی [1]

[1] مولانا غلام مہر علی، الیواقیت المہریہ، ص ۱۲۶

فاضل شہیر مولانا سید حسین الدین شاہ ضیائی، راولپنڈی

فاضل شہیر حضرت علامہ ابوالخیر سید حسین الدین شاہ ضیاء بن استاذ العلماء حضرت علامہ سید ضیاء الدین شاہ رحمۃ اللہ ۱۹۳۳ء میں موضع سلطان پور ضلع اٹک (علاقہ حسن ابدال) کے ایک علمی وروحانی گھرانے میں پیدا ہوئے۔

آپ نے فارسی کی مروجہ کتب سکندر نامہ تک اپنے عم مکرم حضرت مولانا سید حسن شاہد رحمۃ اللہ سے پڑھیں۔ قرآن پاک حافظ محمد صدیق (دریا شریف) اور مولانا حافظ عبدالغفور حال مہتمم جامعہ غوثیہ راولپنڈی سے حفظ کیا۔

درس نظامی کی تمام کتب متداولہ ۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۳ء تک اپنے آبائی گاؤں سلطان پور، دارالعلوم عزیزیہ بھیرہ اور دربار عالیہ گولڑہ شریف میں پڑھیں اور فنون میں آپ نے جن اساتذہ سے استفادہ کیا، ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

۱۔ حضرت مولانا سید ضیاء الدین شاہ رحمۃ اللہ (م ۱۷ر جمادی الثانی ۱۳۹۳ھ) (آپ کے والد ماجد)

۲۔ حضرت مولانا سید غلام محی الدین شاہ مدظلہ العالی، مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ رضویہ راولپنڈی (آپ کے برادر اکبر)

۳۔ حضرت استاذ العلماء مولانا محب النبی رحمہ اللہ (م ۱۲ر ربیع الاول ۱۳۹۶ھ)

۴۔ حضرت علامہ مولانا فرید الدین رحمہ اللہ (م ۷ر شوال ۱۳۹۲ھ)

۵۔ حضرت مولانا خدا بخش بھیروی رحمۃ اللہ

۶۔ حضرت مولانا محمود شاہ شاگرد رشید حضرت مولانا لطف اللہ علیگڑھی رحمہما اللہ

۱۳۷۶ھ میں آپ نے حضرت محدثِ اعظم مولانا محمد سردار احمد رحمۃ اللہ سے جامعہ رضویہ منظہرِ اسلام فیصل آباد میں درسِ حدیث لے کر سندِ فراغت حاصل کی۔

حضرت مولانا علامہ محب النبی رحمۃ اللہ نے آپ کو حضرت خواجہ خواجگان پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ سے حاصل احادیث اور دیگر علوم کی اجازت بھی عطا فرمائی۔

آپ نے تدریسی زندگی کا آغاز دار العلوم عزیزیہ بھیرہ سے کیا، جہاں آپ نے دورۂ حدیث سے قبل ایک سال پڑھایا۔ ایک سال مدرسہ رفیع الاسلام ملک وال اور چار سال جامعہ غوثیہ راولپنڈی میں تدریسی فرائض سرانجام دینے کے بعد آپ نے ۱۹۶۴ء میں سبزی منڈی راولپنڈی میں جامعہ رضویہ ضیاء العلوم کی بنیاد رکھی اور اب اسی دار العلوم میں آپ پڑھا رہے ہیں۔ دورۂ حدیث کے دوران آپ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ کے حکم پر چند ماہ سرگودہا میں جمعہ پڑھاتے رہے۔ چند ماہ پھلڑاں اور تقریباً دو سال گکھڑ منڈی میں خطبۂ جمعہ ارشاد فرمانے کے بعد ۱۹۵۸ء میں جامع مسجد سبزی منڈی راولپنڈی کے خطیب مقرر ہوئے۔

علاوہ ازیں آپ تبلیغِ دین کے سلسلہ میں ملک کے مختلف حصوں خصوصاً آزاد کشمیر، ہزارہ اور اٹک میں تبلیغی دورے فرماتے ہیں۔ مئی ۱۹۷۸ء میں آپ نے جنوبی افریقہ کے مختلف شہروں ڈربن، جوہنسبرگ، اسکارٹ، لیڈی سمتھ اور کیپ ٹاؤن کے علاوہ انگلینڈ میں چار ماہ کا تبلیغی دورہ کیا۔

۱۹۵۸ء میں آپ نے اولیائے کرام کے تصرفات کے موضوع پر ایک کتاب بنام "ہدیۃ الاحباب فی التصرفات ما فوق الاسباب" تحریر فرما کر چھپوائی۔

تحریکِ پاکستان کے دوران اگرچہ آپ کا بچپن تھا، لیکن پھر بھی سنی گھرانے کے ایک فرد ہونے کی حیثیت سے آپ پاکستان کے قیام کی خاطر اپنی ہمت اور بساط کے مطابق کام کرتے رہے۔ آپ کے برادرِ اکبر حضرت مولانا سید عبد الرحمٰن شاہ مدظلہ اپنے

علاقہ میں نیشنل گارڈ کے سالار تھے اور آپ بھی اس گارڈ میں شامل تھے۔

تحریکِ ختمِ نبوت ۱۹۵۳ء میں جبکہ آپ تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ مختلف مقامات پر تحریک کے حق میں تقاریر کیں اور بھیرہ ضلع سرگودھا سے گرفتاریاں پیش کرنے والے قافلے کے امیر مقرر ہوتے، سرگودھا سے آپ نے گرفتاری پیش کی اور تحفظ ناموس مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر تین ماہ شاہ پور جیل میں پابند سلاسل رہے۔

تحریکِ ختمِ نبوت ۱۹۷۴ء میں آپ مجلس عمل تحفظ ختمِ نبوت کی مرکزی مجلس عمل کے رکن رہے۔ پالیسی ساز اجلاسوں اور مختلف علاقوں کے جلسوں میں شرکت اور تنظیم سازی کے علاوہ آپ نے اپنے زیرِ اہتمام مرکزی راہنماؤں کے جلسے کرائے اور مختلف کتب خانوں سے مرزائیوں کی کتابیں مہیا کر کے اسمبلی میں پیش کرنے کے لیے قائدین کو مواد مہیا کیا۔ اس تحریک میں آپ نے ملک بھر کے مشائخ کو بلا کر اپنے دارالعلوم میں مشائخ کانفرنس منعقد کی اور مرزائیوں سے سماجی بائیکاٹ کی تائید کر کے تحریک کو تازہ کمک پہنچائی۔

تحریکِ نظامِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ نے گرفتاریاں پیش کرنے کے لیے کارکن تیار کیے۔ اپنے دارالعلوم جامعہ رضویہ اور جامعہ کے زیرِ اہتمام مساجد سے گرفتاریاں پیش کرائیں۔ اس طرح عملی طور پر راولپنڈی میں تحریک کو آگے بڑھا رہے تھے اور اس وقت جبکہ دیگر جماعتیں بالخصوص جماعتِ اسلامی کے پاس گرفتاریاں پیش کرنے کے لیے کارکن نہیں تھے، آپ کے طلباء اور معتقدین نظامِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کے لیے گرفتاریاں پیش کر رہے تھے۔

ایوب خان کے دور میں جب ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے چیئرمین ڈاکٹر فضل الرحمٰن کی غیر اسلامی تحریرات پر پورا ملک سراپا احتجاج بن گیا اور اس کی برطرفی کا مطالبہ ہونے لگا، تو اس وقت کے وزیرِ قانون جناب ایس ایم ظفر سے علماء کے ایک وفد نے ان کی کوٹھی پر ملاقات کی، اس موقعہ پر ڈاکٹر فضل الرحمان بھی موجود تھا۔ ڈاکٹر موصوف سے حضرت

علامہ سید حسین الدین شاہ مدظلہ نے دو گھنٹے مناظرہ کیا، یہاں تک اسے اپنی غلطیوں کا اعتراف کرنا پڑا اور اس کا یہ نتیجہ نکلا کہ ابھی یہ مدعی گھر بھی نہ پہنچا تھا کہ ڈاکٹر فضل الرحمن کو برطرف کر دیا گیا۔

حضرت علامہ سید حسین الدین شاہ مدظلہ نے دو مرتبہ ۱۹۶۲ء اور ۱۹۷۶ء میں حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضۂ مطہرہ کا شرف حاصل کیا۔ ۱۹۷۸ء میں افریقہ اور انگلینڈ کے تبلیغی دورے کے دوران آپ نے دو مرتبہ عمرہ اور زیارت کی سعادت حاصل کی۔

آپ نے حضرت پیر طریقت خواجہ غلام محی الدین المعروف بابوجی رحمہ اللہ (گولڑہ شریف) کے دست حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ علاوہ ازیں رہبر شریعت پیشوائے طریقت حضرت علامہ ضیاء الدین مدنی دامت برکاتہم العالیہ نے آپ کو سلسلہ قادریہ میں بیعت کی اجازت عطا فرمائی۔

آپ کچھ عرصہ جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی مجلس عاملہ کے ممبر رہ چکے ہیں۔ اب آپ تنظیم المدارس (اہل سنت) کے صوبائی ناظم (برائے صوبہ پنجاب، سرحد اور آزاد کشمیر) اور مرکزی جماعت اہل سنت کے نائب ناظم اول ہیں۔

آپ کے ہاں دو صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تولد ہوئیں۔ صاحبزادہ سید انعام الحق شاہ سکول پڑھتے ہیں، جبکہ صاحبزادہ سید حبیب الحق شاہ ابھی کمسن ہیں۔[۱]

---

[۱] جملہ کوائف حضرت علامہ سید حسین الدین شاہ مدظلہ نے مرتب کو جامعہ نظامیہ رضویہ میں ۱۸ دسمبر ۱۹۷۸ء کو تحریر کرائے

مقرر جادو بیاں مولانا خدا بخش اظہر، شجاع آباد

مقرر خوش الحان حضرت علامہ مولانا خدا بخش اظہر بن رحیم بخش خان ۱۳۴۹ھ/ ۱۹۳۰ء میں بمقام کوٹلہ نواب تحصیل لیاقت پور (ریاست بہاول پور) میں پیدا ہوئے۔ آپ نے مڈل تک اُردو تعلیم حاصل کی اور پھر علوم عربیہ کی تمام کتب متداولہ اور دورۂ حدیث مدرسہ عربیہ انوار العلوم ملتان میں پڑھ کر سندِ فراغت حاصل کی۔

آپ نے جن اکابر علماء کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا، ان کے اسماء یہ ہیں:

۱۔ حضرت علامہ سید خلیل احمد شاہ کاظمی محدث امروہی رحمۃ اللہ

۲۔ حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی مدظلہٗ العالی

۳۔ حضرت مولانا محمد عبد الکریم فیضی، اعوان، بہاول پور

۴۔ حضرت مولانا شیر محمد، بہاول پور

۵۔ حضرت مولانا الٰہی بخش، بہاول پور

حضرت علامہ اظہر نے دورانِ تعلیم ہی شجاع آباد میں ایک دینی ادارہ، مدرسہ اسلامیہ عربیہ اظہر العلوم کے نام سے قائم کیا جہاں آپ مختلف فنون کی تدریس بھی فرماتے رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نوری جامع مسجد شجاع آباد میں فرائضِ خطابت بھی سرانجام دیتے ہیں۔ تبلیغِ دین کی خاطر آپ نہ صرف ملک کے اطراف واکناف میں دورے فرماتے ہیں، بلکہ دو مرتبہ افغانستان، ایران، عراق، اردن، سعودی عرب، شام اور بیت المقدس بھی جا چکے ہیں۔

آپ اہل سنت وجماعت کی مختلف تنظیموں سے وابستگی رکھتے ہوئے مسلکِ

اہل سنت کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ آپ جماعتِ اہل سنت پاکستان کے ناظم نشر و اشاعت ہیں۔ اس سے قبل آپ سنی تنظیم کے ناظم، ادارہ اصلاح المسلمین پاکستان کے صدر اور جمعیت علماء پاکستان کے نائب ناظم رہ چکے ہیں۔

آپ نے ملک میں چلنے والی ہر مذہبی تحریک میں حصہ لیا اور قید و بند کی صعوبتوں کو خندہ پیشانی سے قبول کیا۔ تحریکِ ختم نبوت اور تحریکِ نظامِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے موقعہ پر آپ تقریباً ڈیڑھ ماہ ملتان جیل میں پابندِ سلاسل رہے۔

آپ نے سینکڑوں مذہبی، تبلیغی پمفلٹ اور کئی کتابیں تحریر فرمائیں، آپ کی تالیفات یہ ہیں:

۱۔ پنجاب کے پانچ قطب اور ایک خضرِ وقت کی سوانح حیات
۲۔ تحفۃ الاحباب فی مدح الآل والاصحاب (دو جلد)
۳۔ مظہرِ ذاتِ حق
۴۔ دندان شکن جواب
۵۔ دیوبندی اور بریلوی میں فرق
۶۔ سماعِ موتیٰ کی شرعی حیثیت
۷۔ دعا بعد جنازہ کا شرعی فیصلہ
۸۔ گلدستہ نور من دیارِ حبیب الی وطن عزیز (زیرِ طبع)

مولانا خدا بخش اظہر نے ۱۹۶۶ء میں عمرہ شریف اور ۱۹۶۸ء میں حج بیت اللہ شریف کی سعادت حاصل کی۔

آپ کو حضرت خواجہ فیض محمد شاہ جمالی، چشتی نظامی سے بیعت کا شرف حاصل ہے۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے پانچ صاحبزادے عطا فرمائے۔

سب سے بڑے صاحبزادے مولانا محمد اقبال اظہری ایم۔ اے، انجمن طلباء اسلام

کے صدر رہ چکے ہیں۔ مارچ ۱۹۷۷ء کے الیکشن میں آپ نے قومی اتحاد کے ٹکٹ پر حلقۂ شجاع آباد سے صوبائی اسمبلی کے انتخاب میں حصہ لیا۔

نہایت بے باک مقرر، فاضل نوجوان اور بااخلاق عالم ہیں۔ دینی و دُنیاوی تعلیم سے بہرہ ور ہیں اور اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوا چکے ہیں۔

مولانا حافظ محمد ارشاد اظہری، مدرسہ اظہر العلوم میں مدرس ہیں۔ مولانا محمد مشتاق اظہری، انجمن طلباء اسلام کے نہایت فعّال رُکن ہیں۔ دوسرے دو صاحبزادوں کے نام صاحبزادہ محمد فیاض اور صاحبزادہ محمد بلال ہے

علامہ خدا بخش اظہر سے اکتسابِ فیض کرنے والے طلبا میں سے چند تلامذہ کے اسماء یہ ہیں:

۱۔ مولانا نذیر احمد
۲۔ مولانا شبیر احمد
۳۔ مولانا محمد رمضان
۴۔ مولانا غلام فرید
۵۔ مولانا حافظ نذر محمد
۶۔ مولانا محمد نواز
۷۔ مولانا محمد رفیق [1]

---

[1] مکتوب حضرت علامہ اظہر بنام مرتب، مورخہ ۱۷ر دسمبر ۱۹۷۸ء

اُستاذ العلماء مفتی محمد خلیل خان برکاتی، حیدر آباد

حضرت علامہ مفتی محمد خلیل خان برکاتی بن عبد الجلیل خان (مرحوم) ذی قعدہ ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۲۰ء میں بمقام کھریری ضلع علی گڑھ (بھارت) پیدا ہوئے۔

خاندان

آپ کا تعلق لودھی پٹھان خاندان سے ہے۔ آباؤ اجداد کا زیادہ رجحان فوجی ملازمت کی طرف تھا۔ علاوہ ازیں زمینداری کا پیشہ بھی اختیار کیا جاتا تھا، جبکہ آپ کے نانا مولانا عبد الرحمان خان عرف لال خان ایک جید عالمِ دین تھے اور حضرت علامہ لطف اللہ خان علیہ الرحمہ کے تلمیذ رشید تھے۔

تعلیم و تربیت

آپ کے والد ماجد بچپن میں ہی انتقال فرما گئے تھے، اس لیے آپ کی پرورش ننھیال کے ہاں افغان روڈ محلہ کمبوہ مارہرہ شریف ایٹہ یوپی میں ہوئی۔ اسی دوران آپ نے مارسین اسلامیہ ہائی سکول مارہرہ شریف سے مڈل تک اردو کی تعلیم پائی۔

اس کے بعد درس نظامی میں شامل فنون اور حدیث کی کتب حضرت صدر الشریعۃ مولانا مفتی محمد امجد علی رحمہ اللہ (مصنف بہارِ شریعت) سے پڑھ کر مدرسہ عربیہ حافظیہ علی گڑھ (یوپی) ریاست دادوں سے سندِ فراغ و دستارِ فضیلت حاصل کی۔

آپ نے تدریسی زندگی کا آغاز مدرسہ قاسم العلوم مارہرہ شریف (ہندوستان) سے کیا۔ کچھ عرصہ قمر المدارس میرٹھ (ہندوستان) میں پڑھایا اور اب مدت سے دار العلوم احسن البرکات حیدر آباد (پاکستان) میں مہتمم اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہیں۔ تدریس کے علاوہ دو سال جامعہ برکاتیہ اور ڈیڑھ سال جامع مسجد محلہ ششیشگراں مارہرہ شریف میں خطبۂ جمعہ ارشاد فرمایا۔ پاکستان تشریف لانے کے بعد ایک سال مسجد کھارادر (کراچی)، اور چودہ سال مسجدِ خضرا، حیدر آباد میں خطابت فرمانے کے بعد اب کئی سالوں سے مسجدِ اقصیٰ لطیف آباد (حیدر آباد) میں فریضۂ خطابت ادا فرما رہے ہیں۔

تحریکِ پاکستان

تحریکِ پاکستان کا دور آپ کا زمانۂ طالب علمی تھا، چنانچہ آپ نہایت ولولے اور جوش کے ساتھ مسلم لیگ کے جلسوں اور جلوسوں میں شریک ہو کر تقاریر فرماتے اور منظوم کلام کے ذریعے مسلمانوں میں تحریک کے لیے جوش و خروش پیدا کرتے رہے۔

بیعت و خلافت

آپ زمانۂ طالب علمی میں ہی تاج العلماء سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی کے ہاں بیعت سے مشرف ہوئے۔ علاوہ ازیں آپ کو حضرت مفتیٔ اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا خان دامت برکاتہم العالیہ سے تمام سلاسل میں خلافت حاصل ہے۔

تصانیف

آپ صاحبِ قلم شخصیت ہیں، چنانچہ آپ کی تصنیفات و تالیفات کے مجموعی صفحات دو ہزار پانچ صد کے لگ بھگ ہیں، جن میں سے بعض تیس یا چالیس صفحات پر مشتمل رسائل ہیں اور بعض کتب ضخیم ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱۔ بہارِ اسلام (پانچ حصے) (عقائد و مسائل کا مجموعہ)

۲۔ بہارِ نماز (مکمل) (مسائلِ نماز)

۳۔ بہارِ نسواں (عورتوں کے حقوق و فرائض)

۴۔ روشنی کی طرف (ترجمہ المنقذ من الضلال)

اس کے علاوہ قرآن پاک پر ایک تشریحی نوٹ، دس پارے مطبوعہ ہیں، تفسیر اٹھارہ پاروں تک ہو چکی ہے۔ منظوم کلام کچھ طبع ہو چکا ہے اور کچھ غیر مطبوعہ ہے۔

مشہور تلامذہ: آپ کے تلامذہ کا حلقہ کافی وسیع ہے جن میں مشہور شاگردوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱۔ مولانا حبیب الرحمٰن شاہ — آزاد کشمیر
۲۔ حافظ محمد سعید — "
۳۔ مولانا غلام محمد — بلوچستان
۴۔ مولانا محمد وارث — "
۵۔ مولانا غلام مصطفےٰ — "
۶۔ مولانا قادر بخش — "
۷۔ مولانا عبدالکریم — سندھ
۸۔ مولانا خیر محمد — "
۹۔ مولانا ہدایت اللہ — "
۱۰۔ مولانا عزیز اللہ — "

اولاد: آپ کے دو صاحبزادے اور چھ صاحبزادیاں ہیں۔ بڑے صاحبزادے مولانا غلام محی الدین احمد میاں برکاتی دارالعلوم احسن البرکات میں نائب مفتی ہیں، کچھ عرصہ "ترجمانِ اہلِ سنت" کراچی کے نائب مدیر بھی رہے ہیں۔ بی اے تک تعلیم رکھتے ہیں، بہترین قاری اور حافظِ قرآن ہیں۔[1] ترجمانِ اہلِ سنت کا جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء نمبر اور نظامِ مصطفےٰ نمبر انہی کی ادارت میں شائع ہوئے۔

---

[1] مکتوب مفتی صاحب، بنام مرتب کے ذریعے یہ تمام کوائف حاصل ہوئے۔

مبلغ اعظم مولانا خورشید احمد ظاہر پیر رحیم یار خاں

اہل سنت وجماعت کے عظیم مبلغ حضرت مولانا خورشید احمد ولد جناب منشی حبیب اللہ فیضی ۱۹۲۷ء میں بمقام راجن پور کلاں ڈہریں والی، تحصیل وضلع رحیم یار خاں میں پیدا ہوئے۔ آپ راجپوت خاندان کے چشم وچراغ ہیں اور آپ کے اکابر میں سے حضرت منشی غلام حسن رحمۃ اللہ، حضرت جمال اللہ ملتانی رحمۃ اللہ کے خلیفہ مجاز تھے اور اب ان کا روضہ مبارکہ ملتان شریف میں مرجع خلائق ہے۔

حضرت مولانا خورشید احمد مدظلہ نے درس نظامی کا مکمل نصاب فرید آباد شریف (آستانہ حضرت خواجہ مولانا نور احمد صاحب) اور مدرسہ عربیہ انوار العلوم ملتان میں پڑھ کر ۱۹۴۸ء میں سندِ فراغت حاصل کی۔

آپ کے اساتذہ کرام کے اسماء یہ ہیں:

۱۔ حضرت خواجہ مولانا نور احمد خلیفہ مجاز حضور خواجہ نازک کریم کوٹ مٹھن شریف

۲۔ حضرت مولانا محمد عبدالخالق مدظلہ، پکالاڑاں

۳۔ حضرت مولانا عبدالکریم مدظلہ

۴۔ حضرت مولانا پیر فیض محمد شاہ جمالی، ڈیرہ غازی خاں

۵۔ غزالئ زماں علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی، مرکزی صدر جماعت اہل سنت پاکستان

۶۔ شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا سید محمد خلیل محدث امروہی قدس سرہٗ

آپ نے ایک سال مدرسہ عربیہ انوار العلوم ملتان میں تدریسی فرائض سرانجام دیے۔ چار سال مدرسہ مطلع العلوم باقی رہنہ، دو سال مدرسہ منبع العلوم فرید آباد اور پانچ سال مدرسہ سعیدیہ کاظمیہ ظاہر پیر میں علوم عربیہ پڑھانے کے بعد آجکل مدرسہ سعیدیہ کاظمیہ کی جامع مسجد میں

خطابت فرماتے ہیں، یہ دارالعلوم ۱۳۷۶ھ سے آپ کی زیرِ نگرانی ترقی کی منازل طے کر رہا ہے۔

حضرت علامہ خورشید احمد نہایت فاضل اور خوش بیان مبلغ ہیں اور تبلیغ دین کے سلسلہ میں صوبہ پنجاب اور سندھ میں اکثر دورے فرماتے ہیں۔

سیاسی طور پر آپ کا تعلق جمعیت علمائے پاکستان سے ہے اور جماعتِ اہلِ سنت ضلع رحیم یار خان کے آپ صدر ہیں۔

۱۹۵۵ء میں آپ نے حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضۂ مطہرہ کا شرف حاصل کیا۔

آپ سلسلۂ چشتیہ میں حضرت خواجہ فیض محمد شاہ جمالی قدس سرہٗ العزیز کے دستِ اقدس پر بیعت ہوئے۔

کثیر تعداد میں آپ سے طلباء نے اکتسابِ فیض کیا؛ تاہم چند معروف فضلاء کے اسماء یہ ہیں:

۱۔ حضرت مولانا فیض احمد اویسی، مہتمم جامعہ اویسیہ، بہاول پور

۲۔ مولانا حافظ محمد اللہ یار فریدی، پروفیسر گورنمنٹ علمدار حسین کالج، ملتان

۳۔ مولانا مفتی غلام مصطفےٰ رضوی، مفتی مدرسہ عربیہ انوار العلوم ملتان

۴۔ مولانا محمد رمضان گلشن، پتوکی

۵۔ ابوامجد مولانا محمد عبدالحیٔ فضل احمد فیضی، ظاہر پیر

۶۔ مولانا محمد خوشدل، خطیب واعظ مسجد روہڑی

آپ کے تین صاحبزادے ہیں جن کے اسماء یہ ہیں:

مولانا عبدالحی ابوامجد فضل احمد، حافظ غلام جیلانی، مولانا طالب رسول۔

اوّل الذکر مدرسہ سعیدیہ کاظمیہ کے ناظمِ اعلیٰ ہیں۔ [1]

---

[1] مکتوب حضرت مولانا خورشید احمد دامت برکاتہم العالیہ بنام مرتب - ۱۹ محرم الحرام، ۲ دسمبر ۱۳۹۹ھ / ۱۹۷۸ء

مولانا حکیم محمد رمضان علی قادری، سنجھورو (سانگھڑ)

ابوالحسان مولانا حکیم محمد رمضان علی قادری بن حکیم اللہ بخش قریشی ۶ رمضان المبارک ۱۳۴۰ھ / ۳ مئی ۱۹۲۲ء میں بمقام شاہ پور جاجن، تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور (بھارت) پیدا ہوئے۔

آپ کے نانا حاجی کریم بخش علیہ الرحمۃ نہایت متقی، عابد و زاہد تھے۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند اور شب بیدار تہجد گزار تھے۔ تلاوتِ قرآن مجید اور ذکر و فکر آپ کا محبوب ترین مشغلہ تھا۔ قصبہ شاہپور جاجن میں آپ نے پکی مسجد تعمیر کروائی اور اپنی ذاتی رقم سے تمام ضروریاتِ مسجد کا اہتمام کیا۔ مسلمانوں کو نماز کے مسائل سکھا کر نماز پڑھنے کا پابند بنایا۔ بچوں اور بچیوں کو قرآن پاک پڑھانے کے علاوہ دینیات کی تعلیم بھی دیتے اور حاجت مندوں، یتیموں اور بیواؤں کی حاجت برآری میں کوشاں رہتے۔

تعلیم و تربیت

مولانا حکیم محمد رمضان علی قادری نے فارسی میں گلستان، بوستان اور عربی کی تمام کتب درسِ نظامی مدرسہ عربیہ مظہر العلوم محلہ کھڈہ کراچی میں پڑھیں۔

۱۹۳۶ء میں پنجاب یونیورسٹی سے فارسی کا امتحان "منشی" پاس کیا۔

دورۂ حدیث محدث اعظم حضرت مولانا محمد سردار احمد صاحب رحمہ اللہ سے جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام فیصل آباد میں پڑھ کر سندِ حدیث اور دستار فضیلت حاصل کی۔

علمِ طب کی ابتدائی کتب مولوی محمد صادق مہتمم مدرسہ عربیہ مظہر العلوم کراچی سے

پڑھیں اور پھر اپنے والد ماجد سے ۔ بقیہ کتب طب پڑھنے کے ساتھ عملی تربیت بھی حاصل کی ۔ سندِ طب "ممتاز الاطباء" طبیہ کالج طبِ جدید شاہدرہ (لاہور) سے حاصل کی ۔

بیعت

۱۹۳۷ء میں آپ نے حضرت پیر سید جماعت علی شاہ ثانی علیہ الرحمہ (علی پور سیداں سیالکوٹ) کے دستِ حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا ۔ پھر ان کے وصال پر حضرت محدثِ اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد صاحب رحمہ اللہ اور پھر پیرِ طریقت حضرت فضل الٰہی صاحب (چک نمبر ۶۶ ج ۔ ب دہاندرہ فیصل آباد) سے تجدیدِ بیعت کی ، موخر الذکر نے آپ کو ۱۹۷۳ء میں خلافت سے نوازتے ہوئے بیعت کی اجازت مرحمت فرمائی ۔

دینی و ملی خدمات

آپ کے شب و روز تبلیغِ دین اور اسلام دشمن قوتوں کے خلاف قلمی جہاد میں گزرتے ہیں ۔ اگست ۱۹۳۶ء سے اگست ۱۹۴۲ء تک چھ سال کا عرصہ اپنے آبائی قصبہ شاہپور جاجن میں امامت و خطابت کے فرائض سر انجام دیتے رہے اور پھر ۱۹۵۶ء سے تا حال جامع مسجد غوثیہ سنجھورو ضلع سانگھڑ میں امام و خطیب کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں ۔ تحریکِ پاکستان کے دوران قصبہ شاہپور ضلع گورداسپور میں باوجودیکہ سکھوں اور ہندوؤں کا زور تھا ۔ آپ نے پرائمری مسلم لیگ قائم کی جس کا نام مصلحتاً "انجمن تنویر الاسلام" رکھا اور نیشنل گارڈ قائم کر کے اس کا نام "غلامانِ رسول" رکھا ۔ آپ جمعہ کے خطبات کے علاوہ پبلک جلسوں میں مسلم لیگی امیدواروں کے حق میں تقاریر کرتے رہے ، چنانچہ ان سرگرمیوں کی بنا پر سکھوں اور ہندوؤں نے آپ کو فسادی مُلّا کے نام سے پکارا اور آپ کے قتل کے لیے مبلغ پانچ ہزار روپے مقرر کیے ۔ تحریکِ ختمِ نبوت میں آپ نے بھرپور حصہ لیا ۔ جمعہ کے اجتماعات میں ختمِ نبوت کے

موضوع پر تقاریر کے ذریعے عوام کو قادیانیوں کی حقیقت اور عزائم سے روشناس کراتے رہے اور مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لیے قراردادیں پاس کر کے حکومت کو بھیجتے رہے۔

جب پاکستان میں بعض لوگوں نے سوشلزم کا فتنہ کھڑا کیا، تو آپ نے اسی وقت تقاریر، اخبارات میں بیانات اور پمفلٹوں کے ذریعے سوشلزم کے خلاف اور نظامِ مصطفےٰ کے قیام کے لیے جدوجہد شروع کر دی۔

۹ اکتوبر ۱۹۶۹ء کو شہر میں تمام مکاتبِ فکر کے لوگوں نے سوشلزم کے مقابلے کے لیے جمعیتہ مجاہدینِ اسلام کے نام سے ایک محاذ قائم کیا، جس کی صدارت کے لیے آپ کو منتخب کیا گیا۔ اس سلسلے میں آپ نے مختلف عنوانات سے پمفلٹ چھپوا کر نہ صرف عوام میں تقسیم کیے، بلکہ تمام وزراء، ہوم سیکرٹریوں، سپریم کورٹ اور ہائی کورٹس کے ججوں، وکلا اور بار کونسلوں کے عہدیداروں، سیاسی لیڈروں اور علماء و مشائخ کے نام ارسال کیے۔ ان پمفلٹوں کے عنوانات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ "پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ"

(اس پمفلٹ میں براہِ راست صدرِ پاکستان کو مخاطب کر کے سوشلسٹ عناصر کی سرکوبی اور نظامِ مصطفےٰ کے نفاذ کا مطالبہ کیا گیا)

۲۔ جناب میر رسول بخش تالپور سے ایک سوال اور پاکستانی عوام کے لیے لمحۂ فکریہ۔

۳۔ پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کے لیے اسلام کی علمبردار جماعتوں کا اتحاد ضروری ہے۔

۴۔ مشائخ و علماء پاکستان کی خدمت میں دردمندانہ اپیل۔ "صورِ اسرافیل"

۵۔ حکومتِ پاکستان اور لیڈرانِ ملک سے اہم سوال۔

مشرقی پاکستان کے سقوط کے بعد جب ذوالفقار علی بھٹو برسرِ اقتدار آیا، تو آپ نے ایک تحریک چلائی، جس کے ذریعے ملک میں عملاً اسلام کے نفاذ، مشرقی پاکستان میں مسلمانوں

کے قتلِ عام کے بند کر دینے، مارشل لاء کے خاتمے اور بھارت سے پاکستانی جنگی قیدیوں کی فوری واپسی کا مطالبہ کیا گیا اور ان مطالبات پر مشتمل ایک پرچہ چھپوا کر ملک بھر کی اہم شخصیتوں کو بھیجا گیا اور ہزاروں کی تعداد میں تقسیم کیا گیا۔

مارچ ۱۹۷۷ء کے انتخابات میں بھٹو حکومت کی زبردست دھاندلی کے خلاف جب ملک میں تحریک چلی تو اس دوران آپ کو قومی اتحاد جھورو (سانگھڑ) کا قائم مقام جنرل سیکرٹری منتخب کیا گیا، چنانچہ اس وقت کے وزیرِ بلدیات جام صادق علی کی ہدایت پر پولیس نے آپ کے خلاف فرضی کیس بنا کر ڈی پی آر کے تحت گرفتار کر لیا اور پھر جب حکومت اور قومی اتحاد کے مابین مذاکرات میں قیدیوں کی رہائی کا فیصلہ طے پایا، تو ۴ جون ۱۹۷۷ء کو سپیشل ٹریبونل کراچی نے آپ کو رہا کر دیا۔ آپ قائدِ اہلِ سنت علامہ شاہ احمد نورانی مدظلہٗ کی زیرِ قیادت جمعیت علماءِ پاکستان کے منشور کے مطابق ملک میں نظامِ مصطفیٰ کے نفاذ کی خاطر کوشاں رہتے ہیں۔

تحریرات: حضرت مولانا حکیم محمد رمضان کو اللہ تعالیٰ نے گوناگوں صفات کا مالک بنایا ہے، چنانچہ سیاسی میدان میں نظامِ مصطفیٰ کے نفاذ کی خاطر جدوجہد کے ساتھ ساتھ آپ مقامِ مصطفیٰ کے تحفظ کی خاطر اپنی زبان اور قلم کو مصروف رکھنا عین ایمان بلکہ جانِ ایمان سمجھتے ہیں۔ اسی بنا پر آپ نے مسلکِ اہلِ سنت کی صداقت اور گستاخانِ رسول علیہ السلام کے خود ساختہ اور بغض و عداوت پر مبنی عقائد کے رد میں چند کتب بھی تحریر فرمائیں، جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ تنویر الایمان بوسیلۃ اولیاء الرحمٰن ۲۴۸ صفحات (اولیاء کرام سے توسل کا جواز)

۲۔ تنویر البرہان ۱۲۲ صفحات (غیر مقلدین کے چند اعتراضات کے مسکت جوابات)

۳۔ مکمل تاریخ وہابیہ ۲۵۶ صفحات (دورِ حاضر کے خوارج وہابیہ کی نقاب کشائی)

۴۔ تنویر المصابیح فی عدد التراویح۔ (بیس تراویح کا ثبوت)

۵۔ معدنِ اخلاق (غیر مطبوعہ) (اخلاقیات پر جامع کتاب)[1]

---

[1] مولانا محمد رمضان علی قادری کے یہ تمام کوائف مولانا مولا بخش سندھی متعلم جامعہ نظامیہ رضویہ کے توسط سے حاصل ہوئے۔

فاضلِ جلیل حضرت مولانا محمد ریاض الدّین، کیمبلپور

عمدۃ المدرسین حضرت مولانا محمد ریاض الدین عرف گلاب خان ابن ملک عبدالستار خان مرحوم ۸ ذوالحجہ ۱۳۵۱ھ/۴ اپریل ۱۹۳۳ء میں موضع لنگر (مضافات کیمبلپور) میں پیدا ہوئے۔ آپ ہاشمی اعوان کے ایک علم دوست گھرانے کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ کے پردادا ملک نواب خان اپنے وقت کے مشہور صاحب علم اور دین دار انسان تھے، چنانچہ ان کی یاد میں حضرت مولانا محمد ریاض الدین کے والد گرامی ملک عبدالستار خان مرحوم نے آٹھ کنال اراضی وقف (فی سبیل اللہ) کر کے اپنے گاؤں میں آبائی مشن کو جاری کیا۔

حصولِ تعلیم

علومِ عربیہ کے علاوہ آپ نے مڈل تک مروّجہ انگریزی تعلیم بھی حاصل کی۔ علومِ دینیہ کی کتب متداولہ کی تعلیم کے لیے آپ لنگر شریف، چورہ شریف، مکھڈ شریف، احسن المدارس راولپنڈی، فیض العلوم پاک پتن شریف اور جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام فیصل آباد سے متعلق رہے۔

آپ کے اساتذہ میں محدثِ اعظم مولانا محمد سردار احمد صاحب رحمہ اللہ، شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی، مولانا سید محمد زبیر شاہ صاحب چکوال، مولانا صاحبزادہ محمد ارشاد حسین چورہ شریف، مولانا قاضی اسرار الحق صاحب، مولانا سلطان محمود صاحب، مولانا اللہ بخش صاحب رحمہ اللہ واں بھچراں، مولانا محمد اسحاق صاحب کے اسماء گرامی قابل ذکر ہیں۔ فنون کی تکمیل کے بعد جامعہ رضویہ فیصل آباد میں کتبِ احادیث پڑھ کر ۲۳ شعبان المعظم ۱۳۸۰ھ/ ۱۱ فروری ۱۹۶۱ء کو سندِ فراغت اور دستارِ فضیلت حاصل کی۔

تدریس

آپ ایک قابل اور محنتی مدرس ہیں، چنانچہ آپ فراغت سے اب تک اسی مشن کو اپنائے ہوئے ہیں۔ دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور میں بحیثیت نائب صدر تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے۔ دربارِ عالیہ میرا شریف ضلع کیمبل پور، دارالعلوم عربیہ غوثیہ لالہ موسیٰ اور تبلیغ الاسلام گجرات میں صدر مدرس رہے اور جامعہ اسلامیہ چک سواری میرپور (آزاد کشمیر) میں بطورِ شیخ الحدیث کام کرنے کے بعد آج کل جامعہ غوثیہ معینیہ ریاض الاسلام (مرزا روڈ) کیمبل پور میں بحیثیت مہتمم اور شیخ الحدیث اشاعتِ دین میں مصروف ہیں۔ علاوہ ازیں جامعہ اسلامیہ غوثیہ چکوال میں دورۂ قرآن مجید بھی پڑھاتے رہے۔

خطابت

آپ بنیادی طور پر ایک فاضل مدرس ہیں، لیکن اس کے باوجود آپ تبلیغ و اشاعت دین کی خاطر مختلف مذہبی تبلیغی جلسوں میں شمولیت کی غرض سے اطراف و اکناف کا دورہ فرمانے کے علاوہ جامع مسجد محمدیہ نور کیمبلپور میں بطورِ خطیب متعلقہ فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ اس سے قبل دربارِ عالیہ میرا شریف اور لال جامع مسجد لالہ موسیٰ میں فرائض خطابت سرانجام دے چکے ہیں۔

تصانیف

تدریس و خطابت کے علاوہ آپ نے مندرجہ ذیل چند کتب بھی تصنیف فرمائیں:

۱۔ سیف حدید بجواب رشید ابن رشید
۲۔ گنجینۂ حق
۳۔ آئینۂ حق
۴۔ خزینۂ حق
۵۔ مدینۂ حق
۶۔ مرآتِ دین
۷۔ سفینۂ حق
۸۔ اسلامی عقائد اور ان کے احکام

۹۔ حاشیہ فارسی صغریٰ اور اوسط

بیعت

آپ نے ۲۲ شعبان ۱۳۸۰ھ/۱۰ فروری ۱۹۶۱ء کو محدث اعظم حضرت مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ کے دستِ حق پرست پر شرفِ بیعت حاصل کیا۔

ذوقِ نعت

مولانا ریاض الدین صاحب[1] کو اللہ تعالیٰ نے گوناگوں صفات کا مالک بنایا ہے، چنانچہ آپ آپ کو شعر گوئی کا ملکہ بھی حاصل ہے۔ آپ نے فارسی میں بھی کئی نعتیں لکھیں۔ عربی میں حضرت محدث اعظم کی شان میں ایک منقبت نظم فرمائی۔

تلامذہ

آپ کے تلامذہ کا حلقہ کافی وسیع ہے، جن میں چند قابلِ ذکر یہ ہیں:

۱۔ مولانا حافظ ابوالوفا خان محمد خان صاحب مہتمم و بانی جامع مسجد محمدیہ نور کیمبلپور و خطیب میانوالی

۲۔ مولانا قاری غلام مجتبیٰ صاحب خطیب کالا باغ (میانوالی)

۳۔ قاری غلام محمد خان صاحب خطیب جامع مسجد صدر کیمبلپور

۴۔ مولانا محمد اکرم ہاشمی خطیب شاہدرہ لاہور

۵۔ مولانا غلام رسول نقشبندی، آزاد کشمیر

۶۔ مولانا محمد صدیق ہزاروی، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

اولاد: آپ کے چار فرزند اور دو صاحبزادیاں ہیں[2]

---

[1] مولانا ریاض الدین کا اصلی نام گلاب خان تھا۔ دورۂ حدیث کے دوران حضرت محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ نے اس میں تبدیلی فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ آج کے بعد یوں لکھا کرو "محمد ریاض الدین عرف گلاب خان" (مکتوب حضرت علامہ موصوف بنام مرتب)

[2] مکتوب حضرت مولانا ریاض الدین صاحب، بنام مرتب

مخدومِ اہلِ سنّت مولانا سیّد زاہد علی قادری، فیصل آباد

حضرت مولانا علامہ ابو الفیض سیّد زاہد علی شاہ قادری رضوی رحمۃ اللہ ابن سیّد شاہد علی ۱۳۵۳ھ/۱۹۳۴ء میں پیلی بھیت (یوپی انڈیا) کے محلّہ کھکرا میں سادات کے ایک علمی و روحانی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے جدِ امجد مولانا حافظ سیّد شوکت علی پیلی بھیت کی مشہور شخصیت تھے۔ مرکزی جامع مسجد کی خطابت و امامت کے علاوہ ایک دینی مدرسہ بھی قائم کیا ہوا تھا جہاں کثیر تعداد میں طلباء اکتسابِ فیض کرتے تھے۔

حضرت مولانا سیّد زاہد علی قادری نے اردو کی ابتدائی اور تجوید و قرأت کی تعلیم پیلی بھیت کی مرکزی جامع مسجد میں اپنے جدِ امجد مولانا حافظ سیّد شوکت علی، مولانا قاری عبد الحفیظ (خطیب سنہری جامع پیلی بھیت) اور قاری نوشے علی سے حاصل کی۔

۱۹۵۰ء میں ہجرت کر کے سکھر (پاکستان) تشریف لائے اور ۱۹۵۳ء میں جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد میں داخل ہوئے۔ فارسی اور صرف کی ابتدائی کتابیں مولانا سیّد منظور حسین شاہ سے پڑھیں، جبکہ اصول الشاشی اور سلم العلوم حضرت مولانا عبد القادر سے، شرح ملا جامی مولانا حافظ احسان الحق سے، مختصر المعانی اور حسامی حضرت مولانا مفتی مختار احمد سے، ہدایہ مولانا مفتی محمد امین سے، مشکوٰۃ شریف، میر زاہد اور رسالہ قطبیہ حضرت مولانا مفتی نواب الدین سے، ہدیہ سعیدیہ و میبذی حضرت مولانا علامہ ولی النبی سے اور توضیح تلویح، سراجی، شرح عقائد اور دورۂ حدیث (کتب احادیث) حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد رحمۃ اللہ سے پڑھ کر ۱۹۶۲ء میں سندِ فراغت و دستارِ فضیلت حاصل کی۔

پنجاب یونیورسٹی سے عربی کا پہلا امتحان (ادیب عربی) بھی پاس کیا۔

فراغت سے لے کر تادمِ زیست آپ جامع مسجد بغدادی گلبرگ فیصل آباد میں فرائض خطابت سرانجام دیتے رہے۔

تدریس کا آغاز جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام فیصل آباد سے کیا۔ ایک سال بعد حضرت محدثِ اعظمؒ کے حکم سے جامع مسجد بغدادی میں "دارالعلوم نوریہ رضویہ" کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جہاں آپ نے وقتاً فوقتاً درسِ نظامی کے تمام اسباق پڑھائے۔ اِس وقت جامعہ ایک مرکزی حیثیت کا حامل ہے جہاں دس مدرسین اور ڈیڑھ سو طلباءٔ درسِ نظامی، تجوید و قرأت اور حفظِ قرآن کے شعبوں میں تعلیم و تعلم میں مصروف ہیں۔ دینی درس گاہ کے علاوہ آپ نے ایک پرائمری سکول بھی قائم کیا جہاں قرب و جوار کے بچے اُردو تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

تبلیغ دین کے سلسلے میں آپ ملک کے تقریباً ہر حصے میں تشریف لے جاتے۔ کوئٹہ، کراچی اور پشاور تک آزاد کشمیر میں عباس پور، راولاکوٹ اور مظفر آباد میں آپ نے تبلیغی دورے کیے۔

تحریکِ ختمِ نبوت اور تحریکِ نظامِ مصطفےٰ میں آپ نے بھرپور حصہ لیا۔ سیاسی طور پر آپ کا تعلق سوادِ اعظم کی نمائندہ جماعت جمعیت علماء پاکستان سے تھا۔ ۱۹۷۰ء کے انتخابات کے موقعہ پر آپ جمعیت علماءٔ پاکستان فیصل آباد شہر کے صدر تھے۔ انتخابی سرگرمیوں کے سلسلے میں جگہ جگہ تقاریر کر کے جمعیت کے منشور نظامِ مصطفےٰ کے نفاذ اور مقامِ مصطفےٰ کے تحفظ سے عوام کو روشناس کرایا۔

آپ نے دینی و مذہبی کتب کی نشر و اشاعت کی خاطر مکتبہ نوریہ رضویہ قائم فرمایا۔ اس مکتبہ کے ذریعے ۱۹۶۸ء سے ۱۹۷۵ء تک اُردو کتب کی طباعت ہوتی رہی اور اب ۱۹۷۵ء سے یہ مکتبہ نایاب عربی کتب کی طباعت کا اہتمام کر رہا ہے۔

الحمدللہ! حضرت مولانا سیّد زاہد علی کی شبانہ روز محنت سے بہت سی نایاب عربی

کتب چھپنے سے اہل علم حضرات کے لیے اچھا خاصا علمی ذخیرہ مہیا ہو چکا ہے۔ آپ نے جن نایاب عربی کتب کی طباعت کا انتظام کیا وہ یہ ہیں:

۱۔ الحاوی للفتاویٰ
۲۔ الخصائص الکبریٰ
۳۔ حجۃ اللہ علی العٰلمین
۴۔ شفاء السقام
۵۔ الحدیقۃ الندیہ فی شرح الطریقۃ المحمدیۃ
۶۔ مطالع المسرات بجلاء دلائل الخیرات
۷۔ جلاء الافہام فی صلوٰۃ خیر الانام
۸۔ الوفاء باحوال المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

آپ نے حضرت محدث اعظم مولانا محمد سردار احمد رحمہ اللہ کے دست حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ پھر ۱۹۶۱ء میں کسی دینی کام سے بریلی شریف حاضری ہوئی تو حضرت محدث اعظم کے حکم پر موقعہ کو غنیمت جانتے ہوئے شہزادہ اعلیٰ حضرت حضرت مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم العالیہ سے نسبت روحانی حاصل کی۔ حضرت مفتی اعظم نے آپ کو تمام وظائف، اوراد و اعمال اعلیٰ حضرت و سلسلۂ قادریہ کی اجازت و سند خلافت بھی عطا فرمائی۔ الحمد للہ! آپ نے چار مرتبہ حج بیت اللہ شریف اور روضۂ رسول علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔

فروری ۱۹۷۸ء میں آپ جامعہ امجدیہ کراچی کی دعوت پر امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان بریلوی کے عرس مبارک میں شمولیت کی خاطر کراچی تشریف لے گئے، وہاں پہنچتے ہی دل کا دورہ پڑا اور آپ نے جان جاں آفریں کے سپرد کی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔ ؎

؎ جملہ کوائف حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ایک مکتوب کے ذریعے عنایت فرمائے، ابھی کتابت نہیں ہوئی تھی کہ آپ کا انتقال ہو گیا، اس لیے آپ کے حالات شامل کتاب کر دیے گئے۔

عمدۃ المدرسین علامہ سید محمد زبیر شاہ، چکوال

استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا سید محمد زبیر شاہ بن سید محمد مہدی شاہ، ضلع کیمبلپور کے موضع لنگر میں پیدا ہوئے۔ آپ نسباً سید ہیں اور آپ کے والد اور نانا رحمہما اللہ اپنے وقت کے جید عالم تھے۔

تعلیم و تربیت

آپ نے علومِ اسلامیہ کی کتب متداولہ مختلف مساجد میں پڑھنے کے بعد جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام فیصل آباد میں کتب حدیث پڑھ کر سندِ فراغ اور دستارِ فضیلت حاصل کی۔

آپ کو جن مایۂ ناز اکابرِ اہلِ سنت کی شاگردی کا شرف حاصل ہے، ان میں محدثِ اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد سردار احمد، مولانا محمد دین بدھوی المعروف منطقی بابا رحمہا اللہ اور حضرت مولانا فضل حق خطیب فتح جنگ کے اسماء گرامی شامل ہیں۔

تائیدِ غیبی

آپ چکوال میں مولوی محمد سلیمان (دیوبندی) کے ہاں زیرِ تعلیم تھے کہ محدثِ اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد صاحب قدس سرہٗ ایک تبلیغی جلسہ سے خطاب کرنے کے لیے تشریف لائے۔ حضرت قبلہ صاحب کی تقریرِ دل پذیر کا شوقِ سماع جلسہ گاہ میں جانے پر مجبور کر رہا تھا، جبکہ مولوی محمد سلیمان نے آپ کو کمرے میں بند کر کے دروازے پر اپنی چارپائی بچھالی۔ بایں ہمہ آپ کی سعادت مندی نے یاوری کی اور آپ حضرت محدثِ اعظم کی خدمت میں حاضر ہونے میں

کامیاب ہو گئے۔ تقریر سے متاثر ہو کر شرفِ ملاقات حاصل کیا۔ حضرت محدثِ اعظم نے آپ کو فیصل آباد میں حصولِ تعلیم کا مشورہ دیا اور یوں اہل سنت کا یہ مجاہد تائیدِ ایزدی سے صحیح سمت روانہ ہوا اور اہلِ باطل کے لیے ننگی تلوار بن کر چمکا۔ ؎

تدریسی زندگی

آپ نے تدریس کا آغاز پاکپتن شریف سے کیا۔ کچھ عرصہ دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور (ہزارہ) میں پڑھانے کے بعد ایک سال دارالعلوم اشرف المدارس اوکاڑہ میں مسندِ تدریس پر فائز رہے۔ کچھ مدت مدرسہ اشاعت العلوم چکوال میں تدریس فرمانے کے بعد چکوال ہی میں جامعہ اسلامیہ غوثیہ کے نام سے ایک دارالعلوم جاری فرمایا، جہاں چند سالوں سے علوم و فنون کا فیض جاری کیا ہوا ہے علاوہ ازیں تین سال سے آپ رمضان المبارک میں قرآن کریم کی تفسیر (دورۂ تفسیر) بھی پڑھا رہے ہیں۔

تبلیغِ دین

آپ اہلِ سنت کے عظیم بے باک اور نڈر مبلغ ہیں، چنانچہ ہری پور میں قیام کے دوران آپ نے مخالفتوں اور سازشوں کے باوجود ہزارہ ڈویژن کے اطراف و اکناف میں بڑی مؤثر تبلیغ فرمائی اور عقائدِ باطلہ کے پرچار کی وجہ سے مکدر ہونے والی فضا کو صاف کر کے گم گشتہ راہ لوگوں کو صراطِ مستقیم پر گامزن فرمایا۔

قاتلانہ حملہ

عقائدِ صحیحہ کی ترویج و اشاعت مبتدعین کو ایک آنکھ نہ بھاتی، چنانچہ اسی جلیلو رگی

؎ یہ واقعہ استاذِ محترم حضرت مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری نے بیان فرمایا (مرتب)

وجہ سے چکوال کے مبتدعین نے ایک جامع منصوبے کے تحت آپ پر اس وقت حملہ کردیا جب آپ ایک دینی جلسہ گاہ سے خطاب کرکے واپس تشریف لا رہے تھے۔ اگرچہ کافی زخم آئے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس عظیم مبلغ کو اپنے فضل وکرم سے بچالیا اور دشمن خائب وخاسر ہوئے [۱]

بیعت وخلافت

آپ کو اپنے استاذ محترم حضرت محدثِ اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد رحمۃ اللہ سے بیعت وخلافت کا شرف حاصل ہے۔

مشہور تلامذہ

فراغت کے بعد آج تک آپ کا وقت تدریس میں گزرا اور کافی تعداد میں علماء نے آپ سے شرفِ تلمذ حاصل کیا۔ چند تلامذہ کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔ مولانا مفتی محمد ریاض الدین مہتمم جامعہ غوثیہ معینیہ کیمبل پور

۲۔ مولانا قاری محمد افضل خطیب قلعہ لچھمن سنگھ لاہور

۳۔ مولانا سید محمد انور شاہ، صدر مدرس جامعہ نوریہ غوثیہ ہری پور ہزارہ

۴۔ مولانا محمد بشیر، مدرس جامعہ حنفیہ قصور [۲]

---

[۱] یہ واقعہ مرتب سے استاذِ محترم مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری نے تفصیلاً ذکر فرمایا۔

[۲] مندرجہ بالا دو حوالوں کے علاوہ دیگر تمام کوائف حضرت شاہ صاحب نے مرتب کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرمائے۔

فاضل جلیل مولانا مفتی سیف الرحمان قریشی، ہزارہ

عمدۃ المدرسین ابوالوفا مولانا مفتی سیف الرحمان بن علامۃ الدہر حضرت علامہ قاضی عبدالسبحان کھلابٹی رحمۃ اللہ (م ۲۲ شوال/ ۲۰ مئی ۱۳۷۷ھ/ ۱۹۵۸ء) بن مولانا قاضی منظہر حسین ۱۹۳۷ء میں بمقام کھلابٹ (ہزارہ) پیدا ہوئے۔ آپ نسباً قریشی علوی ہیں اور عظیم علمی و روحانی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی۔ تین سال دارالعلوم انجمن خدام الصوفیہ گجرات اور دو سال جامعہ حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ، میں اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ سے پڑھتے رہے۔ ایک سال دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور (ہزارہ) اور ایک سال مدرسہ احسن المدارس راولپنڈی میں درس نظامی کی تحصیل کے بعد ۱۹۵۷ء میں سندِ فراغت حاصل کی۔ دستار بندی حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمہ اللہ (م ۳ رمضان المبارک) نے فرمائی۔ فراغت کے بعد آپ نے دو سال حضرت محدث اعظم مولانا محمد سردار احمد رحمۃ اللہ سے فیصل آباد میں حدیث پاک کا سماع کیا۔ مولانا عبدالجلیل لوٹنی (تلمیذ مولانا برکات احمد ٹونکی) سے جیومیٹری وغیرہ اقلیدس تک اسباق پڑھے۔

تدریس کا آغاز آپ نے جامعہ حنفیہ اشرف المدارس اوکاڑہ سے کیا جہاں آپ نے آٹھ ماہ تک پڑھایا۔ پھر ایک سال اپنے گاؤں میں پڑھانے کے بعد ۶۰-۱۹۵۹ء میں جامعہ نعیمیہ لاہور (اس وقت چوک دال گراں میں تھا) میں مسندِ تدریس پر فائز ہوئے۔ تین سال دارالعلوم ربانیہ مجددیہ جہلم میں پڑھانے کے بعد مارچ ۱۹۶۵ء میں قصبہ پنیاں نزد ہری پور (ہزارہ) میں فرائضِ خطابت انجام دینے شروع کیے جہاں میٹرک اور ایف اے کے

طلباء آپ سے ترجمہ قرآن پاک، اسباق حدیث اور ریاضی میں استفادہ کرتے ہیں۔

آپ نے ۱۹۷۷ء میں حج وزیارت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف حاصل کیا۔ اس مبارک سفر میں آپ بطور امیرِ اعلیٰ تشریف لے گئے۔ دو ماہ مکہ مکرمہ اور چودہ دن مدینہ طیبہ میں قیام رہا۔ جہاز کے کپتان نے آپ کو اعلیٰ کارکردگی پر سرٹیفکیٹ بھی دیا۔

حضرت مفتی صاحب سلسلۂ قادریہ سہروردیہ میں حضرت قاضی سلطان محمود صاحب (اعوان شریف) سے روحانی نسبت رکھتے ہیں۔ آپ کے آباؤ اجداد کی روحانی نسبت بھی اسی درگاہ سے ہے۔

تدریس و تقریر کے علاوہ فنِ تحریر میں بھی آپ مہارتِ تامہ رکھتے ہیں؛ آپ نے مندرجہ ذیل علمی و تحقیقی کتب و رسائل تحریر فرمائے: (۱- انوار السبحان فی مباحث القرآن، ۲- شرح ہدایۃ النحو (اردو) ۳- جلاء العینین بتوسل تقبیل الابہامین (انگوٹھے چومنے کے فوائد) ۴- رسالہ بر نعرۂ رسالت، ۵- انوار الشفاء فی حکم جواز النداء، ۶- شرح الیساغوجی (منطق) ۷- جواہر الصرف شرح صرف بہائی، ۸- رسالہ فی بحث العلم (منطق) ۹- رسالہ در مسائل تجہیز و تکفین میت، ۱۰- انوار الحدیث، ۱۱- درس حدیث، ۱۲ فتاویٰ (۳ حصے)

یہ تمام کتابیں تا حال غیر مطبوعہ ہیں۔

آپ سے کثیر التعداد طلباء نے اکتسابِ فیض کیا جن میں سے چند قابلِ ذکر تلامذہ یہ ہیں:

۱- مولانا محمد فرید ہزاروی، صدر مدرس جامعہ فاروقیہ گوجرانوالہ (راقم کے استاذِ محترم)
۲- مولانا محمد شریف ہزاروی، صدر مدرس دار العلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور ہزارہ (〃)
۳- مولانا گل رحمان ہزاروی، مدرس جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی
۴- مولانا احمد یار، مدرس جامعہ حنفیہ اشرف المدارس اوکاڑہ
۵- مولانا عبد الغفور الوری، مہتمم فیاض العلوم، رائے ونڈ
۶- مولانا گل حیدر شاہ، گجرات

لے جملہ کوائف فاضل نوجوان مولانا عبد الستار نظامی نے ۱۰ رجولائی ۱۹۸۰ء کو موضع باڑیاں تحصیل مری میں حضرت مفتی صاحب سے براہِ راست حاصل کیے، مرتب ان دونوں حضرات کا ممنون ہے۔

مفتیٔ اعظم سرحد حضرت مولانا شائستہ گل، مردان

مفتیٔ اعظم سرحد حضرت مولانا شائستہ گل المعروف مَتہ مُلّا صاحب بن مولانا محمد علی بن ملک العلماء مولانا عمر دراز ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۶ء میں بمقام لنڈی شاہ مَتہ (مردان) میں پیدا ہوئے۔

آپ ایک علمی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کے والد ماجد اور جدِ امجد جید علماء میں سے تھے اور خود آپ علمی تفوق و تفضل کی بناء پر شیخ العلماء اور مفتیٔ اعظم سرحد کے القابات سے ملقب ہیں۔[۱]

علومِ اسلامیہ کی تحصیل

آپ نے ایک علمی گھرانے میں آنکھیں کھولی تھیں، اس لیے تعلیم کی ابتدا گھر سے ہوئی۔ ابتدائی کتب اپنے والد مکرم حضرت مولانا محمد علی (متوفی ۱۳۴۳ھ) سے پڑھیں اور دیگر مختلف علماء سے تکمیل کی۔ ایلئی مولانا صاحب جو امام نحو تھے، سے نحو پڑھی (ایلئی، بونیر میں ایک گاؤں ہے، اسی مناسبت سے ایلئی مولانا کہلاتے تھے، ان کے درس میں چھ سات سو طلبہ ہوتے تھے) لالہ کالا مولانا صاحب (لالہ کالا بھی ایک گاؤں کا نام ہے) سے صرف پڑھی۔ حضرت قاضی صاحب برٹھنی سے معقول و منقول کی کتب پڑھیں۔ مولانا ڈاگئی یار حسین سے تفسیر اور حدیث کا درس لیا اور سند مولانا عبدالعلی دہلوی سے حاصل کی۔ جون پور کے دار العلوم حنفیہ میں

---

[۱] مفتیٔ اعظم سرحد کا لقب آپ کو حضرت مفتیٔ اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سید احمد نے دیا (تذکرہ علماء مشائخ سرحد)

مولانا حامد علی سے بھی دورہ حدیث کی تکمیل کر کے سندِ فراغت حاصل کی۔

تجوید وقرأت مولانا قاری عبدالسلام بن قاری عبدالرحمن پانی پتی سے پڑھی اور اس طرح تقریباً تیس برس کی عمر میں تمام مروجہ علوم عقلیہ و نقلیہ میں مہارت تامہ حاصل کی۔

تدریس

آپ نے تحصیلِ علوم سے فراغت کے بعد تدریس کا سلسلہ شروع فرمایا، جو آج تک بفضلہ تعالیٰ جاری ہے۔ اپنے آبائی گاؤں لنڈی شاہ متہ میں ایک "دارالعلوم حنفیہ سنیہ" قائم فرمایا۔ اس دارالعلوم میں آپ کے علاوہ دیگر مدرسین بھی درس دیتے ہیں۔

تحریکِ پاکستان میں آپ کا حصہ

عقائد حقہ کی نشرواشاعت کے ساتھ ساتھ ایک اسلامی خطہ (پاکستان) جہاں مکمل طور پر اسلام نافذ ہو، کی خاطر تحریکِ پاکستان میں بھرپور حصہ لیا۔ پہلے پہل تحریک خدائی خدمت گار میں شامل ہو کر خان عبدالغفار خان کے ساتھ کام کیا، لیکن بعد میں جب خان موصوف نے اس تحریک کو انڈین نیشنل کانگرس میں مدغم کر دیا، تو آپ نے اختلاف کرتے ہوئے علیحدگی اختیار کی۔

مسلم لیگ نے پاکستان کا مطالبہ کیا، تو آپ نے نہایت جرأت و ہمت کے ساتھ اس مطالبہ کی حمایت کی۔ آپ کے مشورہ سے حضرت پیر صاحب مانکی شریف (پیر محمد امین الحسنات) کی صدارت میں مشائخ وعلماء کی ایک جمعیت تشکیل دی گئی، جس کا نام "جمعیتہ الاصفیاء" رکھا گیا اور آپ اس جماعت کے ناظم مقرر ہوئے۔

آپ نے پیر صاحب کی معیت میں تمام ہندوستان کا دورہ کیا اور پھر پیر صاحب چورہ شریف کی صدارت میں ایک اجلاس منعقد کیا گیا اور اس میں ایک قرارداد کے ذریعے

یہ مطالبہ کیا گیا کہ پاکستان میں قرآن وسنت کے مطابق حکومت ہو، چنانچہ قائدِ اعظم محمد علی جناح اور شہیدِ ملت لیاقت علی خان نے اس مطالبہ کو تحریری طور پر تسلیم کیا۔ پاکستان بن جانے کے بعد برسرِ اقتدار طبقہ نے ایفائے عہد نہ کیا، تو آپ نے یاد دہانی کرائی، لیکن اس کی پاداش میں آپ کو تین دن تک حوالات میں رکھا گیا اور پھر گیارہ ماہ کے لیے پاکستان سے خارج کر دیا گیا۔

حج بیت اللہ شریف

۱۳۷۰ھ میں آپ نے حج کیا اور امیر الحاج کی حیثیت سے تشریف لے گئے۔ نیز آپ کو قاضی حجاج بھی مقرر کیا گیا۔ اثنار سفر میں آپ سے جتنے سوالات پوچھے گئے۔ ان سب کے تحریری جوابات آپ نے استفتات الحج کے نام سے مرتب کیے۔

تحریرات

تصنیف وتالیف کے سلسلے میں آپ نے کافی کام کیا ہے۔ بدمذہبوں اور بے دینوں کے رد میں رسائل تحریر کیے اور علمی وتحقیقی کتب بھی تحریر فرمائیں۔ آپ کی تصانیف کچھ مطبوعہ ہیں اور بعض ابھی تک زیورِ طبع سے آراستہ نہیں ہو سکیں۔ چند کتب یہ ہیں:

۱۔ مضامین القرآن

۲۔ مطالب القرآن

۳۔ قرأت القرآن

۴۔ حاشیہ مدارک التنزیل

۵۔ حاشیہ جلالین

۶۔ مرادی شرح زرادی

۷۔ شرح جزری

۸- الاستفتائات المیراث وغیرہا۔[1]

صاحبزادگان

آپ کے چار صاحبزادے ہیں، جو بفضلہٖ تعالیٰ اپنے والد ماجد کے صحیح جانشین ہیں۔ تمام صاحبزادگان طبقۂ علماء سے تعلق رکھتے ہیں:

۱- مولانا عبدالحنان، آپ نے اجمیر شریف و اوکاڑہ سے سندِ فراغت حاصل کی۔

۲- مولانا عبدالسبحان، آپ دارالعلوم حزب الاحناف لاہور سے فارغ ہیں۔

۳- مولانا عبدالدیان، آپ نے علوم کی تکمیل اشرف المدارس اوکاڑہ سے کی۔

۴- مولانا فضل سبحان، جامعہ امجدیہ کراچی اور جامعہ اسلامیہ بہاول پور کے مستند ہیں، اور جامعہ قادریہ، بغدادہ (مردان) کے مہتمم و شیخ الحدیث ہیں۔

تلامذہ

آپ کے تلامذہ کی تعداد کافی ہے، جن میں سے چند علماء حسبِ ذیل ہیں:

۱- مولانا محمد ابوداؤد قریشی، پشاور

۲- مولانا گل رحیم ،، اسمادی

۳- مولانا غلام نبی، ٹل کوہاٹ، وغیرہم

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے علمائے اہل سنت کی تصانیف، مرتبہ مولانا عبدالستار نظامی

[2] محمد امیر شاہ قادری، مولانا: تذکرۂ علماء مشائخ سرحد

فاضل جلیل مولانا محمد شمس الزماں قادری، لاہور

عمدۃ المدرسین حضرت مولانا ابوالبدر محمد شمس الزماں[1] قادری رضوی بن میاں اللہ بخش (مرحوم)، یکم جمادی الاول ۱۲ اگست ۱۳۵۳ھ/۱۹۳۴ء میں علاقہ کمالیہ ضلع فیصل آباد کے موضع شیخ بُرہان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے آباؤ اجداد میں سے ایک بزرگ حاجی شیر المعروف دیوان چاولی مشائخ، حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ کے ہم عصر گزرے ہیں۔ موصوف زہد و تقویٰ کے مجسمہ تھے اور حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ کی خدمت میں اکثر حاضر ہوا کرتے تھے۔ علامہ شمس الزماں قادری کے والد میاں اللہ بخش مرحوم، حضرت پیر سید قطب علی شاہ رحمۃ اللہ کے مریدِ خاص اور معتمد علیہ تھے، صاحب کشف بزرگ تھے، ذریعہ معاش زراعت تھی اور علاقہ کے معروف کھلاڑی تھے۔

---

[1] آپ کا نام محمد زمان تھا، لیکن حضرت محدثِ اعظم مولانا محمد سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے نام کو شمس الزماں کے نام سے بدلا۔ اس تبدیلی کی وجہ علامہ موصوف نے یوں بیان فرمائی کہ دورۂ حدیث کے دوران فیصل آباد کے نواح میں ایک مقام پر حضرت محدثِ اعظم نے مجھے جمعہ پڑھانے کے لیے بھیجا۔ اس علاقہ میں غیر مقلدوں کے دو مشہور مولوی، مولوی صمصام اور مولوی اکرام الحق رہتے تھے اور وہ اہل سنت کے خلاف ہرزہ سرائی میں مصروف رہتے۔ جب میں وہاں گیا تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے چند دنوں میں انقلاب برپا ہو گیا۔ ایک وہابی مولوی نے توبہ کی اور ایک وہابی کو مناظرہ میں شکست کی بنا پر مسجد چھوڑنا پڑی، چنانچہ مولوی صمصام نے نہایت پریشان ہو کر مناظرہ کا چیلنج کیا، حضرت صاحب رحمۃ اللہ نے خصوصی تربیت فرمائی اور الحمد للہ مناظرہ میں کامیابی نصیب ہوئی، وہابیوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا، تو اس پر حضرت صاحب نے فرمایا، تم آج سے شمس الزماں ہو۔

(مرتب سے حضرت علامہ کی گفتگو)

مولانا شمس الزماں قادری رضوی نے درسِ نظامی کی تعلیم مختلف مدارس سے حاصل کی۔ آغاز دربار پیر سید قطب علی شاہ سند ھلیانوالی، پیر محل ضلع فیصل آباد سے کیا، جہاں آپ نے تقریباً تین چار سال حضرت مولانا غلام مجتبیٰ سے علمی استفادہ کیا۔ ایک سال مدرسہ عربیہ انوار العلوم میں حضرت علامہ مفتی مسعود علی رحمۃ اللہ اور دیگر اساتذہ سے پڑھتے رہے۔ تین سال جامعہ سلیمانیہ دربار پیر صلاح الدین ماموں کانجن میں حضرت مولانا محمد عظیم کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ ایک سال جامعہ کریمیہ رضویہ ٹوبہ ٹیک سنگھ میں حضرت علامہ مولانا ولی النبی سے تعلیم حاصل کی اور آخری دو سال جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد میں گزارے جہاں میر زاہد، ملا حسن اور ہدایہ آخرین وغیرہا کتب حضرت مولانا مفتی نواب الدین اور حضرت مولانا مختار الحق سے پڑھیں، جبکہ توضیح تلویح، سراجی اور صحاح ستہ (کتبِ حدیث) حضرت محدثِ اعظم مولانا محمد سردار احمد قدس سرہٗ سے پڑھ کر ۱۹۵۶ء میں جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد سے سندِ فراغت اور دستارِ فضیلت حاصل کی۔

آپ نے دو سال جھنگ میں علوم اسلامیہ کی تدریس فرمائی۔ ۱۹۵۹/۶۰ء میں جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں مسندِ تدریس پر فائز رہے۔ ۱۹۶۲/۱۹۶۱ء میں جامعہ نعیمیہ لاہور اور پھر ۶۴/۱۹۶۳ء میں دوبارہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں درسِ نظامی کے مدرس رہے اور پھر ۱۹۶۵ء میں "غوث العلوم" کے نام سے ایک دینی ادارہ قائم کیا۔ جہاں آپ جامعہ کے جملہ انتظامات کے علاوہ پڑھاتے بھی ہیں۔

پھر جامع مسجد بیڈن روڈ لاہور میں خطیب مقرر ہوئے۔ ۱۹۶۶ء جامع مسجد صدیقیہ سمن آباد میں بھی امامت و خطابت کے فرائض سنبھال لیے اور دار العلوم کو بھی کرایہ کی جگہ سے اسی مسجد میں منتقل کیا جہاں آپ نے درسِ نظامی اور حفظ و قرأت کا معقول انتظام کیا ہوا ہے۔ علاوہ ازیں مختلف مساجد میں درس قرآن بھی

بھی دیتے ہیں۔

تحریکِ نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۹۷۷ء اور تحریکِ ختمِ نبوت ۱۹۷۴ء میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ جگہ جگہ تقاریر کے ذریعے تحریک کے مقاصد سے لوگوں کو آگاہ کیا، تحریکِ نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ پر ڈی۔پی۔آر کے تحت تین کیس بھی بنائے گئے۔

آپ جمعیت علماءِ پاکستان ضلع لاہور کے نائب صدر اور مرکزی مجلسِ عاملہ کے رکن رہ چکے ہیں۔ جماعتِ اہلِ سنت ضلع لاہور کی صدارت بھی آپ کے ذمہ ہیں۔

مولانا شمس الزماں قادری نے "مناقب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ" پر ایک کتابچہ تحریر کر کے چھپوایا اور ذکر بالجہر پر ایک کتابچہ تحریر کیا، لیکن طباعت سے قبل مسودہ گم ہو گیا۔

دسمبر ۱۹۷۲ء میں آپ حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے۔

آپ کو سلسلۂ قادریہ میں حضرت محدثِ اعظم مولانا محمد سردار احمد رحمۃ اللہ سے بیعت و خلافت کا شرف حاصل ہے۔

یوں تو آپ سے علومِ اسلامیہ کا اکتساب کرنے والے اصحاب کثیر التعداد ہیں تاہم چند مشہور تلامذہ یہ ہیں:

۱۔ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری، صدر مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
۲۔ مولانا مفتی سید مزمل حسین شاہ، مہتمم جامعہ حسینیہ فیض العلوم ملتان روڈ لاہور
۳۔ مولانا مفتی محمد رمضان، خطیب جامع مسجد موضع شیخ برہان (کمالیہ)
۴۔ مولانا مفتی ہدایت اللہ پسروری، مہتمم مدرسہ غوثیہ ہدایت القرآن، ملتان
۵۔ قاری خوشی محمد (قاری ریڈیو و ٹیلی ویژن) لاہور، حال جامعہ ازہر، مصر
۶۔ مولانا عبدالتواب صدیقی، لاہور

۷۔ مولانا محمد سردار ابن حضرت مولانا مفتی محمد حسین نعیمی، لاہور

۸۔ مولانا حافظ احمد یار جھنگوی، خطیب جامع مسجد مسلم کالونی، لاہور

۹۔ مولانا نذیر احمد

۱۰۔ مولانا جمیل احمد، کوٹ پنڈی داس، ضلع شیخوپورہ

۱۱۔ مولانا غلام ربانی، لاہور

۱۲۔ مولانا غلام فرید ہزاروی، ناظم دفتر جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

حضرت مولانا شمس الزماں قادری کے ہاں ایک صاحبزادہ اور چھ صاحبزادیاں تولد ہوئیں۔ صاحبزادہ محمد بدرالزماں نے میٹرک فسٹ ڈویژن میں پاس کیا اور آجکل جامعہ غوثیہ بھیرہ میں زیر تعلیم ہیں۔[1]

---

[1] تمام کوائف مرتب نے حضرت مولانا موصوف سے براہِ راست غوث العلوم سمن آباد لاہور میں ۲۴ نومبر ۱۹۷۸ء کو حاصل کیے۔

یادگارِ سلف مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری میرٹھی، راولپنڈی

ضیغمِ اسلام حضرت مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری میرٹھی بن حضرت مولانا شاہ محمد حبیب اللہ قادری رضوی ۱۴/ شوال المکرم ۱۳۲۷ھ/ ۲۹ اکتوبر ۱۹۰۹ء بروز جمعۃ المبارک میرٹھ (ہندوستان) میں پیدا ہوئے۔

آپ کے والد مکرم اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ کے خلیفہ مجاز تھے۔[1]

تعلیم و تربیت

آپ نے ابتدائی تعلیم مدرسہ امداد الاسلام اور مدرسہ قومیہ عربیہ میرٹھ (ہند) میں حاصل کی اور انتہائی کتب معقولات و منقولات میرٹھ کی قدیم درس گاہ مدرسہ اسلامیہ عربیہ میں پڑھ کر ۲۵ نومبر ۱۹۲۳ء کو سندِ فراغت اور دستارِ فضیلت حاصل کی۔ بعد ازاں عربی، فارسی اور انگریزی کے امتحانات الٰہ آباد یونیورسٹی سے پاس کیے۔

دینی و ملی خدمات

علومِ قدیمہ و جدیدہ کی تحصیل و تکمیل کے بعد آپ نے خاندانی دستور کے مطابق والد گرامی کے حکم سے جامع مسجد خیر المساجد میرٹھ میں خطابت جمعہ و عیدین کے فرائض انجام دینے شروع کیے۔ اس کے علاوہ تبلیغی دورے کر کے غیر مسلموں کو اسلام کی صداقت و حقانیت سے روشناس کیا۔ آپ کا اندازِ تقریر نہایت پیارا اور دل کش ہے۔ یہ انداز آپ نے حضرت مولانا شاہ محمد عبد العلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ سے سیکھا اور جلد ہی ایک نامور مقرر کی حیثیت سے

---

[1] والد ماجد قائد اہلِ سنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی، صدر جمعیت علماء پاکستان (مرتب)

معروف ہو گئے۔ کچھ مدت بعد آپ نے شہر کے مختلف رفاہی و تبلیغی اداروں اور انجمنوں کے سرپرست بن کر خدمتِ خلق کا فریضہ باحسن وجوہ انجام دیا۔

تحریکِ پاکستان میں آپ کا حصّہ

پاکستان (ایک اسلامی خطہ) کے حصول کی خاطر مسلمانانِ ہند کی نمائندہ جماعت مسلم لیگ میدانِ عمل میں آئی تو دیگر سنی اکابر کی طرح آپ بھی مسلم لیگ کے ہمنوا ہو گئے اور مسلم لیگ کا پیغام گلی گلی، کوچے کوچے اور گھر گھر پہنچانے کے لیے دورے شروع کر دیتے۔ نواب محمد اسماعیل خاں صدر صوبائی مسلم لیگ (یوپی) کی زیرِ قیادت شہری مسلم لیگ پولیٹیکل کانفرنس میرٹھ (منعقدہ ۳۱ دسمبر ۱۹۴۵ء و یکم و ۲ جنوری ۱۹۴۶ء) میں مجلس استقبالیہ کے صدر کی حیثیت سے شرکت کی اور "۱۸۵۷ء سے لے کر تحریکِ پاکستان تک مسلمانوں کی جدّوجہد آزادی" پر مختصر صدارتی خطبہ پڑھا۔

آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس ہند (منعقدہ ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء) کو کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کرنے کے لیے صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی اور حضرت محدث کچھوچھوی رحمہما اللہ کی معیت میں ملک کے طول و عرض (یوپی۔ سی پی، بہار، پنجاب اور مشرقی و مغربی بنگال) کے دورے کرتے رہے۔ اس کانفرنس نے جدّوجہد آزادی کو ایک نئی روح بخشی۔ مجاہدِ ملت مولانا عبدالحامد بدایونی اور مولانا صبغۃ اللہ فرنگی محلی کی رفاقت میں آل انڈیا مسلم لیگ کے جلسوں، کانفرنسوں اور بعض مشاورتی مجلسوں میں بھی شرکت کرتے رہے، یہاں تک کہ پاکستان معرضِ وجود میں آگیا۔

حج بیت اللہ و ہجرت

۱۹۴۹ء میں آپ پہلی مرتبہ حج بیت اللہ و زیارت روضۂ رسول علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

سے مشرف ہوئے۔ جب وطن واپس پہنچے، تو معلوم ہوا کہ تحریک پاکستان میں حصہ لینے اور مسلم لیگ کا سرگرم رکن ہونے کے جرم میں گرفتاری کا حکم صادر ہو چکا ہے۔ اطلاع ملتے ہی آپ صرف جائداد کے کاغذ لے کر دہلی پہنچے اور بعد میں براستہ بمبئی بذریعہ بحری جہاز پاکستان پہنچ گئے۔

پاکستان میں آمد اور تبلیغ دین

ہندوستان سے ہجرت فرما کر آپ کچھ عرصہ کراچی اور خوشاب (سرگودھا) میں رہے اور پھر راولپنڈی میں مستقل طور پر رہائش پذیر ہو گئے۔ راولپنڈی میں آپ نے خطابت کا سلسلہ شروع کیا اور اندرونِ ملک تبلیغی دورے بھی شروع کر دیے۔ ۱۹۵۱ء میں جمعیت علمائے پاکستان راولپنڈی کے صدر منتخب ہو گئے۔ [1]

راولپنڈی میں ہی ایک دار العلوم "احسن المدارس" قائم کیا اور مارچ ۱۹۵۳ء میں ماہنامہ "سالک" جاری کیا جو بارہ سال تک مذہب و ملت کی خدمات سرانجام دیتا رہا۔

پسِ دیوارِ زنداں

۱۹۵۳ء میں جب تحریک ختم نبوت چلی، تو آپ بھی اس میں شریک ہوئے (اس تحریک کے صدر علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمہ اللہ تھے اور آپ کی قیادت میں تمام مکاتبِ فکر کے علماء نے تحفظ ختم نبوت کی خاطر جدوجہد کی) اس سلسلے میں قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کرتے رہے۔

---

[1] اب چونکہ آپ بوجہ پیرانہ سالی کمزور ہو چکے ہیں، اس لیے آپ کی سرپرستی میں جمعیت کی راولپنڈی شاخ کا صدر حضرت مولانا سید عبدالقادر شاہ جیلانی ایم اے ایل ایل۔ بی۔ پی ایچ ڈی فاضل مدینہ یونیورسٹی کو منتخب کیا گیا۔ امید واثق ہے کہ حضرت شاہ صاحب کی باصلاحیت شخصیت جمعیت (راولپنڈی) کو بامِ عروج پر پہنچائے گی۔ (محمد صدیق ہزاروی)

۲۲ اگست ۱۹۵۹ء کو پہلے مارشل لاء کے نفاذ پر اس وقت کے ڈپٹی کمشنر جی ایم یزدانی ملک کے نامناسب رویے پر جامع مسجد مرکزی راولپنڈی کی خطابت سے مستعفی ہو گئے۔ ملک کے طول و عرض سے خطابت کی پیشکش ہوئی، لیکن آپ نے باصرار جامع مسجد واہ فیکٹری کی خطابت منظور فرمالی۔

آپ نے ہند و پاک کے علاوہ دیگر ممالک میں دین اسلام کی تبلیغ فرمائی اور لاتعداد غیر مسلموں کو دولتِ ایمان سے مشرف کیا۔ ۱۹۶۸ء میں آپ بغداد، نجف اشرف، کربلا اور کاظمین سے ہوتے ہوئے انگلستان پہنچے اور آٹھ ماہ تک قیام فرما کر لندن، ڈیوزبری، برمنگھم، کیتھلے، بریڈفورڈ اور دیگر بہت سے شہروں میں خطاب کیا۔ آپ کی پُراثر تقریر سے متاثر ہو کر بے شمار عیسائیوں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

۲۱ راپریل ۱۹۷۴ء کو پھر انگلستان میں ورلڈ اسلامک مشن کی کانفرنس میں شرکت فرمائی[۱] اور اگست تک مختلف شہروں اور قصبوں میں تبلیغی خدمات سرانجام دیتے رہے۔

حضرت مولانا شاہ عارف اللہ قادری اپنی بیعت کے بارے میں "میری بیعت" کے عنوان کے تحت خود لکھتے ہیں: "میرا سلسلۂ طریقت علی حسین گیلانی قدس سرہ (کچھوچھہ شریف) سے نہ صرف وابستہ ہے (۲۰ ربیع الاول شریف ۱۹۵۱ء کو بیعت کا شرف حاصل ہوا) بلکہ تاج خلافت و خرقۂ اجازت بھی عطا فرمایا گیا، لیکن اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ سے حسنِ عقیدت و محبت اور سلسلۂ عالیہ رضویہ کے فیوض و برکات سے بہرہ ور ہونے کے لیے ۳۰ جون ۱۹۴۴ء کو حضرت والد ماجد علیہ الرحمہ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوا، اور حضرت صاحب نے تمام اوراد و معمولات کی اجازت کے ساتھ تبرکات بھی مرحمت فرمائے جو بحمدہٖ تعالیٰ میرے پاس محفوظ ہیں۔"[۲]

---

[۱] اس کانفرنس کی صدارت مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی صدر جمعیت علماء پاکستان نے کی اور آپ ہی ورلڈ اسلامک مشن کے صدر منتخب ہوئے، جبکہ جنرل سیکرٹری کیلئے علامہ ارشد القادری کا انتخاب ہوا۔ محمد صادق قصوری: اکابر تحریک پاکستان ص ۱۰۲

[۲] مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری، اذکارِ حبیب رضا، ص ۱۹

محققِ بے مثیل علامہ عبدالحق غورغشتوی، غورغشتی (کیمبلپور)

محققِ بے مثیل حضرت میاں عبدالحق ابن امیر احمد ابن احمد شیخ صحابی رسول حضرت جابر رضی اللہ عنہ، کی اولاد امجاد میں سے ہیں۔ آپ اپنے وقت کے امام اور جلیل القدر علماء کے استاذ ہیں۔ آپ کی عمر اس وقت (۱۹۷۸ء میں) اکیاسی سال سے متجاوز ہے۔ [1]

تعلیم و تربیت

ابھی آپ کی عمر ایک برس تھی کہ والد اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ آپ کے چچا علامہ فیضی میاں رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی تربیت کی اور تعلیم کی طرف متوجہ کیا۔ کافیہ وغیرہ مولانا فضل احمد سے بمقام غازی پڑھا۔ مولانا سید حبیب شاہ قاضی پوری سے بھی درس لیا۔ مولانا نور گل تلمیذ علامہ فضل حق رامپوری سے بھی اخذ فیض کیا۔ مولانا محمد دین بدھوی (کیمبلپور) سے علومِ حکمیہ کی تکمیل کی۔ حضرت علامہ بدھوی علیہ الرحمہ بھی علامہ فضل حق رامپوری کے تلامذہ میں سے ہیں۔

دورۂ حدیث کے لیے دیوبند گئے، لیکن قسمت نے یاوری کی اور دورانِ سال ہی کسی عارضہ کی بناء پر واپس تشریف لے آئے۔

تدریس

فراغت کے بعد دو سال بکھڑ شریف مسندِ تدریس پر فائز رہے اور اس کے بعد

---

[1] ماہنامہ فکر و نظر، شعبان ۱۳۹۶ھ / اگست ۱۹۷۶ء، ص ۱۳۰

دربارِ عالیہ سیال شریف میں تدریسی ذمہ داریاں سنبھال لیں، لیکن چند ماہ بعد واپس تشریف لے آئے اور چالیس سال تک غورغشتی ضلع کیمبلپور میں اپنی مسجد میں علم و فضل کے پیاسوں کو سیراب کرتے رہے [1]

ایک مرزائی سے مناظرہ

حضرت میاں صاحب، جہاڑ علاقہ تربیلہ میں مولانا محمد جان سے ملاقات کے لیے تشریف لے گئے، تو مولانا محمد جان نے بتایا کہ میاں عبدالجبار مرزائی ساکن گندف سیداں ہزارہ ڈویژن نے مجھے ایک خط میں لکھا ہے کہ یا تو مرزائیوں کو کافر کہنا چھوڑ دو یا پھر ہم سے مناظرہ کرو اور مشورہ طلب کیا کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ حضرت میاں صاحب نے فرمایا کہ آپ اس علاقے کے مفتی ہیں، اگر آپ خاموش رہے، تو عوام سمجھیں گے کہ مولوی عبدالجبار حق پر ہے، چنانچہ انہوں نے میاں صاحب کو ساتھ لیا اور بمقام گندف پہنچ گئے۔ عوام کو پتہ چلا، تو گرد و نواح کے لوگوں کا ایک جمِ غفیر جمع ہوگیا۔

مولوی عبدالجبار اور اس کے حواری بار بار بلانے کے باوجود میدانِ مناظرہ میں نہ نکلے اور بالآخر اصرار شدید کے بعد شام چار بجے کے قریب اپنے حواریوں سمیت آپہنچے۔ علماء نے متفقہ طور پر اہل سنت وجماعت کی طرف سے حضرت میاں صاحب کو مناظر منتخب کیا۔ مختلف سوالات وجوابات کے تبادلے کے بعد جب مولوی عبدالجبار کا بس نہ چلا اور علم کے اس کوہِ گراں کے سامنے نہ ٹھہر سکا، تو اپنی ندامت چھپانے کے لیے پشتو میں اپنے ساتھی سے کہنے لگا "خو دیر زور ور ملا دے" (بھئی یہ مولوی تو کوئی آفت ہے) میاں عبدالحق نے فرمایا کہ مرزا کی گمراہیاں آپ کے سامنے پیش کر دی ہیں، آپ کی مرضی ہے کہ اب راہِ حق قبول کریں یا نہ!

---

[1] محمود احمد قادری، مولانا: تذکرہ علماء اہل سنت، ص ۱۷۸، ۱۷۹، مطبوعہ کانپور، (ہند)

مولوی عبدالجبار مبہوت ہو کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور یوں میاں صاحب کو کامیابی حاصل ہوئی۔ اس کے بعد آپ نے لوگوں کے سوال پر فرمایا کہ جب تک یہ شخص توبہ نہ کرے۔ اس کی غمی اور شادی میں شرکت نہ کی جائے۔ [۱]

علم وحکمت کا منبع

حضرت استاذ العلماً میاں عبدالحق علم وحکمت کا منبع و مرکز ہیں اور اجل علماہر کو آپ سے شرفِ تلمذ حاصل ہے، چنانچہ آپ کے علمی مقام کی طرف اختر راہی نے "فکر و نظر" میں "دو کتب خانوں کے چند نادر مخطوطات" کے عنوان سے ایک مضمون میں ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے:

"میاں صاحب بلند پایہ عالمِ دین ہیں۔ علاقہ میں ان کا فتویٰ تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس وقت موصوف کی عمر اسّی سال سے متجاوز ہے، مگر حافظہ بے مثال ہے۔ موصوف کی زندگی کا بڑا حصہ تدریس و تعلم میں گزرا ہے، ان کے رشحاتِ قلم سے دو تین کتابچے شائع ہوئے۔ موصوف کے کتب خانہ میں تفسیر، حدیث، فقہ حنفی اور درسی کتب کا منتخب ذخیرہ ہے۔ مخطوطات کی تعداد چالیس پچاس کے درمیان ہے۔" [۲]

مشہور تلامذہ

آپ سے کثیر التعداد تلامذہ نے اکتسابِ فیض کیا۔ کابل اور کوہاٹ کی طرف آپ کے بے شمار تلامذہ موجود ہیں، چند مشہور شاگرد مندرجہ ذیل ہیں:

---

[۱] عبدالحکیم شرف قادری مولانا: ضمیمہ کتاب نور الانوار مع ترجمہ تنویر الابصار ص ۱۶، ۲۰

[۲] اختر راہی: ماہنامہ "فکر و نظر" شعبان ۱۳۹۶ھ، اگست ۱۹۷۶ء، ص ۱۳۰، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی اسلام آباد

۱۔ مولوی غلام اللہ خان، راولپنڈی (دیوبندی مکتبۂ فکر کے مشہور عالم)

۲۔ حضرت علامہ گل اکرام، راولپنڈی

۳۔ حضرت مولانا ہدایت الحق، حضرو

۴۔ حضرت مولانا عبدالحق، بارہ زئی

۵۔ مولوی حبیب الرحمان (دیوبندی مکتبۂ فکر سے تعلق رکھتے ہیں)

۶۔ مولوی ضیاء الحق " " "

۷۔ مولوی فضل الرحمٰن " " "

صاحبزادگان

۱۔ مولوی عبدالسلام (دورۂ حدیث پڑھتے ہوئے فوت ہو گئے)

۲۔ مولوی حبیب الرحمٰن

۳۔ مولوی سیف الرحمٰن

۴۔ مولوی نعمان (خطیب جامع مسجد غوثیہ نصیر آباد، نزد کوہ نور ملز، راولپنڈی)

ل عبدالحکیم شرف قادری، مولانا: حالات مصنف ضمیمہ نور الانوار مع ترجمہ تنویر الابصار ص ۲۰-۲۰

مطبوعہ جمعیت علماء سرحد پاکستان، دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور

ٹ مرتب (محمد صدیق ہزاروی) نے حضرت استاذ العلماء مولانا عبدالحق مدظلہٗ کی دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ میں زیارت کی، جبکہ مرتب وہاں متعلم تھا اور حضرت سالانہ امتحان کے موقعہ پر تشریف لائے تھے۔ حضرت کی پُر وقار شخصیت جو زہد و تقویٰ کا عملی نمونہ ہے، قابلِ زیارت ہے۔

حضرت مولانا صاحبزادہ محمد عبدالحق ، بندیال

حضرت مولانا صاحبزادہ محمد عبدالحق بن استاذالاساتذہ حضرت مولانا یار محمد بن سلطان محمد بن شاہ نواز ۱۳۴۹ھ/۱۹۳۰ء میں بندیال (ضلع سرگودھا) کے مقام پر پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا یار محمد بندیالوی (متوفی ۱۳۶۹ھ/۱۹۵۰ء) اپنے وقت کے امام تھے اور ان سے بڑے بڑے فضلاء کو شاگردی کا شرف حاصل ہے۔ حضرت علامہ یار محمد علیہ الرحمہ سے تقریباً نصف صدی ہندوستان و افغانستان سے آنے والے شائقین رشد و ہدایت کا درس لیتے رہے۔[۱]

تعلیم و تربیت

آپ نے صرف و نحو کی کتب اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ سے پڑھیں اور پھر موضع حفیظ بانڈی مضافات مانسہرہ (ہزارہ) میں مولانا عبدالغفور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شرح جامی و رسائل منطق کی تعلیم حاصل کی۔ یہاں سے ملوال (کیمبلپور) پہنچے اور (فقہ میں) ہدایہ، شرح عقائد اور کتب ادب مولانا نور محمد سے پڑھنے کے بعد واپس اپنے گھر لوٹ آئے۔ واپس آنے کے بعد کتب معقول استاذ العلماء حضرت مولانا محمد دین بدھوی سے اور بعض کتب حضرت علامہ مولانا عطا محمد سے اپنے والد ماجد کے قائم کردہ مدرسہ میں پڑھیں۔ پھر بخاری شریف استاذالاساتذہ شیخ الحدیث علامہ مولانا محب النبی (متوفی ۲۱ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ) سے جامعہ نظامیہ رضویہ وزیر آباد میں پڑھی، جبکہ یہاں ہی بعض کتب شیخ القرآن علامہ عبدالغفور

---

[۱] حیات العلماء، ص ۴۳

ہزاروی (متوفی ۱۹ اکتوبر ۱۹۷۰ء) سے پڑھیں۔

پھر واپس گھر تشریف لائے اور اپنے دارالعلوم میں تمام علوم حدیث کا درس حضرت علامہ مولانا عطا محمد مدظلہٗ سے لیا۔ آپ کی دستار بندی جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد میں ہوئی۔ اور ۱۹۶۲ء میں آپ نے فراغت حاصل کی۔

دینی و ملّی خدمات

آپ دارالعلوم مظہریہ امدادیہ بندیال کے جملہ انتظام و انصرام کی دیکھ بھال کے علاوہ علوم عربیہ کی تدریس بھی فرماتے ہیں۔ علاقہ بھر کے شرعی فیصلے آپ ہی فرماتے ہیں۔ آپ کے فیصلے کو لوگ دل و جان سے قبول کرتے ہیں اور کسی کو اس فیصلے کے سامنے دم مارنے کی جرأت نہیں ہوتی۔

علاوہ ازیں لوگوں کی روحانی بیماریوں کا علاج فرماتے ہیں۔

طالب علمی کے زمانے میں آپ موضع شادیہ (ضلع میانوالی) میں ایک زمیندار غلام محمد ولد خان بیگ جنجوعہ کی والدہ کی فاتحہ خوانی کے لیے تشریف لے گئے۔ وہاں ایک مولوی صاحب ذیابٌ فی ثیابٌ کے مصداق دجل و فریب سے اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت ظاہر کرتا تھا۔ آپ نے اس سے گفتگو کی اور اس کی بدعقیدگی کو عوام کے سامنے واضح کر کے اس کے دجل کے تار و پود بکھیر دیے اور عوام کے عقائد کو محفوظ فرمایا۔[۳]

جماعت احمدیہ قائد آباد کے صدر ڈاکٹر مبارک علی شاہ اور سیکرٹری احمد علی شاہ نے بغدادی جامع مسجد میں آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور مرزائیت سے بیزاری و لاتعلقی

---

[۱] مولانا غلام مہر علی، الیواقیت المہریہ، ص ۱۰۴

[۲] حیات استاذ العلماء، ص ۸۴

[۳] 〃 〃 〃 ص ۸۹

کا اعلان کیا۔ ؎۱

۱۹۷۷ء کے انتخابات میں آپ نے جمعیت علمائے پاکستان کے جنرل سیکرٹری مجاہدِ ملت علامہ عبدالستار خان نیازی کی انتخابی مہم میں بھرپور حصہ لیا اور اس سلسلہ میں بعض پیچیدگیوں کے باوجود کلمۂ حق کہنے سے گریز نہ کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ علامہ نیازی کی مخالفت کا وہ طوفان جو اپنی مخصوص شکل میں ظاہر ہوا، کا مقابلہ کرنا صرف آپ ہی کا کام تھا۔

بیعت

آپ نے حضرت خواجہ پیر سید غلام محی الدین شاہ عرف بابوجی رحمۃ اللہ (متوفی ۲۲ رجون ۱۹۷۴ء/۱۳۹۴ھ) سے شرف بیعت اور خلافت و اجازت کا اعزاز حاصل کیا۔

والد ماجد کی دُعا

آپ خود فرماتے ہیں "کہ مجھ پر جو کچھ بھی خدا کا فضل و کرم ہوا، یہ سب قبلہ والد صاحب کی دعاؤں کا ثمرہ ہے۔" آخری وقت میں جب آپ والد مکرم کی خدمت میں مصروف رہتے تو انہوں نے دُعا دیتے ہوئے فرمایا: "اللہ تعالیٰ تجھے علم نافع دے" ؎۲
آپ کے دو صاحبزادے مظہر الحق اور ظفر الحق زیرِ تعلیم ہیں، جبکہ دیگر صاحبزادگان کمسن ہیں۔

؎۱ روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۱۸ جون ۱۹۷۴ء، بحوالہ ضیائے حرم ختم نبوت نمبر دسمبر ۱۹۷۴ء ص ۱۲۰

؎۲ حیات استاذ العلماء، ص ۹۴

فاضل نوجوان مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری، لاہور

میدانِ تحریر و تدریس کے شاہسوار حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری بن مولانا اللہ دتہ بن نواز بخش ۱۳۶۴ھ/۱۹۴۴ء میں بمقام مرزا پور ضلع ہوشیار پور پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد ایک متقی اور پابند شریعت بزرگ ہیں۔ حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق اور اولیاء کرام سے محبت ان کے افعال اور اعمال میں نمایاں دیکھی جا سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنی اولاد کی صحیح تربیت اسی نہج پر فرمائی ہے، چنانچہ ان کی دین سے والہانہ محبت کا نتیجہ ہے کہ حضرت علامہ شرف قادری کو خاص طور پر علوم اسلامیہ کی تعلیم سے آراستہ کیا جن کی صلاحیتوں کا زمانہ معترف ہے۔

قیام پاکستان کے وقت آپ کا خاندان ہجرت کر کے لاہور پہنچا۔ آپ کے والد ماجد مستقل طور پر یہیں مقیم ہو گئے۔ اس وقت آپ کی عمر تقریباً چار سال کے لگ بھگ تھی۔ آپ نے پرائمری تک تعلیم لاہور میں حاصل کی اور پھر علوم اسلامیہ کی تعلیم کے لیے آپ کو والد ماجد نے جامعہ رضویہ فیصل آباد داخل کرا دیا، جہاں آپ نے حضرت محدث اعظم مولانا محمد سردار احمد رحمہ اللہ کی نگرانی میں درس نظامی کا نصاب شروع کیا۔ خود ان سے بھی منطق کا ابتدائی رسالہ صغریٰ پڑھنے کا اتفاق ہوا۔

فیصل آباد میں آپ نے مولانا حافظ احسان الحق، سید منصور شاہ، مولانا حاجی محمد حنیف، مولانا حاجی محمد امین اور مولانا محمد عبداللہ جھنگوی رحمہ اللہ (م ۲۵ ذوالحجہ ۱۳۹۳ھ) کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔

۲۹ جمادی الاولیٰ / ۲ جنوری (۱۳۷۶ھ/۱۹۵۷ء) کو آپ سیال شریف پہنچے اور وہاں

حضرت مولانا صوفی حامد علی رحمہ اللہ (م ۱۹؍رجب المرجب ۱۳۹۶ھ/ ۱۶؍جولائی ۱۹۷۶ء) مہتمم مدرسہ نعمانیہ رضویہ لیّہ (مظفرگڑھ) سے نحو میر پڑھی۔ علاوہ ازیں حضرت مولانا محمد اشرف سیالوی حال شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور سے بھی کچھ اسباق پڑھے۔

متوسط کتب کی تعلیم کے لیے آپ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں حضرت مولانا غلام رسول حال شیخ الحدیث جامعہ رضویہ فیصل آباد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے علمی استفادہ کیا۔ اس دارالعلوم میں اگرچہ آپ نے مولانا نور محمد، مولانا شمس الزماں، مولانا محمد ایوب اور مولانا غلام مصطفےٰ سے بھی چند کتابیں پڑھیں، لیکن اکثر و بیشتر کتب کی تعلیم حضرت مولانا غلام رسول اور حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس (اہل سنت پاکستان) سے حاصل کی۔

بعدازاں آخری کتب پڑھنے کے لیے مولانا شرف قادری، بندیال میں استاذالاساتذہ حضرت مولانا عطا محمد (بندیالوی) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہاں آپ نے تقریباً ہر فن میں استفادہ کیا۔ نحو میں عبدالغفور و تکملہ، بلاغت میں مختصر المعانی و مطوّل، منطق میں ملا جلال، رسالہ قطبیہ، قاضی اور حمداللہ، فلسفہ میں میبذی، صدرا اور شمس بازغہ، علم ہیئت میں تصریح ہندسہ میں اقلیدس، فقہ میں ہدایہ مکمل، اصول فقہ میں حسامی و مسلم الثبوت، حدیث میں مشکوٰۃ و ترمذی اور تفسیر میں بیضاوی پڑھی۔ اس کے علاوہ بعض کتب کا سماع بھی کیا جن میں بدیع المیزان، مرقاۃ، قال اقول، شرح تہذیب، قطبی مع میر، ملا حسن اور رشیدیہ شامل ہیں۔

علامہ شرف قادری نے تدریسی زندگی کا آغاز ۱۹۶۵ء میں جامعہ نعیمیہ لاہور سے کیا۔ ۱۹۶۶ء میں حضرت استاذ العلماء مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی نے انہیں جامعہ نظامیہ رضویہ میں بلالیا۔ جہاں انہوں نے ۱۹۶۷ء تک تدریسی فرائض سرانجام دیے۔

۱۹۶۸ء میں پیر طریقت حضرت صاحبزادہ محمد طیب الرحمان چھوہروی، آپ کو حضرت

مفتی صاحب کی اجازت سے دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور لے گئے، جہاں آپ نے صدر مدرس اور مفتی کی حیثیت سے چار سال تک کام کیا۔

دسمبر ۱۹۷۱ء میں مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم چکوال کے منتظمین کی دعوت اور شدید اصرار پر چکوال آگئے۔ یہاں دو سال تک فرائض تدریس انجام دیے۔

۱۹۷۳ء میں آپ لاہور آئے اور دوبارہ جامعہ نظامیہ رضویہ میں صدر مدرس اور استاذ الحدیث مقرر ہوئے۔

ہری پور میں قیام کے دوران آپ نے وہاں کے بکھرے ہوئے سُنّی علماء کو جمع کیا اور جمعیت علماء سرحد، پاکستان کے نام سے ایک تنظیم قائم کی۔ آپ ہی کو جمعیت کا ناظم اعلیٰ مقرر کیا گیا اور دیگر تبلیغی امور کے علاوہ پہلی مرتبہ آپ کی قیادت میں ہری پور کے سنیوں نے امام اہل سنت مولانا الشاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لیے یوم رضا منایا۔

چکوال میں بھی آپ نے نوجوان اور فعال کارکنوں کو اکٹھا کر کے جماعت اہل سنت قائم کی اور وہاں کے لوگوں میں سنیت اور رضویت کی روح پھونک دی اور بڑی دھوم دھام سے یوم رضا منایا گیا۔

مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری نے ہری پور قیام کے دوران اپنی اشاعتی زندگی کا باضابطہ طور پر آغاز کیا۔ نیز مکتبہ رضویہ لاہور قائم کر کے آپ نے حاشیہ مولانا احمد حسن بر حمد اللہ، اقامۃ القیامہ، ایذان الاجر، الکافی، شرح ایساغوجی، نام حق مع حاشیہ فیضل حق شرح کریما اور سیف الجبار ایسے مفید رسائل، شروح اور حواشی شائع کیے۔

جمعیت علماء پاکستان (سرحد) کی طرف سے فضائل اذکار، البجۃ الفاتحہ، بذل الجوائز نور الانوار، یاد اعلیٰ حضرت، شرح الحقوق، مسائل اہل سنت، عقد الجید اور ذکر بالجہر ایسی عقائد اہل سنت پر مشتمل کتابیں شائع کیں۔

تبلیغ و اشاعت کو وسعت دینے کے ارادے سے آپ نے دسمبر ۷۳ء میں دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ میں حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی، مولانا الحاج محمد منشا تابش قصوری اور مولانا الحاج محمد جعفر ضیائی کے تعاون سے مکتبہ قادریہ قائم کیا۔

قلیل عرصہ میں مکتبہ قادریہ لاہور کی طرف سے مندرجہ ذیل کتب شائع ہوئیں:

۱۔ النیرۃ الوضیہ ، امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ

۲۔ ہمارا اسلام (پانچ حصے) مولانا مفتی محمد خلیل خان برکاتی

۳۔ باغی ہندوستان ، مولانا عبدالشاہد شروانی

۴۔ تاریخ تناولیاں (سو سالہ پرانی تاریخ)

۵ کوثر الخیرات ، مولانا محمد اشرف سیالوی

۶۔ تذکرۃ المحدثین ، مولانا غلام رسول سعیدی

۷۔ مقام سنت ، مولانا محمد مشتاق احمد چشتی

۸۔ محمد نور ، مولانا محمد منشا تابش قصوری

۹۔ اغثنی یا رسول اللہ ، " " "

۱۰۔ ذکر بالجہر (ہر دو حصہ) مولانا غلام رسول سعیدی) ۱۱۔ المبین (مولانا سید سلیمان اشرف

مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری جہاں تدریسی و تقریری صلاحیتوں سے بہرہ ور ہیں، وہاں اللہ تعالیٰ نے فنِ تحریر کا بھی ملکہ ودیعت فرمایا ہے؛ چنانچہ مختلف رسائل و جرائد میں آپ کے تحقیقی مضامین اس بات پر شاہد عدل ہیں۔

الحدیقۃ الندیہ، حاشیہ امام فضل حق خیرآبادی، دو اہم فتوے، سیف الجبار اور باغی ہندوستان پر نہایت تحقیقی اور مبسوط مقدمے آپ کی تحریری خوبیوں کا منہ بولتا ثبوت ہیں اور اس پر طرّہ یہ کہ آپ نے تدریس کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے ساتھ ساتھ مندرجہ ذیل کتب تصنیف فرمائیں:

۱۔ یادِ اعلیٰ حضرت (اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ کی سوانح)
۲۔ فضلِ حق حاشیہ نامِ حق، ۳۔ حاشیہ کریما، ۴۔ احسن الکلام فی مسئلۃ القیام
۵۔ مسائل اہلِ سنّت، ۶۔ غایۃ الاحتیاط فی جواز حیلۃ الاسقاط، ۷۔ سوانح سراج الفقہاء
(یہ مقالہ امام احمد رضا نمبر اور انوارِ رضا میں شائع ہو چکا ہے) ۸۔ تذکرہ اکابرِ اہلِ سنت (پاکستان)
۹۔ حاشیہ مرقاۃ (عربی) ۱۰۔ حواشی قاضی مبارک (غیر مطبوعہ) ۱۱۔ ترجمہ کشف النور عن اصحاب القبور
(از علامہ عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی)

۲۵ مارچ ۱۹۷۰ء کو آپ نے حضرت مفتی اعظم پاکستان ابو البرکات سید احمد رحمۃ اللہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا اور تبرکاً سندِ حدیث بھی حاصل کی۔

۱۹۶۳ء میں آپ کی شادی ہوئی۔ اس وقت آپ کے تین صاحبزادے ممتاز احمد، مشتاق احمد، اور نثار احمد اور دو صاحبزادیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اولاد کو اسلاف کا نمونہ بنائے (آمین)

آپ کی تدریسی زندگی میں سے بے شمار طلباء نے اکتسابِ فیض کیا، تاہم چند مشہور تلامذہ یہ ہیں:

۱۔ مولانا حافظ عطا محمد، مہتمم مدرسہ خوشاب
۲۔ مولانا عزیز اللہ، ڈسٹرکٹ خطیب لاڑکانہ (سندھ)
۳۔ مولانا غلام نبی، صدر مدرس مدرسہ حنفیہ سراج العلوم گوجرانوالہ
۴۔ مولانا احمد دین، صدر مدرس توگیرہ شریف
۵۔ قاری عبد الرشید، ناظم اعلیٰ مدرسہ شیرا کوٹ لاہور
۶۔ قاری عبد الرسول، کوٹ ادّو
۷۔ مولانا محمد رفیق چشتی، مؤلف شرح کریما
۸۔ مولانا محمد عصمت اللہ، آزاد کشمیر
۹۔ صاحبزادہ حمید الدین، دور ریال، آزاد کشمیر [۲]

---

[۱] شائع کردہ مرکزی مجلس رضا لاہور [۲] غلام رسول سعیدی، مولانا: تعارف مؤلف تذکرہ اہل سنت، مولفہ شرف قادری ص ۱۴ تا ۱۸

مفتی عبدالرحیم سکندری، شاہ پور چاکر (سانگھڑ)

ابوالفضل مولانا مفتی عبدالرحیم سکندری بن ماسٹر محراب خان بن حاجی قادر داد، بن مولابخش بن محراب فقیر پاگاروی ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۶۵ھ / یکم ستمبر ۱۹۴۶ء بروز ہفتہ صبح پانچ بجے گوٹھ مولابخش تحصیل میرواہ ضلع خیرپور سندھ کے مقام پر پیدا ہوئے۔

آپ جتوئی بلوچ کی شاخ، شر بلوچ سے تعلق رکھتے ہیں۔

حضرت مفتی عبدالرحیم سکندری نے پرائمری تک اُردو تعلیم اپنے آبائی گاؤں میں حاصل کی۔ ادیب عربی، عالم عربی اور فاضل عربی کے امتحانات سندھ تعلیمی بورڈ سے پاس کر کے سندات حاصل کیں۔

علوم دینیہ کی تحصیل کی خاطر سندھ میں اہل سنّت کی عظیم دینی درس گاہ جامعہ راشدیہ پیر جو گوٹھ دربارِ عالیہ پاگارہ شریف سے منسلک ہوئے۔ جہاں آپ نے علوم عربیہ کی تمام مروجہ کتب پڑھنے کے علاوہ کتب احادیث کا بھی درس لیا اور ۲۷ رجب المرجب ۱۳۸۶ھ / ۱۱ نومبر ۱۹۶۶ء کو سندِ فراغت حاصل کی۔

جامعہ راشدیہ میں آپ نے جن اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا، ان کے اسماءِ گرامی یہ ہیں: (۱) فقیہ کبیر حضرت مفتی محمد صاحب داد رحمۃ اللہ (۲) استاذ العلماء علامہ مولانا محمد صالح رحمۃ اللہ (۳) شیخ المعقولات علامہ سید حسین امام اختر رحمۃ اللہ (۴) نبیرۂ اعلیٰ حضرت علامہ مفتی تقدس علی خان دامت برکاتہم (۵) علامہ الحاج عبدالصمد رحمۃ اللہ (۶) علامہ کریم بخش مدظلہ۔

آپ نے فراغت کے بعد اپنے استاذِ مکرم استاذ العلماء مولانا محمد صالح رحمۃ اللہ (سابق مہتمم

جامعہ راشدیہ پیر جو گوٹھ کے مشورے سے شاہ پور چاکر ضلع سانگھڑ میں ایک دینی ادارہ صبغۃ الہدیٰ کے نام سے قائم کیا۔ آپ دار العلوم کے جملہ انتظامات کی سرانجام دہی کے علاوہ علوم اسلامیہ کی تدریس بھی فرماتے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ جامع مسجد غوثیہ شاہ پور چاکر میں امامت و خطابت کے فرائض بھی سرانجام دیتے ہیں۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ نے سندھ کے اطراف واکناف کا دورہ کیا۔ تقاریر کے ذریعے عوام کو ختم نبوت کی اہمیت سے آگاہ کرنے کے علاوہ مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کی قرار دادیں منظور کرائیں۔

۱۹۷۷ء کی تحریک نظامِ مصطفےٰ میں ضلع سکھر، نواب شاہ، سانگھڑ اور ضلع خیر پور میں دورے کیے اور قومی اتحاد کے نمائندوں کے حق میں مختلف جلسوں سے خطاب کر کے نظامِ مصطفےٰ کے نفاذ کی خاطر فضا کو سازگار بنایا۔

تعلیمی، انتظامی اور تبلیغی مصروفیات کے باوجود آپ نے چند کتب تحریر فرمائیں جو مندرج ذیل ہیں:

۱۔ خلاصۃ التفاسیر، تفسیر ۲۰۰ صفحات، غیر مطبوعہ

۲۔ ذکر عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۱۰۰ صفحات، انجمن پریس کراچی

۳۔ شیعان علی، مناظرہ ۲۵۰ صفحات، غیر مطبوعہ

۴۔ ترجمہ مکتوبات حضرت پیر سید محمد راشد روضی دھنی، غیر مطبوعہ

آپ کو سندھ کے مشہور روحانی خاندان راشدیہ قادریہ کے چشم و چراغ مجاہد ملت حضرت پیر سید شاہ مردان علی شاہ (پیر صاحب پاگارہ) سے ۱۹۶۳ء میں بیعت کا شرف حاصل ہوا۔

آپ کے دو فرزند بنام عبد النبی اور نور نبی ہیں۔ اللہ تعالیٰ دونوں صاحبزادوں کو اسمِ بامسمّٰی بنائے۔ آمین۔ ؎

؎ حضرت مولانا مفتی عبد الرحیم صاحب کے یہ تمام کوائف مولانا مولا بخش صاحب متعلم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے ذریعے حاصل ہوئے جس کے لیے مرتب ان کا ممنون ہے (محمد صدیق ہزاروی)

فاضل شہیر مولانا الحاج محمد عبدالرشید جھنگوی، جھنگ

استاذ العلماء حضرت مولانا ابوالضیاء محمد عبدالرشید بن مولانا حکیم قطب الدین ابن مولوی احمد بخش ۱۳ رجمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ / ۳ رفروری ۱۹۲۰ء میں چک ۲۳۳ ضلع جھنگ کے ایک عظیم علمی گھرانے میں تولّد ہوئے۔

آپ کے والد ماجد حضرت مولانا علامہ محمد قطب الدین قدس سرہٗ (م ۵ ربیع الثانی ۱۳۷۹ھ / ۲۹ اکتوبر ۱۹۵۹ء) بہت بڑے مناظر، منفرد انشاء پرداز، صاحب قلم اور کامل طبیب تھے۔ آپ نے اپنی ساری زندگی دینِ اسلام اور مسلکِ اہل سنّت وجماعت کے تحفظ اور اشاعتِ دین میں بسر کی۔ [1]

تعلیم و تربیّت

چونکہ حضرت مولانا عبدالرشید مدظلہٗ کے والد ماجد خود ایک جلیل فاضل تھے، اس لیے آپ نے ابتدائی کتب درسِ نظامی کافیہ تک اپنے والد محترم قدس سرہٗ کے پاس پڑھیں۔ ایک سال مدرسہ ریاض الاسلام (جھنگ) میں مولانا غلام فرید قریشی سے اکتسابِ فیض کیا۔ علاوہ ازیں جامعہ محمدیہ جھنگ اور اوچھالہ تحصیل خوشاب (ضلع سرگودھا) میں بھی حضرت مولانا احمد شاہ اور حضرت مولانا قطب الدین (آپ کے والد نہیں) سے بھی پڑھتے رہے۔

کتب احادیث کا درس لینے کے لیے بریلی شریف حاضر ہوئے اور محدّثِ اعظم پاکستان

---

[1] عبدالحکیم شرف قادری، مولانا: تذکرہ اکابرِ اہل سنت، ص ۴۰۱ تا ۴۰۴

حضرت مولانا محمد سردار احمد قدس سرہٗ سے دورۂ حدیث کرنے کے بعد ۱۹۴۵ء میں سندِ فراغت و دستارِ فضیلت حاصل کی۔

تدریس

آپ نے فراغت پاتے ہی تدریسی زندگی کا آغاز فرمایا۔ چودہ سال تک دارالعلوم نقشبندیہ جماعتیہ علی پور شریف (ضلع سیالکوٹ) میں پڑھاتے رہے۔ ایک سال ۱۹۵۸ء کو جامعہ رضویہ فیصل آباد میں حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کی موجودگی میں صدر مدرّس کی حیثیت سے تدریسی فرائض سرانجام دیے۔

۱۹۵۹ء میں آپ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد قطب الدّین جھنگوی کا انتقال ہوگیا، جس کی بناء پر آپ کو گھر آنا پڑا۔ جنوری ۱۹۶۰ء میں آپ نے اپنے والد مکرّم کی طرف نسبت کرتے ہوئے جامعہ قطبیہ رضویہ کے نام سے ایک دارالعلوم قائم کیا اور اس کا انتظام و انصرام (اور تدریس بھی) اپنے ذمّہ لیا۔

۱۹۷۲ء سے آپ سنّی رضوی جامع مسجد فیصل آباد میں خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ اہلِ باطل سے مناظرے کی قوت آپ کو اللہ تعالیٰ نے وراثتاً عطا فرمائی ہے۔ چنانچہ آپ نے شیعہ مکتبۂ فکر کے بہت بڑے مناظر اسماعیل کے تلمیذ تاج حیدری کو موضع سوہاوہ میں مسئلہ خلافت پر مناظرہ کر کے شکست دی۔

اسی طرح اسماعیل کے دیگر شاگردوں سے جامعہ رضویہ میں مسئلہ ماتم پر مناظرہ ہوا اور آپ نے دندان شکن جواب دے کر ان کو مبہوت کیا۔

آپ نے روافض کے ردّ میں کچھ مضامین بھی تحریر کیے جو ابھی تک مسوّدہ کی شکل میں ہیں اور زیورِ طبع سے آراستہ نہیں ہو سکے۔

آپ ۱۹۴۶ء میں حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضہ رسول علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے مشرف ہوئے۔

بیعت

آپ کو حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد رحمۃ اللہ سے شرف بیعت حاصل ہے۔

چند مشہور تلامذہ

آپ کے چند مشہور تلامذہ یہ ہیں:

۱- مولانا محمد شریف، ڈسکہ

۲- مولانا ابوداؤد محمد صادق، گوجرانوالہ

۳- صوفی محمد بخش، مدرس جامعہ رضویہ فیصل آباد

۴- مولانا اللہ بخش اویسی، کراچی

۵- مولانا غلام سیرانی، رحیم یار خان

۶- مولانا محمد عجیب، جھنگ صدر

اولاد

آپ کے تین صاحبزادے (صاحبزادہ ضیاء المصطفیٰ، صاحبزادہ عطاء المصطفیٰ اور صاحبزادہ انوار المصطفیٰ) اور پانچ صاحبزادیاں ہیں۔ ان میں سے دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں قرآن پاک کی حافظ ہیں۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

لہ یہ تمام کوائف ۱۸ جولائی ۱۹۷۷ء کو عرس محدث اعظم پاکستان رحمہ اللہ کے موقع پر مولانا محمد فاضل صمدانی متعلم جامعہ رضویہ فیصل آباد کے ذریعے حاصل ہوئے (مرتب)

مجاہدِ ملّت علّامہ عبدالستّار خان نیازی

ضیغمِ اسلام حضرت علّامہ مولانا عبدالستار خان بن جناب ذوالفقار خان ذوالحجہ ۱۳۳۳ھ/ اکتوبر ۱۹۱۵ء میں بمقام اٹک پنیالہ، تحصیل عیسیٰ خیل، ضلع میانوالی پیدا ہوئے۔ آپ میانوالی کے مشہور نیازی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔[۱]

خاندانی ماحول

آپ نے ایسے ماحول میں آنکھ کھولی، جہاں ہر وقت دین کا چرچا رہتا تھا اور گھر کے تمام افراد تہجد گزار تھے اور اسی پاکیزہ ماحول کا نتیجہ ہے کہ تہجد گزاری علّامہ نیازی کی عادتِ ثانیہ بن چکی ہے۔ آپ کے نانا جان کو تاریخِ اسلام سے بڑی دلچسپی تھی، چنانچہ آپ نے ان کی تربیت میں صحابہ کرام کے مجاہدانہ کارناموں سے قلبی وابستگی پیدا کی۔ اسی تربیت کا اثر تھا کہ سکول و کالج میں آپ ہمیشہ مستشرقین کی ایسی نگارشات پر سیخ پا ہوتے جن سے حضور علیہ السلام کی ذاتِ قدس کے بارے میں اشارتاً یا کنایتاً بے ادبی کا پہلو نکلتا ہو۔[۲]

تعلیم و تربیت

علّامہ نیازی نے ۱۹۳۳ء میں عیسیٰ خیل (میانوالی) سے میٹرک کا امتحان پاس کیا اور وظیفہ

---

[۱] محمد صادق قصوری، مولانا: اکابر تحریکِ پاکستان ص۱۳۲

[۲] ماہنامہ ضیائے حرم، دسمبر ۷۴ء ص۸۵

حاصل کیا۔ اسی سال آپ لاہور تشریف لا کر شاعرِ مشرق علامہ اقبال کے جاری کردہ اشاعت اسلام کالج میں داخل ہوئے۔ یہاں آپ نے قرآن، حدیث، فقہ، سیرت النبی، تاریخ، مذاہب کے تقابلی مطالعہ، اسلامی تہذیب و تمدن اور اسلامی تحریکوں پر مشتمل دو سالہ نصاب کی تکمیل کر کے شاعرِ مشرق سے سند حاصل کی۔[1]

۱۹۳۷ء میں آپ نے مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے اسلامیہ کالج لاہور میں داخلہ لیا۔ ۱۹۳۸ء میں بی اے پاس کیا اور ۱۹۴۰ء میں آپ ایم اے کر چکے تھے۔

تدریسی خدمات

آٹھ سال تک آپ اسلامیہ کالج لاہور میں تدریسی خدمات سرانجام دیتے ہیں۔ اسی دوران ۱۹۴۲ء میں آپ کو انجمن نعمانیہ ہند کا ڈپٹی سیکرٹری بنا دیا گیا، جبکہ اس سے پہلے اقبال ڈے سوسائٹی کے سیکرٹری بنائے جا چکے تھے۔ ستمبر ۱۹۴۳ء میں آپ کو اسلامیہ کالج لاہور میں شعبۂ اسلامیات کا صدر مقرر کیا گیا اور پھر ۱۹۴۶ء میں جب کانگرس کی چیرہ دستیوں اور اسلامیانِ ہند کے حق خودارادیت سے صریح انکار پر قائدِ اعظم نے ڈائرکٹ ایکشن کا فیصلہ کیا، تو آپ کالج کی مصروفیات چھوڑ کر تحریکِ پاکستان کے لیے ہمہ تن مصروف ہو گئے۔[2]

اصلاحی خدمات

۱۹۳۵/۳۶ء میں جب تقریباً تمام کاروبار ہندوؤں کے ہاتھ میں تھا اور سیاسی طور پر ہندو، متحدہ قومیت کا فتنہ برپا کر رہے تھے۔ مولانا نیازی نے ۱۹۳۶ء میں میانوالی میں مجلس

---

[1] ماہنامہ رضائے حبیب، گجرات۔ جنوری ۱۹۷۱ء ص ۱۸

[2] محمد صادق قصوری، اکابر تحریکِ پاکستان ص ۱۲۳، ۱۲۵، ۲۲۷

اصلاحِ قوم" کی بنیاد رکھی اور ملتِ اسلامیہ کی خدمت کے لیے شب و روز ایک کر دیے۔ ہندوؤں کی سازش اور چالوں کو ناکام بنانے کی مقدور بھر کوشش کی۔ تجارت میں مسلمانوں کو دخیل کیا اور انہیں جداگانہ ملی تشخص کا احساس دلایا۔ نیز اسلامی شریعت کے نفاذ کی خاطر عوام کو منظم کیا اور غریبوں کے لیے بیت المال قائم کیا۔

۱۹۳۸ء میں ایامِ تعطیلات کے دوران آپ ضلع میانوالی میں اصلاحی کاموں میں دوبارہ منہمک ہوگئے اور "انجمن اصلاحِ قوم" کی جنرل کونسل میں ایک مستقل قرارداد کے ذریعے انجمن کا نام تبدیل کر کے "انجمن اصلاح المسلمین" رکھا گیا۔

جب قیامِ پاکستان کی منزل قریب آرہی تھی اور مسلم لیگ میں ابن الوقت قسم کے سیاست دان شامل ہو رہے تھے، تو کمیونسٹ بھی ایک سازش کے تحت اس میں شامل ہوگئے، چنانچہ مجاہدِ ملت علامہ عبدالستار خان نیازی نے اپنے احباب کے تعاون سے پنجاب کونسل کے اجلاس میں کمیونسٹوں کو لیگ سے نکالنے کی قرارداد پیش کی جو منظور کر لی گئی اور مسلم لیگ سے دانیال لطیفی، ڈاکٹر ذاکر مشہدی، شبیر محمد بھٹی اور دیگر کمیونسٹوں کو نکال دیا گیا۔[۱]

مجاہدِ تحریکِ پاکستان

آپ نے طالب علمی کے دور سے ہی تحریکِ پاکستان میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا۔ جنوری ۱۹۳۷ء میں آپ نے میاں محمد شفیع (م۔ش) حمید نظامی مرحوم، ڈاکٹر عبدالسلام خورشید، جسٹس انوارالحق اور ابراہیم علی چشتی کے تعاون سے پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کی بنیاد رکھی، جس کے پہلے صدر میاں محمد شفیع (م ش) اور دوسرے صدر حمید نظامی مقرر ہوئے، جبکہ ۱۹۳۹ء میں تیسرے صدر علامہ نیازی منتخب ہوئے۔ آپ نے فیڈریشن کا دستور مرتب کرایا۔

---

[۱] محمد صادق قصوری، اکابر تحریکِ پاکستان ص ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۶

جس کا عنوان قرآن پاک کی یہ آیت تھی : کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر وتومنون باللہ۔

ترجمہ : تم بہتر ہو سب امتوں میں، جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔ بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔[1]

اس وقت مسلمانوں میں الگ مملکت کا احساس شدت اختیار کر چکا تھا اور مختلف[2] حلقوں کی طرف سے ہندوستان کے آئینی مستقبل کے بارے میں تجاویز پیش کی جا رہی تھیں۔ مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے ایک وفد نے بھی ۱۹۳۹ء میں آپ کی زیر قیادت دہلی میں شہید ملت لیاقت علی خان کی کوٹھی "گل رعنا" میں قائد اعظم، مادر ملت فاطمہ جناح، خان لیاقت علی خان اور مسلم لیگی آئینی کمیٹی کے ارکان کو تجاویز پیش کیں۔ اس وقت تک مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن، خلافت پاکستان کو اپنا نصب العین قرار دے چکی تھی[3]

قائد اعظم ان تجاویز کو دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا:

Your Scheme is very hot

مولانا نیازی نے جواب دیا: Because it has come from a boilling heart یعنی یہ اس لیے گرم ہے کہ یہ ابلتے ہوئے دلوں سے نکلا ہے۔

اس سے قائد اعظم بہت خوش ہوئے، اس کے بعد مختلف پہلوؤں پر تفصیلی بات چیت ہوئی اور بالآخر قائد اعظم نے اس تجویز کو مسلم لیگ کی متعلقہ کمیٹی کے سپرد کرنے کا وعدہ فرمایا اور اس کے

---

[1] کنز الایمان از اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ العزیز۔ سورۃ آل عمران ع ۱۲

[2] محمد صادق قصوری، اکابر تحریک پاکستان ص ۱۲۳

[3] ماہنامہ رضائے حبیب، گجرات جنوری ۱۹۷۱ء ص ۱۸

بعض نکات کو تسلیم کیا۔[1]

۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو حصولِ پاکستان، قوم کا نصب العین قرار پایا، تو آپ نے اپنے آپ کو اسی مقصد کے لیے وقف کرتے ہوئے ہر قریہ اور شہر میں پاکستان کا پیغام لوگوں تک پہنچایا۔

مارچ ۱۹۴۱ء میں مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن نے قائدِ اعظم کی زیرِ صدارت پاکستان کانفرنس منعقد کی، تو اس اجلاس کی مرکزی قرارداد پیش کرنے والے علامہ نیازی ہی تھے۔ اسی اجلاس میں دیہی علاقوں میں تحریکِ پاکستان کو منظم کرنے کے لیے پاکستان رورل پروپیگنڈا کمیٹی تشکیل دی گئی، تو آپ اس کے سیکرٹری منتخب ہوئے۔ یہ انتخاب قائدِ اعظم کے ساتھ آپ کے براہِ راست تعلق اور خط و کتابت کے لیے مفید ثابت ہوا۔

۱۹۴۲ء میں آپ کو ضلع میانوالی مسلم لیگ کا صدر منتخب کیا گیا۔ پھر صوبائی کونسل اور آل انڈیا مسلم لیگ[2] کے بھی رکن منتخب ہوئے۔ ۱۹۴۳ء میں آپ کو صوبائی مسلم لیگ کا پروپیگنڈا سیکرٹری بنا دیا گیا۔ ۱۹۴۴ء میں پنجاب مسلم لیگ کی صوبائی کونسل نے آپ کی تجویز پر یہ قرارداد منظور کی:

"پاکستان کا آئین شریعتِ اسلامیہ پر مبنی ہوگا"[3]

۱۹۴۵ء میں علامہ نیازی نے میاں محمد شفیع کے ساتھ مل کر پاکستان کیا ہے؟ اور کیسے بنے گا" کے عنوان سے ایک کتاب لکھی جس میں زندگی کے ہر مسئلہ پر نظریۂ خلافت کے نقطۂ نظر سے روشنی ڈالی گئی تھی۔[4]

یہ دور وہ تھا جب سر سکندر حیات، نواب شاہ نواز ممدوٹ اور بعض بڑے بڑے جاگیردار،

---

[1] محمد صادق قصوری، اکابرِ تحریکِ پاکستان ص ۱۲۵

[2] 〃 〃 〃

[3] ماہنامہ رضائے حبیب گجرات، جنوری ۱۹۷۱ء ص ۱۹

[4] محمد صادق قصوری، اکابرِ تحریکِ پاکستان ص ۱۲۲

مسلم لیگ کو عوامی جماعت بنانے کی راہ میں حائل تھے۔ انہی دنوں طلبا کی ایک کانفرنس ملک برکت علی کی صدارت میں ہوئی، جس میں اعلان کیا گیا کہ صرف سکندر حیات سے ہی نہیں، بلکہ ہر اس شخص سے جنگ کریں گے، جو پاکستان کے خلاف زبان کھولے گا۔ سر سکندر حیات نے اس اعلان سے گھبرا کر آپ کو عہدوں کا لالچ دیا، لیکن آپ رضا مند نہ ہوئے، پھر اس نے ایک لاکھ روپے کا تحفہ بھیجا، مگر آپ نے یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ جب تک سر سکندر حیات، قائدِ اعظم کے سامنے نہیں جھکتے، ہم صلح نہیں کر سکتے۔[1]

جولائی ۱۹۴۶ء میں آپ نے اپنے خاص شاگردوں سید محمد قاسم رضوی اور حکیم محمد آفتاب قرشی وغیرہ کی سرکردگی میں طلبا کے وفود صوبہ کے مختلف مقامات پر لوگوں کو تحریک کے مقاصد سے روشناس کرانے کے لیے بھیجے۔

اسی سال آپ مسلم لیگ کے ٹکٹ پر میانوالی سے ایم ایل اے ایل منتخب ہوئے، لیکن لیگ کی واضح کامیابی کے باوجود فرنگی گورنر نے سر خضر حیات ٹوانہ سے ساز باز کی اور اسے وزارت بنانے کی دعوت دے دی۔[2]

مولانا نیازی نے صوبہ سرحد اور پنجاب کا دورہ کر کے لوگوں کو منظم کیا۔ خضر حیات جہاں جاتا۔ آپ اس کا تعاقب کرتے، یہاں تک کہ میاں چنوں (ضلع ملتان) میں تصادم ہوتے ہوتے رہ گیا۔ خضر حیات نے تنگ آ کر آپ کو لالچ دینا چاہا اور منہ مانگی مراد دینے کی پیش کش کی، تو آپ نے فرمایا: "میرے لیے دولتِ ایمان ہی کافی ہے۔"

زمین دینا چاہی، تو فرمایا: "تم ایک ایکڑ زمین کی بات کرتے ہو، ہم چھ صوبوں کا پاکستان مانگتے ہیں۔" شریکِ اقتدار ہونے کا لالچ دیا، تو آپ نے فرمایا:

---

[1] ماہنامہ رضائے حبیب، گجرات، جنوری ۱۹۷۱ء، ص ۱۹

[2] محمد صادق قصوری، اکابرِ تحریکِ پاکستان، ص ۱۲۶

"اسلام کی دی ہوئی عزّت ہی کافی ہے۔"[1]

اور بقول مولانا شبیر احمد ہاشمی "شہید گنج کی تحریک کے بچے کھچے مال سے بہت سے لوگ بہت کچھ بن گئے۔ ختمِ نبوّت کی تحریک نے بہت سے لامکانوں کو جاگیروں کا مالک بنا دیا ہے۔ بہت سے (بقولِ مرزا ادیب و احسان دانش) پیسہ اخبار کے ہوائی چپل چٹخانے اور گردن لہرانے والے قلاش یہاں ہوٹلوں اور پریسوں کے مالک بنے، لیکن مولانا نیازی کا یہ عالم ہے کہ

ع قلندر جز دو حرف لاالہ کچھ بھی نہیں رکھتا

انہوں نے اپنی خاندانی جائیداد کو نظامِ مصطفٰے کے لیے قربان کیا ہے، لیکن ضمیر کا سودا نہیں کیا ہے۔"

نظامِ مصطفٰے کے لیے مساعی کا آغاز

۱۹۵۱ء میں علامہ نیازی دوسری بار صوبائی اسمبلی کے عمومی انتخاب میں میانوالی سے ہی ایم ایل اے منتخب ہوئے اور اپوزیشن کے بنچوں پر بیٹھ کر اسمبلی میں پردہ بل پیش کیا۔ حرمتِ سود، مسئلہ کشمیر اور زراعت وغیرہ ملی مسائل پر تقاریر کیں۔ ہر قسم کے مصائب و آلام کی پرواہ کیے بغیر اسلام کا جھنڈا بلند رکھا۔ اسمبلی کے باہر حضرت محدث علی پوری اور پیر صاحب مانکی شریف رحمہما اللہ کے ساتھ مل کر نظامِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کے لیے ملک گیر دورے کیے۔

تحریک ختمِ نبوّت

اپنے مسودۂ آئین میں علامہ نیازی نے قومیت کی اساس عقیدۂ ختمِ نبوت پر رکھی تھی اور غیر مسلموں کے لیے ذیلی ایوان تجویز کیا تھا، گویا آپ کا مسودۂ آئین بی پی سی رپورٹ پر زبردست تنقید تھی اور یہی تنقید بالآخر تحریک تحفظ ختمِ نبوّت کی اساس بنی۔

[1] ماہنامہ فیضان لاہور، فروری ۱۹۷۸ء، ص ۳۶

برکت علی اسلامیہ ہال لاہور میں آل مسلم پارٹیز کنونشن منعقد ہوا۔ اس کنونشن نے کراچی کے مرکزی کنونشن کے لیے مندوبین منتخب کیے۔ ۲۰، ۲۱ جنوری ۱۹۵۳ء کو کراچی میں مرکزی کنونشن منعقد ہوا، جس میں یہ مطالبات مرتب کیے گئے :

۱۔ وزیر خارجہ سر ظفر اللہ کو برخاست کیا جائے۔

۲۔ قادیانیوں کو کافر اقلیت قرار دی جائے۔

۳۔ قادیانیوں کو کلیدی اسامیوں سے الگ کیا جائے۔

تحریک ختم نبوت میں آپ نے مثالی کردار ادا کیا۔ آپ کو اس تحریک میں خصوصیت حاصل تھی، وہ یہ کہ آپ اسمبلی کے ممبر تھے۔ نیز تحریک پاکستان میں کام کرنے کی وجہ سے مسلم لیگی کارکنوں سے آپ کے گہرے تعلقات تھے۔

مجلس عمل تحفظ ختم نبوت نے کراچی میں کنونشن کیا، تو اس کے تیرہ نمائندوں میں آپ کا نام بھی تھا، لیکن آپ کو اس میں شامل نہ کیا گیا، کیونکہ انہیں آپ کی تیزی طبع کی وجہ سے خطرہ تھا کہ وقت سے پہلے تصادم نہ ہو جائے۔

جب تحریک تیز ہوتی اور مجلس عمل کے نمائندے خواجہ ناظم الدین سے کراچی میں ملاقات کرنے گئے، تو مورخہ ۲۵ فروری ۱۹۵۳ء کو انہیں گرفتار کر لیا گیا۔

دولتانہ نے ایک سازش کے تحت کہا کہ میں تمہاری تحریک سے متفق ہوں اور تمہارا مطالبہ آئینی ہے، لہٰذا مرکز سے رجوع کرو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قائدین جن میں علامہ ابوالحسنات محمد احمد قادری صدر مجلس مولانا عبدالحامد بدایونی اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری شامل تھے، گرفتار ہو گئے۔ حکومت نے رضاکاروں کو منزل مقصود (کراچی) تک نہ پہنچنے دیا اور ہر طرف سے رکاوٹیں کھڑی کر دیں، تو علامہ نیازی نے فرمایا کہ لاہور سے ۵۰۰ میل دور کراچی میں جا کر اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کرنا مناسب نہیں ہے۔ اس سے تحریک کو فائدہ نہیں پہنچے گا۔ میاں دولتانہ غلط کہتا ہے کہ وہ اس تحریک سے متفق ہے۔ اگر ایسا ہے، تو وہ صوبائی اسمبلی میں جا کر قرارداد

پاس کرے۔"

لہٰذا کراچی والے کراچی میں، پنجاب والے پنجاب میں اور سرحد والے سرحد میں کام کریں۔ اس طرح یہ تحریک ملک گیر صورت اختیار کرے گی اور صوبے مجبور ہو کر مرکز پر دباؤ ڈالیں گے۔ آپ نے مرکزی قیادت سے رابطہ پیدا کر کے ایک جامع پروگرام کے تحت لاہور کو مرکز بنایا اور یہیں سے گرفتاریاں دینا شروع کیں۔

۳ مارچ ۱۹۵۳ء کو آپ نے اپنا مرکزی دفتر مسجد وزیر خان میں قائم کیا۔ آپ کی کوشش یہ تھی اور آپ نے لوگوں کو بھی یہی ہدایت دی کہ مثبت نعرے لگائیں اور تصادم سے گریز کریں، جبکہ حکومت تصادم چاہتی تھی۔ حکومت نے گڑبڑ پیدا کرنے کی بہت کوشش کی، لیکن کامیاب نہ ہوسکی۔ تحریک میں شریک ہونے والا ہر شخص ناموسِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کی نیت سے آتا تھا۔

۴ مارچ کی صبح کو آپ نے سو سو کی تین جماعتیں، مسجد وزیر خان میں ترتیب دیں۔ ان میں سے ایک جتھے کو ضلع کچہری، ایک کو سیکرٹریٹ اور ایک کو گورنر ہاؤس جانا تھا۔ آپ نے ان کو ہدایت کی تھی کہ پُرامن رہیں اور پولیس سے متصادم نہ ہوں۔ اگر پولیس والے راستے میں حائل ہوں، تو راستہ بدل لیں، مگر گورنر ہاؤس جانے والے جتھے کو پولیس نے چوک دال گراں میں روک لیا۔ رضاکاروں نے راستہ بدلنے کی بجائے زمین پر لیٹ جانے کا فیصلہ کیا۔ پولیس نے بے تحاشا لاٹھیاں برسائیں۔ فردوس علی شاہ ڈی ایس پی نے ایک نوجوان کو ٹھوکر ماری، تو اس کے گلے میں لٹکی ہوئی حمائل شریف دُور جا گری۔ نوجوان تڑپ کر حمائل شریف اٹھانے کو اٹھا تو ظالم ڈی ایس پی نے پورے زور سے ڈنڈے برسائے۔ اس جتھے سے کچھ لوگ گرفتار ہوئے اور کچھ واپس لوٹ آئے، جبکہ دوسرے دونوں جلوس بخیریت منزلِ مقصود تک پہنچے۔

ان دنوں لاہور میں روزانہ دو جلسے ہوا کرتے تھے۔ ایک جلسہ نمازِ عصر سے پہلے دہلی دروازہ سے باہر اور دوسرا بعد نماز عشاء مسجد وزیر خان میں۔ مولانا نیازی دونوں جلسوں سے خطاب

کرتے تھے۔ ڈی ایس پی فردوس علی شاہ آپ کو گرفتار کرنے کے لیے آیا، تو رضا کاروں نے اسے دروازے پر روک لیا اور ساتھ ہی ڈی ایس پی کو ایک رضا کار نے چھرا گھونپ کر قتل کر دیا۔

اس واقعے کے بعد پولیس نے مجاہدین پر بے تحاشہ تشدد کیا اور بے حد فائرنگ کی۔ قادیانی بھی فوج اور پولیس کی وردی میں باہر سے آکر فائرنگ میں شریک ہوئے۔ اس موقع پر مسلمان کارکنوں نے بے پناہ قربانیاں پیش کیں۔ دہلی دروازہ کے باہر چار نوجوانوں کی ڈیوٹی تھی۔ پولیس نے ایک ایک کر کے چاروں کو گولی کا نشانہ بنایا۔ ایک جلوس مال روڈ سے آرہا تھا۔ اس کے نعرے صرف لا الٰہ الا اللہ، نعرۂ تکبیر اور نعرۂ رسالت تھے۔ وہاں زبردست فائرنگ ہوئی، لیکن نوجوان سینہ کھول کھول کر سامنے آتے رہے اور جام شہادت نوش کرتے رہے۔ [۱]

مارشل لاء

۶ مارچ کو حکومت نے شرارت کے لیے ایک پوسٹر نکالا جس میں یہ اعلان کیا کہ آج مولانا عبدالستار خان نیازی نماز جمعہ شاہی مسجد میں پڑھائیں گے۔ ان کا مقصد مجاہدین کی قوت کو تقسیم کرنا تھا، لیکن آپ نے ایک جیپ کے ذریعے شہر میں اعلان کر دیا اور پوسٹر کی تردید کی، اس کا خاطر خواہ نتیجہ نکلا۔

اسی روز نماز جمعہ کے وقت خلیفہ شجاع الدین (سپیکر صوبائی اسمبلی)، بیگم سلمیٰ تصدق حسین اور بعض دوسرے اکابر شہر کا ایک وفد گورنر پنجاب مسٹر چندریگر کا پیغام لایا کہ صوبائی حکومت تحریک کے مطالبات سے اتفاق کرتی ہے اور اس سلسلے میں ایک وزیر اور ایک اعلیٰ افسر کو مرکزی حکومت سے بات چیت کرنے کے لیے کراچی بھیج دیا ہے۔

---

[۱] ماہنامہ ضیائے حرم لاہور، ختم نبوت نمبر، ص ۹۰

نیز صوبائی حکومت قائدین تحریک سے بات چیت کرنے کے لیے تیار ہے۔ آپ نے وعدہ کیا کہ تحریک پُرامن رہے گی، لیکن آپ کو بھی ہماری تحریک ختم کرنے کی کوششیں بند کرنا ہوں گی۔ ؎

آپ نے ان تجاویز پر مشورہ کیا اور منظوری کا فیصلہ دیا، مگر ملحدوں اور بے دینوں کا مقصد علماء کو کچلنا تھا، اس لیے ادھر بات ہوئی اور ادھر وفد کے واپس لوٹتے ہی ایک سازش کے تحت مارشل لاء لگا دیا گیا۔

اسی روز آپ نے مسجد وزیر خان میں تاریخی تقریر فرمائی۔ ختم نبوت کا مذہبی اور سیاسی پس منظر بیان فرمایا اور مسجد وزیر خان کو نہ فتح ہونے والا قلعہ قرار دیا۔ ۹ تاریخ کو اسمبلی کا سیشن شروع ہو رہا تھا۔ آپ اس کی تیاری میں مصروف ہو گئے، لیکن ۹ تاریخ کو آپ کے بہت سے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا گیا اور آپ کے خلاف بھی مقدمہ قتل درج کر لیا گیا۔ پروگرام کے مطابق آپ نے کسی طرح اجلاس شروع ہونے پر اسمبلی میں ہونا تھا، لیکن اسمبلی سیشن پہلے ۱۶ مارچ اور پھر ۲۲ مارچ تک کے لیے ملتوی کر دیا گیا۔

آپ ایک بار پھر رہڑے میں بیٹھ کر مسلح نوجوانوں کی حفاظت میں لاہور سے باہر تشریف لے گئے اور موضع شاہ پور سے بس کے ذریعے اوکاڑہ اور پھر پاکپتن پہنچے۔ ملٹری آپ کی تلاش میں جگہ جگہ چھاپے مار رہی تھی۔ آپ پاکپتن سے سیدھے قصور پہنچے۔

گرفتاری اور پھانسی

آپ کا پروگرام تھا کہ قصور سے بس کے ذریعے اسمبلی گیٹ تک پہنچ جائیں اور اسمبلی میں تقریر کر کے ممبرانِ اسمبلی کو تحریک کے بارے میں مکمل تفصیلات سے آگاہ کر دیں، لیکن قصور میں آپ جن لوگوں کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے، انہوں نے غداری کرتے ہوئے ملٹری کو

؎ محمد صادق قصوری، اکابر تحریک پاکستان، ص ۱۳۲

بتادیا۔ آپ صبح کی نماز کی تیاری کر رہے تھے کہ اپنے ایک کارکن مولوی محمد بشیر مجاہد کے ہمراہ گرفتار کر لیے گئے۔

قصور سے گرفتار کر کے آپ کو لاہور شاہی قلعہ لایا گیا، جہاں سے بیانات لینے کے بعد ۱۶ اپریل کو آپ جیل منتقل کر دیے گئے اور آپ کو چارج شیٹ دے دی گئی۔ ملٹری کورٹ میں کیس چلا، جو ۷ اپریل کو شروع ہوا اور مئی تک چلتا رہا۔

۷ مئی کی صبح کو سپیشل ملٹری کورٹ کا ایک آفیسر اور ایک کیپٹن آپ کو بلا کر ایک کمرے میں لے گئے جہاں قتل کے نو اور ملزم بھی تھے، مگر ڈی ایس پی فردوس شاہ کے قتل کا کیس ثابت نہ ہو سکا اور آپ کو بری کر دیا گیا۔

دوسرا کیس بغاوت کا تھا جس میں آپ کو سزائے موت کا حکم سنایا گیا جو اس طرح تھا:

You will be hanged by neck till you are dead

"تمہاری گردن پھانسی کے پھندے میں اس وقت تک لٹکائی جائے گی، جب تک تمہاری موت نہ واقع ہو جائے۔"

اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا:

Is that all? I was prepared to take more than that. If I would have got one hundred thousan lives, I would have laid down those lives for the cause of Holy Prophet Mohammad may the peace Glory of God be upon him.

یہی کچھ سزا لائے ہو، اگر میرے پاس ایک لاکھ جانیں ہوتیں، تو میں ان سب کو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر قربان کر دیتا۔

آرڈر سناتے ہوئے افسر نے کہا:

افسر: Please Sing It.

"اُس پر دستخط کیجیے"

علامہ نیازی: I will sign it when I Kiss the Rope

"میں جب پھانسی کے پھندے کو بوسہ دوں گا، اس وقت اس پر دستخط کروں گا"

افسر: No. you will have sign it

"تمہیں اس پر دستخط کرنے ہوں گے۔"

علامہ نیازی:

I have already told you that I will sing It when I kiss the Rop. I am in your clutches and am behind the bars-take me to the gallows and hang me.

"میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ جس وقت پھانسی کے پھندے کو بوسہ دوں گا، اس وقت دستخط کروں گا۔ میں جیل میں ہوں اور آپ کے پنجوں میں ہوں، مجھے لے جاؤ اور پھانسی دے دو۔

افسر: Mr. Niazi ! Our Officers will enquire from us whether you were serve with the notice of your death warrants.

"مسٹر نیازی! ہمارے آفیسر ہم سے پوچھیں گے کہ تم نے نوٹس دے دیا ہے یا نہیں، تو میں کیا جواب دوں گا۔"

مولانا نیازی:

If you so fear from your Officers, well I sing it for you

"اگر آپ کو اپنے افسران ہی کا خوف ہے، تو میں آپ کی خاطر اس پر دستخط کیے دیتا ہوں"

چنانچہ آپ نے بڑے اطمینان سے اس پر دستخط کر دیے۔ افسر نے آپ کی ہمت

What about your morale کے بارے میں پوچھا

آپ نے فرمایا

My morale is up and that has gone up to the heavens but you cannot have the Estimate of that.

تم میری ہمت (morale) کے بارے میں

پوچھتے ہو، تو وہ تو آسمانوں سے بھی بلند ہے، تم اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

جب پھانسی کا حکم سنایا گیا، تو معاً آپ کی زبان پر سورۂ ملک کی یہ آیت آگئی:

"خلق الموت والحیوٰۃ لیبلوکم ایکم احسن عملاً۔"

آپ نے اس آیت سے یہ تاثر لیا کہ موت و حیات کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ یہ لوگ میری زندگی کا سلسلہ منقطع نہیں کر سکتے۔ اگر اس مقصد کے لیے جان بھی جاتے، تو اس سے بڑی زندگی کیا ہو سکتی ہے۔" اس آیت نے آپکا حوصلہ بڑھا دیا۔

ایک لمحہ کے لیے آپ پر خوفِ مرگ کا حملہ ہوا، لیکن فوراً زبان پر یہ شعر آگیا ؎

کُشتگانِ خنجرِ تسلیم را!

ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

آپ وجد کی حالت میں یہ شعر بار بار پڑھتے اور جھومتے۔ اسی عالم میں آپ کمرے سے باہر آگئے، تو ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل مہر محمد حیات نے یہ خیال کیا کہ ملٹری کورٹ نے آپ کو بری کر دیا ہے؛ چنانچہ اس نے کہا نیازی صاحب! "مبارک ہو، آپ بری ہو گئے"!

آپ نے فرمایا: میں اس سے بھی آگے نکل گیا ہوں۔" اس نے کہا کیا مطلب؟

آپ نے فرمایا: اب انشاء اللہ! حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں اور

عاشقوں کی فہرست میں میرا نام بھی شامل ہوگا۔ وہ پھر بھی نہ سمجھا، تو آپ نے فرمایا، میں کامیاب ہوگیا فزت برب کعبۃ مجھے شہادت کی موت نصیب ہوگی۔

آپ کی سزائے موت کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے ملک میں پھیل گئی۔ ادھر جیل میں قیدی تک آپ کو دیکھ کر روتے تھے۔ جب آپ کو پھانسی کی کوٹھڑی میں لے جایا گیا، تو آپ نے لوگوں کو اطمینان دلایا اور فرمایا کہ کتنے عاشقانِ رسول جام شہادت نوش کر رہے ہیں، اگر میں بھی اس نیک مقصد کے لیے جان دے دوں، تو میری یہ خوش قسمتی ہوگی۔

حضرت مولانا نیازی سات دن اور آٹھ راتیں پھانسی کی کوٹھری میں رہے اور ۱۳ مئی کو آپ کی سزائے موت عمر قید میں تبدیل کردی گئی اور پھر مئی ۱۹۵۵ء کو آپ کو باعزت طور پر بری کردیا گیا۔

۱۹۷۴ء میں جب دوبارہ مسلمانانِ پاکستان نے تحفظِ ختمِ نبوت کے لیے تحریک چلائی، تو آپ ایک بار پھر سربکف ہوکر میدانِ عمل میں اُترے۔ اپوزیشن کی تمام دینی وسیاسی جماعتوں پر مشتمل آل پاکستان مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی تشکیل ہوئی اور آپ کو مرکزی نائب صدر منتخب کیا گیا۔ آپ نے ملک گیر دورے فرما کر قادیانی مکروفریب کے جال کو تار تار کیا اور مسلمانوں کے دلوں میں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع روشن کی۔ اس سلسلہ میں آپ کو جن پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اخبارات کی فائلیں ان کی شاہد ہیں۔ آپ نے اپنی بیماری، بڑھاپے اور حکومت کی ستم رانیوں کی پرواہ نہ کی۔ یکم ستمبر ۱۹۷۴ء کو بادشاہی مسجد لاہور میں مجلسِ عمل کے زیرِ اہتمام تاریخی جلسے سے خطاب کیا اور بالآخر آپ کی کوششیں رنگ لائیں اور ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی نے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ [1]

---

[1] محمد صادق قصوری، اکابر تحریک پاکستان، ص ۱۳۸

جمعیت علماء پاکستان سے وابستگی

۱۹۷۰ء میں جب یحییٰ خان کی مارشل لاء نے انتخابات کرائے، تو جمعیت علماء پاکستان نے بے سروسامانی کے عالم میں حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی مدظلہ کی زیر قیادت الیکشن میں حصہ لیا۔ مولانا نیازی بھی جمعیت کے ٹکٹ پر میانوالی سے قومی اسمبلی کے امیدوار کی حیثیت سے میدان میں آئے، لیکن سازشی عناصر کی سازشوں کی وجہ سے معمولی ووٹوں کی کمی سے کامیاب نہ ہو سکے۔

مارچ ۱۹۷۲ء میں آپ جمعیت علماء پاکستان پنجاب کے کنوینر منتخب ہوئے۔ کنوینر بننے کے بعد آپ نے پنجاب کا طوفانی دورہ کیا اور ہر قصبہ و شہر میں جا کر جمعیت کی شاخیں قائم کیں۔ ستمبر ۱۹۷۲ء میں ملتان میں جمعیت کا صوبائی کنونشن منعقد ہوا جس میں آپ کو متفقہ طور پر صوبہ پنجاب کا صدر بنا دیا گیا۔

۲۶، ۲۷ مئی ۱۹۷۳ء کو خانیوال میں جمعیت کا کل پاکستان کنونشن منعقد ہوا جس میں صوبائی مجالس شوریٰ، صوبائی مجلس منتظمہ، مرکزی مجلس شوریٰ اور مرکزی مجلس عاملہ کے علاوہ خصوصی دعوت پر مندوبین بھی شامل ہوئے جن کی تعداد ڈیڑھ ہزار سے متجاوز تھی۔ اس کنونشن میں مولانا شاہ احمد نورانی کو صدر اور مولانا عبدالستار خان نیازی کو ناظم اعلیٰ (جنرل سیکرٹری) منتخب کیا۔

۲۴، ۲۵ مئی ۱۹۷۵ء کو ملتان میں جمعیت کا ملک گیر کنونشن منعقد ہوا جس میں حضرت قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی کو دوبارہ بلا مقابلہ صدر منتخب کیا گیا اور آپ کو جنرل سیکرٹری چنا گیا۔ حضرت مولانا نیازی، جمعیت کے سٹیج سے قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی کی رفاقت میں نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ اور مقام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کی خاطر باوجود پیرانہ سالی کے شب و روز مصروف عمل ہیں۔

حضرت قائدِ اہل سنت اور مجاہدِ ملت علامہ نیازی کی بے داغ اور بے لوث قیادت ملتِ اسلامیہ کے لیے بالعموم اور اہل سنت وجماعت کے لیے بالخصوص سرمایۂ افتخار وامتنان ہے۔

تبلیغی دورہ

۲۰ر دسمبر کو ورلڈ اسلامک مشن کی دعوت پر جمعیت علماء پاکستان کا ایک وفد حضرت مولانا شاہ احمد نورانی کی قیادت میں عالمی دورہ پر روانہ ہوا جس میں حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی اور قائدِ حزب اختلاف سابق سندھ اسمبلی پروفیسر شاہ فرید الحق شامل تھے۔ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے کے بعد اس وفد نے کینیا، مشرقی افریقہ، ماریشس، آئرلینڈ، انگلستان، جنوبی امریکہ کی ریاستیں، ریاست ہائے متحدہ امریکہ، ہالینڈ، اور دیگر بہت سے ممالک کا دورہ کیا اور قادیانیوں کے بے شمار مراکز بند ہوگئے۔ اس دورے کا کل سفر تقریباً ایک لاکھ میل بنتا ہے اور اس دورے میں چھ سو سے زائد اجتماعات سے خطاب کیا گیا۔ کئی ممالک کے ریڈیو اور ٹی وی سے بھی خطاب کا موقع فراہم ہوا۔ اس کے بعد عمرہ کر کے ۱۳ر اپریل ۱۹۷۵ء کو یہ وفد واپس پاکستان پہنچ گیا۔ [۱]

قید وبند اور مقدمات

مجاہدِ ملت مولانا عبدالستار خان نیازی کی ساری زندگی مقامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ اور نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کی خاطر جدوجہد میں گزری اور اس عظیم مشن کے حصول کی خاطر آپ نے ہر طرح کی تکالیف ومصائب کو خندہ پیشانی سے قبول کیا۔

ایوبی آمریت کے دور میں جب بڑے بڑے جغادری سیاست دان اور جمہوریت کے نام پر بلند بانگ دعوے کرنے والے قائدین خاموشی اختیار کر چکے تھے، تو مولانا نیازی نے مردانہ وار مقابلہ کیا۔

---

[۱] محمد صادق قصوری، اکابر تحریک پاکستان، ص ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۸، ۱۳۹

۱۹۶۲ء کے مایوس کن حالات ہوں یا ۱۹۶۴ء کے انتخابات کے موقع پر ظلم وستم کے بل بوتے پر جمہوریت کی مٹی پلید کی گئی ہو، آپ نے ہر حال میں حق وصداقت اور جمہوریت کی شمع روشن کی۔ اعلانِ تاشقند کے بعد مولانا نے ایوبی آمریت کے خلاف بڑے پیمانے پر تحریک چلائی اور آمریت کے بت کو پاش پاش کیا۔ آپ نے ہمیشہ جرأت وہمت کا ثبوت دیا اور کبھی جابر سلطان کے سامنے کلمۂ حق کہنے سے گریز نہیں کیا [۱]

چنانچہ اس جرأت اور پامردی کی پاداش میں آپ کی زندگی کا اکثر حصہ یا تو جیلوں میں گزرا یا عدالتوں کے چکر کاٹنے میں صرف ہوا۔ آپ کی گرفتاریوں اور مقدمات کی تفصیل یہ ہے:

۱۹۴۵ء میں جب مولانا نیازی مسلم لیگ ضلع میانوالی کے صدر، صوبائی مسلم لیگ کے سیکرٹری، انجمن نعمانیہ کے سیکرٹری، سیکرٹری انجمن اسلامیہ پنجاب اور شعبۂ علوم اسلامیہ، اسلامیہ کالج لاہور کے صدر تھے۔ میانوالی میں مولانا کے سیاسی حریفوں نے آپ کی دن بدن مقبولیت سے خائف ہو کر ایک سازش کے تحت آپ کو گرفتار کرا دیا۔ وہ آپ کو سیاسی طور پر بلیک میل کرنا چاہتے تھے۔ اس گرفتاری کا پس منظر یہ تھا کہ آپ چچازاد اور پھوپھی زاد بھائیوں کے درمیان متنازعہ اراضی کے جھگڑے میں ثالث مقرر ہوئے۔ جب آپ ان دونوں گروں کے مصالحت کی بابت مشترکہ بیان لکھوانے عیسیٰ خیل تھانے میں آئے، تو وہاں کے نوابوں اور امراء کے پالتو تھانیدار نے فریقین کے ساتھ آپ کو بھی گرفتار کر لیا۔ اتفاقاً دوسرے دن مجسٹریٹ کے عیسیٰ خیل آنے پر آپ کو ضمانت پر رہا کر دیا گیا اور فریقین میں صلح ہو گئی۔

۲۵ جنوری ۱۹۴۷ء کو خضر وزارت کے خلاف سول نافرمانی کی تحریک شروع ہوئی، تو آپ نے اپنے شاگردوں کو ہدایت دے کر پورے صوبے میں پھیلا دیا اور تحریک میں پانچ پانچ آدمیوں کے ذریعے دفعہ ۱۴۴ کو توڑا جاتا تھا، لیکن آپ نے جلوسوں کا پروگرام بنایا، چنانچہ ۲۸ جنوری ۱۹۴۷ء کو آپ بحیثیت صوبائی صدر پنجاب مسلم لیگ وڈکٹیٹر سول نافرمانی

---

[۱] محمد صادق قصوری، اکابر تحریک پاکستان، ص ۱۳۹

۱۹۶۸ء میں مجاہدِ ملت مولانا عبدالستار خان نیازی گرمیاں گزارنے ایبٹ آباد گئے جہاں آپ نے ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے حق گوئی کا مظاہرہ کیا، جس پر ڈپٹی کمشنر ضلع ہزارہ (اب ڈویژن) کے حکم سے ۹ جولائی ۱۹۶۸ء کو گرفتار کر کے ڈسٹرکٹ جیل ایبٹ آباد میں نظر بند کر دیا گیا، پھر ایک مہینہ پشاور میں نظر بند رہے۔ جناب ذکی الدین پال، میاں محمود علی قصوری اور ارباب سکندر خان خلیل نے آپ کی وکالت کے فرائض سرانجام دیے۔

بنگلہ دیش نامنظور تحریک کی پہلی گرفتاری کا شرف مولانا نیازی کو حاصل ہوا۔ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں ۵ نومبر ۱۹۷۲ء کو سحری کے وقت آپ کو گرفتار کیا گیا۔ ملتان سول لائن، تھانہ خانیوال اور وہاڑی میں رکھا گیا۔ عیدالفطر کی نماز آپ نے وہاڑی جیل میں پڑھائی اور آپ پر تقریباً ساٹھ کیس بنائے گئے، لیکن جسٹس مولوی مشتاق حسین نے تمام مقدمات کی ضمانت منظور کر لی، بلکہ یہ لکھا کہ مولانا کی گرفتاری سے پہلے عدالت کو بتایا جائے۔ لہ

آپ کی اس گرفتاری پر روزنامہ "جسارت" کراچی ۱۲ نومبر ۱۹۷۲ء کی اشاعت میں رقمطراز ہے:

"مولانا عبدالستار خان نیازی بنگلہ دیش تسلیم کرنے کے مخالف تھے۔ جمعیت کے پارلیمانی رہنما مولانا شاہ احمد نورانی نے جیسے ہی یہ اعلان کیا کہ جمعیت بنگلہ دیش کی منظوری کے خلاف مہم چلائے گی ——— حکومت نے مولانا عبدالستار خان نیازی کو گرفتار کر لیا تاکہ مہم نہ چل سکے۔

"ہم مولانا عبدالستار خان نیازی کی رہائی کا مطالبہ نہیں کرتے، بلکہ ہم مولانا نیازی اور جمعیت کو مبارکباد دیتے ہیں کہ "بنگلہ دیش نامنظور تحریک" کی پہلی گرفتاری کا شرف انہیں حاصل ہوا۔

لہ حضرت مجاہدِ ملت مدظلہٗ سے راقم کی ملاقات، مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۷۸ء

اہلِ وطن یاد رکھیے، مولانا عبدالستار خان پاکستان کے دیوانے اور جاں نثار ہیں۔" لہ

"مولانا عبدالستار خان نیازی نے اس صدی کی چوتھی دہائی میں سیاست میں قدم رکھا۔ الحمدللہ! کہ رُبع صدی گزرنے کے بعد بھی ان کے پائے ثبات میں کبھی لغزش نہیں آئی۔ اگر وہ دنیادار انسان ہوتے، اگر ان کا ایمان بکاؤ مال ہوتا، تو وہ جب چاہتے، وزارت کی گدی پر متمکن ہو سکتے تھے۔ انہوں نے اپنے لیے سنگلاخ راستہ اختیار کیا۔ وہ ایک ایسے مردِ مجاہد ہیں جن کی راتوں کا بیشتر حصہ نوافل گزاری میں گزرتا ہے۔ گزشتہ ہفتے کی رات کو جب پولیس ایک بجے ان کے مکان پر اُنہیں گرفتار کرنے آئی، تو وہ نوافل ادا کرنے میں مصروف تھے۔ میں حکومت سے کہتا ہوں کہ ایک عاشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پابجولاں کر کے اس کی نیک نامی میں اضافہ نہیں ہوگا۔ اب جبکہ حکومت نے مولانا کو گرفتار کر لیا ہے، تو میں حکومت سے ان کی رہائی کی اپیل نہیں کروں گا، کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ یہ بات واقعی مولانا کو ناگوار گزرتی ہے۔" لہ

۱۹۷۴ء میں آپ پر کیس بنائے گئے، لیکن گرفتاری کی نوبت نہیں آئی، کیونکہ ضمانت قبل از گرفتاری منظور ہو گئی۔

۱۳ر جون ۱۹۷۵ء میں آپ پر دو کیس بنائے گئے اور دو ماہ ساہیوال جیل اور کوٹ لکھپت جیل میں نظر بند رکھا گیا۔ ۷ر اگست ۱۹۷۵ء کو رہائی ہوئی۔

۲۷ر نومبر ۱۹۷۵ء کو میانوالی میں آپ کی تقاریر پر دس مقدمات قائم کیے گئے اور تین ماہ میانوالی جیل میں نظر بند رکھا گیا۔ قائدِ اہلِ سنت علامہ شاہ احمد نورانی نے ہائی کورٹ میں رِٹ دائر کی، چنانچہ جسٹس شفیع الرحمٰن کی عدالت میں مقدمہ چلتا رہا اور آپ کی تقاریر کی ٹیپ عدالت میں سنی جاتی رہیں جس سے سی آئی ڈی کی غلط رپورٹ بھی واضح ہوئی۔ ۸ر فروری ۱۹۷۶ء کو آپ باعزت طور پر بری کر دیے گئے۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور میں آپ کی رہائی پر یہ شعر شائع ہوئے

لہ محمد صادق قصوری، اکابرِ تحریکِ پاکستان، ص ۱۳۴

لہ ″ ″ ″ ″ ص ۱۳۶/۱۳۵

تعلق دار سے دیرینہ ہے آوازۂ حق ہے — یہی بنیاد ہنگامہ یہی باعث ہے وقت کا
زمانہ لے چلا استبداد کی جانب نیازی کو — عدالت نے بھرم رکھ ہی لیا انصاف مطلق کا

علاوہ ازیں ڈیرہ غازی خان، مظفر گڑھ، بورے والا اور وہاڑی میں آپ کی تقاریر پر کئی مقدمات قائم کیے گئے، لیکن ضمانت ہوگئی اور گرفتاری عمل میں نہیں آئی۔

قائدِ اعظم اور علاّمہ نیازی

قائدِ اعظم محمد علی جناح مرحوم، نوجوان نیازی کو کس قدر عزیز رکھتے تھے، اس کا اندازہ اس سے ہو جاتا ہے کہ ۱۹۴۲ء میں مسٹر خالد لطیف گابا کے دیوالیہ ہو جانے سے لاہور کے شہری حلقے میں انتخاب ہونا قرار پایا۔ قائد اعظم نے مولانا عبدالستار خان نیازی کو جو اس وقت ایم اے کے طالب علم تھے، امیدوار نامزد کیا اور ملک برکت علی مرحوم کو ٹیلی فون پر ہدایت کی کہ نیازی کے لیے ضمانت فراہم کی جائے اور کاغذات نامزدگی داخل کیے جائیں۔ صوبائی مسلم لیگ نے میاں امیرالدین کو ٹکٹ دیا، لیکن قائدِ اعظم نے نیشنل ڈیفنس کونسل کی رکنیت کے سلسلے میں سر سکندر حیات سے اختلاف کی بنیاد پر نیازی صاحب کو مقابلے میں آجانے کا حکم دیا۔

علاّمہ نیازی کو بیس ہزار روپے کی پیشکش کی گئی کہ وہ مقابلے سے دستبردار ہو جائیں، لیکن ان کا جواب تھا کہ بکنے اور جھکنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ قائدِ اعظم کے حکم سے میدان میں اُترا ہوں، وہ حکم دیں گے، تو دستبردار ہو جاؤں گا، ورنہ ہرگز ہرگز نہیں۔

قاتلانہ حملے

مجاہدِ ملت مولانا عبدالستار خان نیازی کی مقبولیت سے کالاباغ کے نواب ہمیشہ خائف رہے۔ آپ نے ہمیشہ ان کا مقابلہ کیا اور ملک امیر محمد خان کے لڑکے ملک مظفر کے مقابلے میں قومی اسمبلی کے انتخاب میں حصہ لیتے رہے۔ انہوں نے آپ پر قاتلانہ حملے کرائے۔ آپ کے کارکنوں کو تنگ کیا گیا۔ ان پر ہر قسم کا ظلم روا رکھا گیا، لیکن اس کے باوجود آپ کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی۔

پہلا حملہ اپریل ۱۹۶۸ء میں بمقام داؤد خیل اس وقت ہوا، جب آپ بطور امیدوار نیشنل اسمبلی بی ڈی ممبران کو خطاب کرنے کے لیے جلسۂ عام میں جا رہے تھے۔ نواب کالاباغ کے ملازم خاص بمعہ دوسرے مسلح غنڈوں کے حملہ آور ہوئے، مگر مولانا صاحب کے جلوس میں دائیں بائیں اور آگے پیچھے سینکڑوں کارکن موجود تھے۔ نیز مکان کے چھت پر اُن کے حامی مسلح مجاہدین موجود تھے، اس لیے یہ حملہ ناکام رہا۔

دوسرا حملہ مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۶۴ء کو میکلوڈ روڈ لاہور پر دفتر روزنامہ "کوہستان" کیا گیا۔ مقابلہ میں مولانا زخمی ہو گئے۔ سڑک پر لوگوں کے اجتماع کی وجہ سے حملہ آور بھاگ گئے۔ مولانا نے حملہ آوروں کو پہچان لیا اور رپورٹ درج کرائی، مگر پولیس نے کچھ نہ کیا۔

تیسرا حملہ اکتوبر ۱۹۶۴ء میں بمقام موسیٰ خیل اس وقت کیا گیا جب مولانا نیازی جامع مسجد میں ایک جلسۂ عام سے خطاب کر رہے تھے۔ نواب کالاباغ کے غنڈوں نے مسجد پر فائرنگ کی۔ اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا۔ جب اس کے جواب میں سرفروشانِ نیازی نے فائرنگ کی، تو غنڈے رفوچکر ہو گئے۔

اور چوتھا حملہ ۳۱ دسمبر ۱۹۶۴ء کو اس وقت ہوا، جب مولانا نیازی ایک عزیز

کی تعزیت کے لیے کالاباغ سے گزر کر عیسیٰ خیل جا رہے تھے، اڈہ لاریاں پر غنڈوں سے مقابلہ ہو گیا۔ مولانا نے کالاباغ کے غنڈوں کو پسپا کر دیا ——— مگر چلتی گاڑی میں ان ظالموں نے فائرنگ کی اور بھاری پتھر مولانا کے سینے پر مارے جس سے وہ زخمی ہو گئے۔ اس حملہ کی رپورٹ عیسیٰ خیل تھانہ میں درج کرائی، مگر کوئی کارروائی نہ ہوئی۔

مولانا نے ان حملوں کے دوران موچی دروازہ کے جلسۂ عام میں (حاضری چار لاکھ سے زیادہ تھی) مادرِ ملت محترمہ فاطمہ جناح کی تقریر کے بعد خطاب کرتے ہوئے نواب کالاباغ کو للکارا تھا کہ "لمبی لمبی مونچھوں اور موٹے موٹے بازوؤں سے کام نہیں چلے گا۔ تیری مونچھوں سے بغاوت ہو سکتی ہے، مگر کالی کملی والے محبوب ربّ العالمین کی زلفوں سے بغاوت نہیں ہو سکتی۔ زمانہ نئی تاریخ مرتب کر رہا ہے، اس میں تمہارا نام یزیدوں، ابن زیادوں اور شمروں کی فہرست میں شامل ہوگا اور میرا نام شہیدِ کربلا کے غلاموں میں شامل ہوگا۔ میں حسین منصور حلاج کا ہمنوا ہو کر کہوں گا ؎

من حسینِ وقت و نااہلاں یزید و شمر من
روزگارم جملہ عاشورہ و منزل کربلا
کوہِ ارادتم متزلزل نمی شود
لَوْ بُسَّتِ الْجِبَالُ وَلَوْ دُكَّتِ السَّمَآءُ

قومی اتحاد اور علّامہ نیازی

۱۹۷۷ء کے انتخابات کا اعلان ہوتے ہی حزبِ اختلاف کی نو جماعتوں پر مشتمل "قومی اتحاد" وجود میں آیا جس نے ملک میں ایک تاریخ ساز تحریک کے ذریعے ملک کو ظلم و استبداد کے مکروہ پنجوں سے آزاد کیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ "قومی اتحاد" کا قیام تمام سیاسی راہنماؤں کے تدبّر اور باہمی تعاون کا نتیجہ تھا، لیکن اتحاد کی تشکیل میں جمعیت علماء پاکستان نے مرکزی کردار

ادا کیا۔ عہدوں اور سیٹوں کی قربانی دے کر اتحاد کو برقرار رکھا اور نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کی خاطر تمام اختلافات کو پسِ پشت ڈال دیا اور اس ضمن میں مولانا نیازی سیکرٹری جنرل جمعیت علماء پاکستان نے جو خصوصی اور نمایاں کردار ادا کیا، اسے نوائے وقت کے نمائندہ خصوصی جناب ریاض پرویز ان الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں:

"گزشتہ سال ۹ اکتوبر (۱۹۷۶ء) کو مسٹر رفیق احمد باجوہ کے مکان پر اجتماع ہوا، اس میں سابق متحدہ جمہوری محاذ (یو۔ڈی۔ایف) میں شامل مسلم لیگ، جماعتِ اسلامی، پاکستان جمہوری پارٹی، کالعدم نیپ (موجودہ این ڈی پی) اور جمعیت علماء اسلام کی طرف سے تحریکِ استقلال اور جمعیت علماء پاکستان کو اشتراکِ عمل کی دعوت دی گئی اور اصولی طور پر متحد ہونے پر اتفاق رائے کر لیا گیا۔ متحدہ جمہوری محاذ سے مطالبہ کیا گیا کہ تحریک اور جمعیت علماء پاکستان کو پنجاب میں چالیس فیصد نشستیں دی جائیں۔ نوابزادہ نصر اللہ خان نے کہا کہ وہ اتحاد چاہتے ہیں۔ اپنے انتخابی کوٹہ کو سنجیدہ مسئلہ بنانے کو تیار نہیں۔ مولانا مفتی محمود نے کہا وہ تیس فیصد سے زیادہ نشستیں دینے کو تیار نہیں۔ بات سرے نہ چڑھ سکی، اجلاس ملتوی ہو گیا۔ مولانا عبدالستار خان نیازی کو معلوم ہوا، تو وہ اتحاد قائم کرنے کی مہم میں سرگرم ہو گئے۔ ان کی کوششوں سے مولانا مفتی محمود اور پیر صاحب پگارا اس بات پر راضی ہو گئے کہ تحریکِ استقلال اور جمعیت علماء پاکستان کو چھتیس فیصد کوٹہ ملے گا۔ مولانا عبدالستار خان نیازی نے جب ایئر مارشل اصغر خان سے بات کی، تو انہوں نے چالیس فیصد سے کم پر راضی ہونے سے انکار کر دیا، اس پر مولانا عبدالستار خان نیازی نے کہا کہ چالیس فیصد کوٹہ سے پنجاب میں ۴۶ نشستیں بنتی ہیں۔ ان میں سے ۲۳ تحریکِ استقلال اور ۲۳ جمعیت علماء پاکستان کی ہیں، جبکہ ۳۶ فیصد کے حساب سے ۴۲ نشستیں بنتی ہیں۔ مولانا نیازی نے پیشکش کی کہ تحریکِ استقلال ۲۳ نشستیں حاصل کرے جمعیت اپنی چار نشستیں اتحاد پر قربان کرتے ہوئے ۱۹ نشستوں پر قناعت کرے گی۔"[۱]

---

[۱] ہفت روزہ طاہر جلد ۵، شمارہ ۳۹ (۲۶ اپریل تا ۲ مئی ۱۹۷۶ء) ص ۱۶

چنانچہ علامہ عبدالستار خان نیازی کی کوششوں سے قومی اتحاد قائم ہو گیا اور جمیعت علمائے پاکستان نے اپنی سات نشستوں کی قربانی دے کر ثابت کر دیا کہ جمیعت کو عہدوں یا نشستوں کی لالچ نہیں، بلکہ اس کا واحد مقصد ملک میں نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نفاذ ہے۔

قومی اتحاد کے عہدیداروں کے انتخاب کے موقعہ پر پھر وہی اختلافی کیفیت پیدا ہوئی لیکن مولانا عبدالستار خان نیازی کا خلوص یہاں بھی کام آیا اور اختلافات دُور کر دیے گئے۔

ریاض پرویز لکھتے ہیں: پیر صاحب پگارا کی صدارت میں اجلاس ہوا جس میں قومی اتحاد کے عہدیداروں کا انتخاب ہونا تھا۔ نوابزادہ نصراللہ خان نے صدارت کے لیے مفتی محمود کا نام پیش کیا۔ جمیعت علماء پاکستان نے مولانا مفتی محمود کی مخالفت کی۔ پیر صاحب کو کچھ دیر کے لیے اپنے دوستوں سے صلاح و مشورہ کرنے کے لیے باہر جانا پڑا، وہ واپس آئے، تو انہوں نے اعلان کیا کہ ان کی جماعت مفتی صاحب کو صدر تسلیم نہیں کرتی۔ معاملہ یہیں ختم ہوتا نظر آیا تو جمیعت علماء پاکستان کے مولانا عبدالستار خان نیازی ایک بار پھر آگے بڑھے۔ انہوں نے جمیعت علماء پاکستان کی طرف سے نہ صرف مولانا مفتی محمود کی مخالفت ترک کرنے کا اعلان کیا، بلکہ ان کی صدارت کی حمایت کی۔[۱]

پیر کرم شاہ بھیروی لکھتے ہیں:

"پاکستان کی سیاسی جماعتیں اپنے اختلافات کو بھلا کر متحد ہونے کے لیے مشورہ کرنے لگیں تاکہ اجتماعی قوت سے اس عفریت کو بچھاڑ سکیں۔ مقصد بڑا بلند تھا، جذبات بڑے قیمتی تھے، لیکن پہلی چٹان جس سے ٹکرا کر سفینۂ اتحاد کے پاش پاش ہونے کا خطرہ پیدا ہوا وہ سیٹوں کی تقسیم تھی، کوئی جماعت ایسی نہ تھی جو اتحاد کو مستحکم کرنے کے لیے نہیں، بلکہ اس کو بچانے کے لیے ایک سیٹ کی قربانی بھی دینے پر آمادہ ہو۔ ہر پارٹی نے تعصب اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرنے کی قسم کھالی۔ اب صرف اتنی دیر تھی کہ یہ اجلاس ختم ہو

[۱] روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۲۱ ذیقعدہ ۱۳۹۷ھ / ۴ نومبر ۱۹۷۷ء (ملتان کی ڈائری ملخصاً)

اور اس میں شامل ہونے والے راہنما ملکی اور عالمی پریس کو یہ بتا دیں کہ اتحاد کی تجویز ناکام ہو گئی ہے۔ اب وہ پھر ۱۹۷۰ء کے الیکشن کی طرح اکیلے اکیلے میدانِ انتخاب میں کود دیں گے تاکہ پیپلز پارٹی بڑی آسانی سے انہیں ایک اور عبرتناک شکست دے دے۔ اس وقت وہ شخص اٹھا جس کے دل میں اسلام کا درد تھا جو ملتِ مسلمہ کو اشتراکیت کو زنجیروں میں جکڑا ہوا دیکھنا گوارا نہیں کر سکتا تھا جو اپنا تن من دھن پہلے ہی نظامِ مصطفٰے کے نفاذ کے لیے قربان کر چکا تھا۔ اس نے اپنی جماعت کے کوٹے سے چار سیٹوں کا ایثار کر کے قومی اتحاد کو اپنی زندگی کے پہلے دن ہی زندہ درگور ہونے سے بچا لیا۔

آپ جانتے ہیں وہ کون شخص تھا جس کے حُسنِ تدبر اور جرأت مندانہ ایثار نے قوم کو ایک اندھے غار میں گرنے نہ دیا۔ آپ تجاہلِ عارفانہ سے کام لیتے ہیں، تو میں عرض کیے دیتا ہوں، وہ مردِ غازی مولانا عبدالستار خان نیازی تھے اور آپ کو شاید یاد ہو کہ وہ کس جماعت کا نمائندہ تھا؟ جمعیت علماء پاکستان کا وہ جماعت جو ملک کے سوادِ اعظم کی نمائندہ جماعت ہے۔ وہ جماعت جس نے پاکستان کا جھنڈا اس وقت ہاتھ میں پکڑا اور فضا میں لہرایا جبکہ بڑے بڑے تقدس مآب پاکستان کو پلیدستان[1] کہتے تھے۔

تحریک نظامِ مصطفٰے (صلی اللہ علیہ وسلم)

۱۴ مارچ ۱۹۷۷ء کو ملک بھر میں نظامِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کے لیے تحریک چلائی گئی، تو ملک کے ہر طبقے سے متعلق افراد حتٰی کہ خواتین نے بھی بھرپور حصہ لیا۔ حکومت کی طرف سے گرفتاریاں، مقدمات، گولیوں اور آنسو گیس کی بھرمار، خانہ جنگی، مارشل لاء غرضیکہ ہر حربہ تحریک کو دبانے کے لیے استعمال کیا گیا، لیکن بفضلہٖ تعالیٰ ہر حربہ ناکام ہوا اور تحریک کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔

سوادِ اعظم اہلِ سنت و جماعت کو اس تحریک میں یہ خصوصیت حاصل رہی کہ نظامِ مصطفٰے

---

[1] ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، جولائی ۱۹۷۸ء

صلی اللہ علیہ وسلم ان کا مقصدِ حیات اور انہی کی نمائندہ جماعت جمعیت علماء پاکستان کے منشور کا ایک حصہ ہے، جبکہ دیگر جماعتوں نے اسے بعد میں اپنایا، اس لیے اہل سنت وجماعت اس تحریک میں پیش پیش تھے، یہاں تک تحریک کا پہلا شہید انجمن طلباء اسلام کا جیالا کارکن محمد افتخار احمد ربورے والا تھا، جس نے اس نیک مقصد کے حصول کے لیے اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا۔

مجاہدِ ملت مولانا عبدالستار خان نیازی کو ۱۸ مارچ ۱۹۷۷ء کو میانوالی سے گرفتار کرکے کیمبلپور جیل بھیج دیا گیا۔ تین ماہ بعد ۱۰ جون کو کوٹ لکھپت جیل لاہور منتقل کر دیا گیا اور ۱۹ جون کو مولانا نیازی دردِ گردہ کی شکایت کی وجہ سے میو ہسپتال کی البرٹ وکٹر ہسپتال داخل کر دیے گئے۔ ۵ جولائی کو مسلح افواج نے ملک کا نظم ونسق سنبھالا اور ۱۴ جولائی ۱۹۷۷ء کو آپ میو ہسپتال سے رہا کر دیے گئے[1]

حج وزیارت

مولانا نیازی مدظلہٗ نے پہلا حج بس کے ذریعے کیا۔ ۲۲ دسمبر کو آپ روانہ ہوئے اور حج بیت اللہ شریف اور روضہ پاک کی زیارت سے مشرف ہو کر جنوری ۱۹۷۳ء میں واپسی ہوئی دوسری مرتبہ ۲۰ دسمبر ۱۹۷۴ء کو حضرت قائدِ اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی کی رفاقت میں حج وزیارت کا شرف حاصل کیا اور پھر عالمی تبلیغی دورہ کرکے ۱۴ اپریل ۱۹۷۵ء کو واپس تشریف لائے۔

بیعت

آپ کے خاندان کا روحانی تعلق سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں پیرِ طریقت حضرت مولانا جان محمد رحمۃ اللہ علیہ میبل شریف سے ہے۔ حضرت پیر صاحب سومرو خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت محمد رضا صاحب (ز کوڑی شریف) کے خلیفہ تھے۔ علامہ نیازی کی بیعت حضرت مولانا جان محمد رحمۃ اللہ کے پوتے فقیر قادر بخش نقشبندی رحمۃ اللہ سے ہے۔

---

[1] راقم ۱۳ مارچ ۱۹۷۸ء بروز جمعہ رات نو بجے حضرت مجاہدِ ملت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مولانا غلام فرید ہزاروی بھی ہمراہ تھے۔ علامہ نیازی نے بکمال شفقت اپنی گرفتاریوں اور مقدمات کی مکمل تفصیل مہیا فرمائی، جس کیلئے راقم آپ کا ممنون ہے۔

فاضلِ جلیل مولانا حافظ عبد الغفور، راولپنڈی

حضرت مولانا علامہ حافظ عبد الغفور بن حافظ فضل حق بمقام گڑھی کیمبلپور، ۱۳۴۵ھ/۱۹۲۶ء میں اعوان خاندان کے ایک علم دوست گھرانے میں پیدا ہوئے۔

آپ نے حفظِ قرآن کے بعد مروجہ علوم و فنون کی تعلیم جامعہ غوثیہ گولڑہ شریف، جامعہ اسلامیہ سلطان پور، جامعہ حنفیہ بھنگی المعروف بنگئی حضرو، بھوئی گاڑ اور جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام فیصل آباد میں حضرت مولانا ضیاء الدین، حضرت مولانا فرید الدین، حضرت مولانا محب النبی، حضرت مولانا محمود شاہ رحمہم اللہ اور مولانا عبد الحق (حضرو) سے حاصل کر کے ۱۳۷۰ھ/۱۹۵۱ء میں جامعہ غوثیہ سے سندِ فراغ حاصل کی۔

علومِ عربیہ کی تکمیل کے بعد جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام جامع مسجد جامن والی بھابڑا بازار راولپنڈی میں تدریس اور خطابت شروع کی جو آج تک اسی مقام پر جاری ہے۔

تحریکِ ختمِ نبوت میں حضرت پیرِ طریقت خواجہ غلام محی الدین المعروف بابوجی (۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء ۲۲ رجون) رحمہ اللہ نے تین سو تیرہ افراد پر مشتمل ایک قافلہ مختلف شہروں میں ختمِ نبوت کے حق میں مظاہروں کے لیے مرتب فرمایا۔ اس کے سالار آپ (مولانا عبد الغفور صاحب) اور محمد شفیع صاحب (حضرو) مقرر فرمائے گئے۔ اس قافلے نے کیمبلپور کے چیدہ چیدہ شہروں میں شاندار مظاہرے کیے۔

علاوہ ازیں آپ جمعیت علماء پاکستان کے منشور کے مطابق مملکتِ خداداد پاکستان میں نظامِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نفاذ اور مقامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کے لیے کارہائے نمایاں سرانجام دے رہے ہیں۔

زمانہ طالب علمی میں آپ نے خواجہ پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ (۲۹ صفر ۱۳۵۶ھ/ ۱۱ مئی ۱۹۳۷ء) کے دستِ حق پرست پر سلسلہ چشتیہ میں بیعت کا شرف حاصل کیا۔

آپ کے مشہور تلامذہ میں سے چند ایک یہ ہیں:

۱۔ مولانا محمد عبداللہ، مردان

۲۔ مولانا محمد عالم، مدرس جامعہ غوثیہ مظہرِ اسلام، راولپنڈی

۳۔ مولانا حافظ غلام فرید، اسلام آباد

۴۔ مولانا محمد سلیمان مہتمم دارالعلوم انوارِ رضا، راولپنڈی

آپ کے مندرجہ ذیل پانچ صاحبزادے ہیں:

۱۔ صاحبزادہ محمد افضل، ۲۔ صاحبزادہ محمد زبیر، ۳۔ صاحبزادہ محمد عبداللہ
۴۔ صاحبزادہ محمد اجمل، ۵۔ صاحبزادہ محمد اظہر۔ [۱]

---

[۱] یہ حالات حضرت مولانا حافظ عبدالغفور صاحب مدظلہٗ نے بنام مرتب ایک مکتوب میں تحریر فرمائے۔

علامہ مولانا حافظ عبدالغنی اویسی ؒ سلہڈ (ایبٹ آباد)

یادگارِ سلف حضرت علامہ مولانا حافظ عبدالغنی اویسی بن مولانا بدرالدین ۱۸۹۷ء/ ۱۳۱۵ھ میں مقام نواں شہر مضافات ایبٹ آباد میں پیدا ہوئے۔ ؎۱

آپ کا تعلق راجپوت جنجوعہ قوم سے ہے۔ آپ کے والد ماجد مولانا بدرالدین ممتاز عالمِ دین تھے جنہیں حضرت پیر نظام الدین (کیہاں شریف) سے بیعت و خلافت حاصل تھی۔ حصولِ علم اور تلاشِ مرشد کے شوق میں اپنے وطن مالوف راولپنڈی سے ہجرت کی اور نواں شہر ضلع ایبٹ آباد آکر مقیم ہو گئے اور یہیں آپ کا مزار ہے۔

حضرت علامہ عبدالغنی اویسی نے صرف تین ماہ کی قلیل مدت میں قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔ علومِ اسلامیہ کی کتب متداولہ پڑھنے کی خاطر سفر بھی کیا، لیکن زیادہ تر تعلیم اپنے والد ماجد (مولانا بدرالدین ؒ) سے حاصل کی۔ آپ کے والد ماجد نے نہ صرف ظاہری علوم سے نوازا، بلکہ ان کے فیضانِ نظر کا آپ کے باطن پر بھی گہرا اثر ہوا، اس لیے آپ ظاہری و باطنی علوم کے یکساں طور پر امین قرار دیے جا سکتے ہیں۔

آپ نے اپنی تمام زندگی دین و ملّت کی خدمت کے لیے وقف فرمائی۔ قرآن و حدیث اور علومِ عربیہ کا عرصہ تک درس دیتے رہے اور سینکڑوں تشنگانِ علوم کو سیراب کیا۔ ؎۲ تبلیغِ دین کے سلسلے میں جامع مسجد ایبٹ آباد میں خطبۂ جمعہ ارشاد فرماتے رہے، لیکن مولوی محمد اسحاق سے اختلافِ عقائد کی بنا پر جامع مسجد سے کچہری کی جامع مسجد میں منتقل ہو گئے۔ ابتدا میں نمازیوں کی

؎۱ آجکل آپ موضع سلہڈ (ایبٹ آباد) میں مقیم ہیں۔

؎۲ اہل سنّت کے مایہ ناز خطیب و مبلغ مولانا عبدالمالک لقمانوی خطیب کھلابٹ آپ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ (مکتوب مولانا عبدالمالک بنامِ مرتب)

تعداد میں خاطر خواہ کثرت نہ تھی، لیکن اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ نمازِ جمعہ کے بعد آپ نے ذکر بالجہر اور صلوٰۃ و سلام کا سلسلہ شروع فرمایا جس سے فضا میں خاصی کشادگی پائی جاتی ہے۔ تصنیف و تالیف کے سلسلہ میں آپ نے "پیشکش حبیب" تحریر فرمائی۔

قیامِ پاکستان سے قبل جب تحریکِ پاکستان چلی تو آپ نے کانگرس کی رکنیت سے علیحدگی اختیار کر کے مسلم لیگ کا کھل کر ساتھ دیا اور تحریکِ پاکستان کو کامیاب بنانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ حتیٰ کہ ۱۹۴۶ء میں لاہور میں مسلم لیگ کے اجلاس میں آپ نے مسلم لیگ ہزارہ کے صدر کی حیثیت سے صوبہ سرحد کی طرف سے نمائندگی کی۔ اب بھی آپ کا تعلق مسلم لیگ سے ہے، لیکن عملاً سیاست سے کنارہ کش ہیں۔

آپ نے سلسلہ نقشبندیہ میں جناب حافظ عبدالکریم صاحب (م ۲ صفر ۱۳۵۵/۲۰ مئی بدھ ۱۹۳۶ء) عیدگاہ راولپنڈی کے دستِ حق پرست پر شرف بیعت و خلافت حاصل کیا۔ آپ کے مریدین و معتقدین کا حلقہ کافی وسیع ہے جن میں سے ہزاروں لوگ آزاد جموں و کشمیر سے تعلق رکھتے ہیں۔

۱۹۵۷-۵۸ء میں آپ کو حج بیت اللہ شریف اور روضۂ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔

آپ کے نو صاحبزادے اور صاحبزادیاں ہیں۔ سب سے بڑے صاحبزادے نواں شہر کے محلہ موسیٰ زئی میں فرائض خطابت سرانجام دے رہے ہیں، جبکہ دوسرے صاحبزادے محمد ضیاء بنوں میں سیشن جج کے عہدہ پر فائز ہیں۔ حافظ مقصود الرحمان اویسی ایم اے (الیکشن کمیشن (مانسہرہ) میں آفیسر ہیں[1]۔ معطوف السبحان صاحب انجینئر ہیں۔ مودود المنان صاحب ایران میں ایم بی بی ایس ڈاکٹر ہیں۔ باقی مختلف کاموں میں اور دو زیرِ تعلیم ہیں۔

---

[1] مکتوب حافظ مقصود الرحمن صاحب، ابن مولانا حافظ عبدالغنی اویسی، بنام مرتب

فاضلِ شہیر مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی، لاہور

استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا ابو سعید مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی بن مولانا حمید اللہ ۲۹ر شعبان المعظم ۱۳۵۲ھ/۱۸ر دسمبر ۱۹۳۳ء میں بمقام میراہ علاقہ ایبٹ آباد، مانسہرہ (ہزارہ) پیدا ہوئے۔ آپ کے خاندان کے اکثر افراد علم دین اور حفظِ قرآن کی لازوال دولت سے بہرہ ور ہیں۔

آپ نے ابتدائی کتب فارسی، جینڈھیڑ شریف ضلع گجرات میں اپنے چچا مولانا محبوب الرحمٰن سے پڑھیں، جبکہ مولانا مذکور انتہائی کتب وہاں مولانا محب النبی سے پڑھا کرتے تھے۔ فنون کی ابتدائی کتب مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب سے پڑھنے کے بعد باقی تمام کتب متداولہ، شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا غلام رسول صاحب (فیصل آباد) سے دارالعلوم جامعہ رضویہ منظرِ اسلام ہارون آباد (بہاول نگر) مدرسہ احیاء العلوم بورے والہ (ملتان) اور دارالعلوم حزب الاحناف میں پڑھیں۔ مفتی اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سید احمد مدظلہٗ سے دارالعلوم حزب الاحناف میں اور پھر محدثِ اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد سردار احمد رحمہ اللہ سے جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام (فیصل آباد) میں درسِ حدیث لے کر ہر دو اداروں سے ۱۹۵۵ء اور ۱۹۵۶ء میں سندِ فراغت اور دستارِ فضیلت حاصل کی۔

دارالعلوم حزب الاحناف میں آپ کی رسم دستار بندی کے موقعہ پر دیگر اکابر علماء اہل سنت کے علاوہ حضرت محدثِ کچھوچھوی اور قائدِ تحریکِ ختم نبوت حضرت علامہ ابوالحسنات رحمہما اللہ، علامہ عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ اور علامہ سید احمد سعید کاظمی بھی موجود تھے۔

ابھی آپ دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں درجہ حدیث کے متعلم تھے کہ جامعہ حنفیہ قصور کے مہتمم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب ایک مدرس کی تلاش میں دارالعلوم

حزب الاحناف لاہور تشریف لائے، چنانچہ مفتیٔ اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات مدظلہ نے آپ کو حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب کے ہمراہ جامعہ حنفیہ قصور میں تدریس کے لیے بھیجا، جہاں تقریباً بائیس اسباق کی تدریس آپ سے متعلق ہوگئی۔ کثرتِ اسباق کی وجہ سے آپ بیمار پڑ گئے، چنانچہ دوسرے سال آپ خرابیٔ صحت کی بناء پر گھر آگئے۔ اسی دوران حضرت محدثِ اعظم رحمہ اللہ نے آپ کو فیصل آباد بلا کر سمندری ضلع فیصل آباد میں خطابت اور قیامِ مدرسہ کے لیے بھیجا۔ چونکہ آپ کی طبیعت کا رجحان امامت و خطابت کی بجائے تدریس کی طرف زیادہ تھا، اس لیے چند دن بعد آپ واپس فیصل آباد آکر حضرت محدثِ اعظم رحمہ اللہ کی اجازت سے دورۂ حدیث میں شامل ہو گئے۔ جلسہ دستار فضیلت کے موقع پر حضرت مولانا عبدالغفور مہتمم جامعہ غوثیہ رضویہ غلہ منڈی پیر محل دارالعلوم کے لیے قابل مدرس حاصل کرنے کے لیے فیصل آباد آئے۔ جب طلباء سے آپ کی قابلیت اور لیاقت کا علم ہوا، تو حضرت محدثِ اعظم رحمہ اللہ کی اجازت سے آپ کو بطورِ مدرس پیر محل لے گئے۔ چونکہ یہ شعبان المعظم کا مہینہ تھا، اس لیے آپ نے تدریسی چارج سنبھالا اور رمضان المبارک کی تعطیل گزارنے اپنے گاؤں تشریف لائے۔

اسی دوران آپ کے استاذِ محترم حضرت علامہ مولانا غلام رسول (شیخ الحدیث جامعہ رضویہ فیصل آباد)، نے جامع مسجد خراسیاں لاہور میں "جامعہ نظامیہ رضویہ" کے نام سے ایک دارالعلوم کی بنیاد رکھی اور اپنی معاونت کے لیے آپ کو طلب کرنے کی غرض سے فیصل آباد خط لکھا۔ خط ملنے پر حضرت محدثِ اعظم رحمہ اللہ نے حضرت مفتی صاحب کو فیصل آباد بلا کر صورتِ حال پیش کی اور آپ سے رائے طلب کی۔ آپ نے کہا جس طرح حکم ہو میں حاضر ہوں۔ جب بار بار طلب رائے پر حکم کے لیے اصرار بڑھا، تو محدثِ اعظم رحمہ اللہ نے آپ کو لاہور میں جاکر اپنے استاذِ محترم کی معاونت میں کام کرنے کا حکم فرمایا۔

چنانچہ آپ نے لاہور پہنچ کر تدریسی فرائض سرانجام دینے کے علاوہ جامعہ کے انتظامی

معاملات اور سرمایہ کی فراہمی میں بھی حصہ لیا، بلکہ قلیل مشاہرہ کی صورت میں جملہ تکالیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ اسی دوران آپ نے دو سال موچی دروازہ اور پانچ سال تک آخری بس سٹاپ کرشن نگر لاہور میں امامت و خطابت کے فرائض بھی سرانجام دیے۔

یوں تو آپ جامعہ نظامیہ رضویہ کے قیام سے ہی جملہ انتظام و انصرام حتیٰ کہ قابل مدرسین کے انتخاب و تقرری تک میں شریک کار رہے، لیکن جب یکم شعبان ۱۳۸۲ھ / ۲۹ دسمبر ۱۹۶۲ء کو حضرت محدثِ اعظم پاکستان رحمۃ اللہ وصال فرما کر اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے اور ان کے بعد حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان جاری رکھنے کے لیے حضرت استاذ العلماء مولانا غلام رسول مدظلہ، جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام فیصل آباد تشریف لے گئے، تو جامعہ نظامیہ رضویہ کے جملہ انتظامات آپ کے سپرد کیے گئے۔

جامعہ نظامیہ رضویہ کی تاریخ، مصائب و آلام کی رونگٹے کھڑے کر دینے والی داستان ہے۔ جس ماحول میں جامعہ قائم ہے۔ وہ غنڈہ گردی، بدمعاشی، شراب نوشی غرضیکہ ہر قسم کے فسق و فجور کا مرکز بنی ہوئی تھی، جس کا مقابلہ کسی کے بس کا روگ نہ تھا۔ زمین کے حقوقِ دوامی پٹہ کی جامعہ کے نام منتقلی، نقشہ کی منظوری اور پھر تعمیر یہ تینوں ادوار اپنی اپنی جگہ مستقل صبر آزما مراحل ہیں۔ علاوہ ازیں غنڈہ گردی کا مقابلہ، جامعہ کی ضروریات کے لیے سرمایہ کی فراہمی اور پھر تدریس جس کے لیے ولولہ انگیز جذبات اور منصوبے، ان تمام حالات کے سامنے جس طرح آپ کوہِ گراں بن کر کھڑے ہوئے وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔

اہلِ محلہ کا رویہ بعض اوقات نہایت شرمناک ہوتا جس سے طلباء کے جذبات بھڑک اٹھتے، لیکن حضرت مفتی صاحب کا مقصدِ عظیم کے حصول کی خاطر استقلال، طلباء اور آپ کے رفقاء کو بھی خاموشی پر مجبور کر دیتا۔

دس بارہ سال تک عدالتوں اور دفاتر کے چکر کاٹنے کے بعد نقشہ کی منظوری ہوئی اور پھر ناجائز قابضین سے جگہ خالی کرانے کے بعد تعمیر کی خاطر دوبارہ عدالتوں کے دروازوں

پروسنگ دی، پیپلز پارٹی کے بدمعاش وزیروں اور کارندوں کا مقابلہ کیا۔ بالآخر آپ کا حوصلہ، استقلال اور یقینِ محکم رنگ لایا اور ۵ر جون ۱۹۷۲ء کو جامعہ کی دو منزلہ عمارت کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔ ایک سال میں نقشے کے مطابق عمارت کا نصف حصہ مکمل کر لیا گیا۔ اتنے قلیل عرصے میں اتنی بڑی عمارت کی تعمیر، باوجودیکہ جامعہ کے دیگر شعبوں کے سالانہ اخراجات ڈیڑھ لاکھ روپے سے تجاوز کر رہے ہیں۔ آپ کی ہمت اور خلوص کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ جامعہ کی ترقی اور دیگر دینی و مسلکی امور میں آپ کی دلچسپی کی اس سے بڑی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ آپ نے گھریلو معاملات تک کو دینی خدمات پر قربان کر رکھا ہے اور صبح سے لے کر شام تک آپ کا عام وقت جامعہ میں یا کسی ملکی و ملّی پروگرام میں صرف ہوتا ہے۔

۱۹۷۶ء میں آپ نے جامعہ کی طرف سے درجہ حدیث کی جماعت (جس میں راقم بھی شامل تھا) کو پنجاب کے مختلف مدارس اہل سنّت کا تربیتی و معلوماتی دورہ کرا کے تاریخِ مدارس عربیہ میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا۔

آپ جامع مسجد خراسیاں کی خطابت کے سلسلہ میں محکمہ اوقاف سے بھی منسلک رہے اور حق گوئی و جرأت کا مظاہرہ کرتے رہے محکمہ کی طرف سے کسی ناروا پابندی کو ہرگز قبول نہ کیا۔

مئی ۱۹۶۰ء میں تنظیم المدارس الاسلامیہ پاکستان کے نام سے سنّی مدارس کی ایک تنظیم قائم ہوئی۔ قواعد و ضوابط مرتب ہوئے، لیکن بوجوہ وہ زیادہ دیر تک برقرار نہ رہ سکی۔

۱۹۷۳ء میں تنظیم المدارس کی نشاۃِ ثانیہ کے لیے دارالعلوم امجدیہ کراچی سے تحریک پیدا ہوئی۔ شیخ الحدیث علامہ عبدالمصطفےٰ الازہری کی سرپرستی میں کراچی اور سندھ کے علماء کی مجلسِ مشاورت میں یہ طے پایا کہ تنظیم کے احیاء کے لیے ملک گیر کنونشن بلایا جائے۔ نیز تحریک کا دفتر پنجاب میں ہو۔ چنانچہ سوچ و بچار کے بعد قرعۂ فال آپ کے نام نکلا اور یہ کام آپ کے سپرد کر دیا گیا۔

چنانچہ اکابر علماء کے انتخاب اور اعتماد کے مطابق آپ نے شب و روز کی انتھک

جدوجہد کے بعد جامعہ نظامیہ رضویہ میں ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۹۳ھ / ۹ جنوری ۱۹۷۴ء بروز بدھ ملک کے چاروں صوبوں اور آزاد کشمیر کے سنی مدارس کا کنونشن بلایا اور علماء کرام کے اس جم غفیر میں آپ کو تنظیم المدارس کا ناظم اعلیٰ (مرکزی) مقرر کیا گیا۔

آپ نے نہایت محنت اور خلوص سے تنظیم کے کام کو چلایا یہاں تک کہ پہلے ہی سال ملکی سطح پر درجہ حدیث کے امتحان کا اہتمام کیا۔ پرچوں کی طباعت، مراکز اور ناظمین کا تعین، پرچوں پر نمبر لگانے اور نتیجہ کی تیاری تک تمام امور نہایت رازداری کے ساتھ طے پائے تنظیم کے لیے قواعد و ضوابط اور نصاب تعلیم مرتب کیے گئے۔

قومی اسمبلی اور سینٹ میں تنظیم المدارس کی سند ایم اے کے برابر قرار دینے کے لیے قرار دادیں پاس کرائی گئیں۔ صوبہ بلوچستان کے کئی مدارس کی سندات کو محکمہ تعلیم نے منظور کیا اور آپ کی انتھک جدوجہد سے سالوں کا کام مہینوں میں اور مہینوں کا کام دنوں میں ہوا اور الحمد للہ آج اہل سنت کے مدارس ایک لڑی میں پرو دیے گئے ہیں۔ آپ کی اسی کوشش کے پیش نظر جب تنظیم کا باقاعدہ قواعد کے مطابق ۱۹۷۵ء میں انتخاب ہوا، تو علماء نے پھر آپ پر ہی اعتماد کیا اور جب ۱۹۷۷ء میں انتخابات کا مرحلہ آیا، تو باوجودیکہ سہ بارہ کسی عہدیدار کا انتخاب ضوابط کے خلاف تھا آپ کے عہدہ کو برقرار رکھنے کے لیے قواعد و ضوابط میں ترمیم کردی گئی اور آپ کو پھر ناظم اعلیٰ مقرر کر دیا گیا اور آج آپ کا شمار ملک کے جید اور اکابر علماء میں ہوتا ہے اور اس طرح انجمن نعمانیہ کے دبیر کی وہ پیشگوئی بھی ثابت ہوئی جو اس نے آپ کو طالب علمی کے زمانے میں آپ کی پیشانی دیکھ کر کہی تھی کہ یہ بچہ بڑا ہو کر عظیم شخصیت بنے گا۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

تنظیم المدارس کو فعال اور مزید موثر بنانے کے لیے آپ نے ۵ فروری ۱۹۷۸ء کو مدارس سندھ کا اجلاس کراچی میں بلایا اور آپ نے اپنے اس دورے میں نہ صرف تنظیم المدارس کی کارکردگی کو تیز کرنے پر زور دیا، بلکہ کراچی کے تمام سنی مدارس کا معائنہ فرمایا، ممتاز شخصیات سے ملاقات کی اور سنی رسائل و جرائد اور کتب کی ضرورت اشاعت کا احساس دلایا۔ اس دورہ میں

مولانا غلام رسول سعیدی، مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری، اور مولانا محمد منشا تابش قصوری آپ کے ہمراہ تھے۔ اسی دوران سنی رسائل نے آپ سے دینی مدارس کی اہمیت اور دیگر معاملات پر انٹرویو لیے۔ اس سے قبل بھی آپ تنظیم کو فعال بنانے کی خاطر ۱۹۷۶ء میں کراچی اور مئی ۱۹۷۶ء میں صوبہ بلوچستان کا دورہ کر چکے ہیں۔ آپ کی مساعی جمیلہ کے نتیجے میں تنظیم ترقی پذیر ہے۔

جامعہ کے انتظامی تدریسی امور کے علاوہ ملک کے اطراف و اکناف سے آنے والے سوالات کے جواب میں فقہ حنفی کے مطابق فتاویٰ جاری کرنا ایسی مصروفیات ہیں جن کی بناپر آپ مستقلاً سیاست میں حصہ نہیں لیتے، لیکن بایں ہمہ جمعیت علماء پاکستان کی صاف ستھری سیاست مقام مصطفےٰ کا تحفظ اور نظام مصطفےٰ کا نفاذ کی خاطر آپ کسی قسم کی خدمت سے نہیں ہچکچاتے۔ جب بعض مفاد پرست افراد نے جمعیت علماء پاکستان کو ذاتی اغراض کے لیے استعمال کر کے علماء اہل سنت کے بے داغ ماضی کو داغدار کرنے کی غلطی کا ارتکاب کیا، تو مخلص علماء اہل سنت اسے برداشت نہ کر سکے اور ۱۹۶۸ء میں جمعیت کی تطہیر کے لیے تحریک چلائی گئی۔ اس تحریک کا کنوینر حضرت علامہ مفتی محمد حسین نعیمی مقرر ہوئے۔ اس وقت آپ نے شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی، حضرت علامہ عبدالنبی کوکب رحمہما اللہ حضرت مولانا مفتی محمد حسین نعیمی، حضرت صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول اور حضرت مولانا احمد علی قصوری وغیرہم کے ساتھ مل کر ملک بھر کے دورے کیے اور ایک عظیم الشان کنونشن جامعہ نعیمیہ میں منعقد ہوا، جس میں حضرت شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی رحمہ اللہ کو صوبائی صدر اور بعد میں مرکزی صدر چنا گیا۔

اسی کنونشن میں آپ کو جمعیت علماء پاکستان لاہور کا صدر اور مرکزی ناظم نشر و اشاعت مقرر کیا گیا۔ اس وقت بحالی جمہوریت کی تحریک کے آغاز کا سہرا جمعیت علماء پاکستان کے سر ہے اور اس سلسلے میں نکالے جانے والے مختلف جلوسوں میں سے مرکزی جلوس جامعہ نظامیہ رضویہ سے ۱۷ر جنوری ۱۹۶۹ء کو آپ کی قیادت میں نکالا گیا۔ جب خانیوال کنونشن میں حضرت

علامہ شاہ احمد نورانی جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی صدر اور مجاہد ملت علامہ عبدالستار خان نیازی جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے، تو لاہور میں مرکزی مجلس شوریٰ کے اجلاس میں آپ کو خازن بنانے کی پیشکش کی گئی، لیکن آپ بوجہ مصروفیات معذرت خواہ ہوئے۔

۱۹۷۷ء کے آخر میں قائدین جمعیت۔ صوبہ سرحد اور بلوچستان کا دورہ کر کے دونوں صوبوں میں جمعیت کا قیام عمل میں لائے۔ ان دوروں کی کامیابی میں آپ کی کاوشوں کا بہت بڑا دخل ہے تنظیم المدارس (اہل سنت) پاکستان کے سالانہ اجلاس کے موقعہ پر آپ نے ایک طرف قائدین جمعیت کو دعوت دی اور دوسری طرف صوبہ سرحد اور بلوچستان کے علماء کو بلایا اور ہر دو صوبوں کے لیے علیحدہ علیحدہ اجلاس رکھ کر قائدین سے تعارف اور مجوزہ دوروں کے لیے پروگرام تشکیل دیا گیا۔ علاوہ ازیں ہزارہ ڈویژن کے دورہ میں آپ بھی قائدین کے ساتھ رہے۔

تحریک ختم نبوت میں آپ کی ہدایت کے مطابق جامعہ کے طلباء، مدرسین نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا حتیٰ کہ قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔

قومی اسمبلی میں حوالہ جات کے لیے کتب کی ضرورت میں آپ نے حضرت قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی کی حتی الامکان معاونت کی۔ مرزائیوں کے شرعی بائیکاٹ کے بارے میں ایک مدلل فتویٰ جاری کیا جسے انجمن طلبا اسلام نے شائع کیا۔

تحریک نظام مصطفےٰ ۱۹۷۷ء میں بھی آپ کی دلچسپی اور ہدایات کے مطابق مدرسین و طلباء جامعہ نے پوری قوم کے دوش بدوش تحریک میں حصہ لیا۔ یہاں تک کہ سانحہ مسلم مسجد میں جامعہ کے دو مدرسین اور گیارہ طلباء زخمی ہوئے اور گرفتار بھی ہوئے۔

۹ اپریل کو جعلی اسمبلی کے ڈھونگ رچانے پر جب پوری قوم میدان عمل میں آئی، تو جامعہ کے تمام اساتذہ اور طلباء نے حصہ لیا۔

آپ نے ۱۹۵۳ء میں حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد رحمۃ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔

آپ کے چار صاحبزادے (محمد سعید احمد، محمد عبد المصطفےٰ، محمد عبد المجتبےٰ اور محمد عبد المرتضےٰ) اور چار صاحبزادیاں ہیں۔ بڑے صاحبزادے محمد سعید احمد بیرونِ ملک ہیں اور باقی صاحبزادے ابھی کمسن ہیں۔ (اللہ تعالیٰ تمام صاحبزادگان کو آپ کا صحیح جانشین بنائے، آمین۔

یوں تو بے شمار طلبا آپ سے اکتساب فیض کر چکے ہیں، تاہم چند مشہور تلامذہ یہ ہیں:

۱۔ حضرت مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری، صدر مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

۲۔ حضرت مولانا محمد شریف ہزاروی، مجاہد تحریک نظام مصطفےٰ ہری پور (ہزارہ)

۳۔ حضرت مولانا سید مزمل حسین شاہ، ناظم اعلیٰ جامعہ حسینیہ رضویہ، لاہور

۴۔ حضرت مولانا محمد صدیق، انگلینڈ، ۵۔ حضرت مولانا عبد التواب صدیقی اچھرہ، لاہور

۶۔ حضرت مولانا گل محمد صاحب عتیقی، مدرس جامعہ رضویہ فیصل آباد

۷۔ حضرت مولانا مفتی ہدایت اللہ، مدرس جامعہ رضویہ مظہر العلوم ملتان

۸۔ مولانا محمد یحییٰ صاحب، دوبئی

۹ حضرت مولانا محمد منیب الرحمٰن ہزاروی ایم اے، مدرس دار العلوم نعیمیہ کراچی

۱۰۔ حضرت مولانا محمد طفیل، ناظم اعلیٰ شمس العلوم جامعہ رضویہ، کراچی

۱۱۔ حضرت مولانا سید خادم حسین شاہ، مدرس کاہنہ نو

۱۲۔ حضرت مولانا قاری عبد الرشید سیالوی، ناظم اعلیٰ دار العلوم غوثیہ بند روڈ شیر اکوٹ لاہور

۱۳ حضرت مولانا حافظ عبد الستار نظامی، مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

۱۴۔ حضرت مولانا سید غلام مصطفےٰ بخاری، 〃 〃 〃 〃

۱۵۔ محمد صدیق ہزاروی 〃 〃 〃

۱۶۔ مولانا محمد بشیر نقشبندی، خطیب، لاہور

۱۷۔ مولانا حافظ احسان اللہ ہزاروی [۱]

---

[۱] یہ تمام کوائف حضرت استاذ محترم مدظلہ سے براہِ راست حاصل کیے۔ (مرتب)

شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد عبداللہ النعیمی، کراچی

شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد عبداللہ النعیمی بن محمد رمضان صاحب ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۵ء میں بمقام چاہ بار محلہ خارانی (ایرانی بلوچستان) پیدا ہوئے۔

اگرچہ آپ اپنے خاندان کے پہلے عالم دین ہیں، تاہم آپ کے خاندان میں مذہبی رنگ موجود تھا۔ آپ کے والد ماجد درویش صفت، فقیہ طبع اور صوم وصلوٰۃ کے پابند بزرگ تھے۔

۱۹۳۵ء میں آپ اپنے والد محترم کے ہمراہ آبائی وطن سے ہجرت کر کے ملیر (کراچی) میں آکر آباد ہو گئے۔ اس وقت آپ کی عمر تقریباً دس سال تھی۔ جب آپ کی عمر بارہ سال کو پہنچی، تو والد ماجد نے علاقہ ملیر کی ایک بستی میمن گوٹھ میں ایک برگزیدہ عالم دین و ممتاز خطیب حضرت مولانا الحاج حکیم اللہ بخش سندھی کے پاس تحصیلِ علم کے لیے بٹھایا، جہاں آپ نے قرآن مجید اور کافیہ تک کتابیں پڑھیں۔

اسی دوران والد ماجد کا وصال ہو گیا۔ آپ تن تنہا گھر کے کفیل تھے، اس لیے گھریلو مسائل کچھ عرصہ کے لیے تعلیم میں حائل رہے۔

بعد میں آپ نے ملیر کینٹ (فوجی چھاؤنی) میں حضرت علامہ مولانا حافظ محمد بخش مدظلہ جن کا تعلق غالباً ضلع جہلم سے تھا، سے منطق، فلسفہ اور اصول کی کتب کے علاوہ مشکوٰۃ شریف اور جلالین بھی پڑھیں۔ علم میراث کی تعلیم حضرت مولانا الحاج محمد عثمان مکرانی خطیب پرانا گولیمار کے پاس حاصل کی۔

فنون کی تکمیل پر تاج العلماء حضرت مولانا محمد عمر نعیمی رحمۃ اللہ کے زیر سایہ دار العلوم مخزنِ عربیہ آرام باغ کراچی میں دورۂ حدیث کر کے ۱۹۶۰ء میں سندِ فراغت اور دستارِ فضیلت حاصل کی۔

چونکہ آپ بچپن ہی سے درس وتدریس کا ذوق رکھتے تھے، اس لیے آپ حصولِ علم کے دوران ہی ۱۹۵۵ء میں صاحب داد گوٹھ میں قرآنی تعلیمات کا مدرسہ قائم کرکے تدریس کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔

فراغت کے بعد آپ نے ۱۹۶۱ء میں دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ کی بنیاد رکھی جس کا افتتاح تاج العلماء حضرت مولانا محمد عمر نعیمی رحمۃ اللہ نے فرمایا۔

اسی دارالعلوم میں آپ تدریسی فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ چنانچہ کثیر التعداد علماء آپ سے اکتسابِ فیض کے بعد سندھ، بلوچستان، ایران، دوبئی اور مسقط وغیرہ مقامات پر علوم اسلامیہ کی تعلیم وتدریس اور اشاعت وتبلیغ میں مصروف ہیں۔ آپ عرصہ پندرہ سال سے ملیر کھوکھراپار کی مرکزی جامع مسجد غوثیہ میں خطیب ہیں آپ کی تقریر نہایت سادہ اور موثر ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو خصوصی انعامات سے نوازا ہے۔ آپ کا فتویٰ تحقیقی، تدقیقی اور سائل کے لیے مکمل تسکین اور اطمینانِ قلبی کا باعث ہوتا ہے۔

ایوبی دورِ حکومت میں جب مشینی ذبیحہ کا فتنہ اٹھا، تو مفتی اعظم سرحد حضرت مولانا شائستہ گل دامت برکاتہم العالیہ نے ملک بھر کے علماء کے فتاویٰ جمع کیے، اس دوران جب حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ نعیمی کا تحقیقی فتویٰ دیکھا، تو بہت متاثر ہوئے اور اپنے صاحبزادے حضرت مولانا مفتی عبدالسبحان قادری مہتمم دارالعلوم قادریہ سبحانیہ (کراچی) سے آپ کے بارے میں استفسار فرمایا کہ یہ کون شخص ہے، جس کے فتوے نے میری زبردست راہنمائی کی، بلکہ آپ کے تسلی بخش جوابات کو دیکھ کر مولوی محمد یوسف بنوری نے بھی آپ کی تحقیق کی تعریف کی۔ آپ کا فتویٰ سندھ وبلوچستان میں بے حد مقبول ہے۔

اگرچہ آپ عملی سیاست میں حصہ نہیں لیتے لیکن حضرت قائد اہل سنت شاہ احمد نورانی صدیقی مدظلہ اور ان کے رفقاء کی معاونت کے لیے ہمہ تن مصروف ہو جاتے ہیں۔ تحریکِ نظامِ مصطفےٰ میں آپ نے بھرپور کردار ادا کیا۔ باوجودیکہ آپ ایسے مقام پر رہائش پذیر ہیں جو سیاسی مخالفین کا گڑھ ہے۔ ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں سابق وزیر قانون وتعلیم عبدالحفیظ پیرزادہ کا حلقۂ انتخاب رہا ہے۔ تحریک نظام مصطفےٰ کے دوران علاقہ کے مخالفین آپ کی جان کے درپے ہوگئے۔ آپ پر سنگباری کی گئی۔ طلبا کو زدوکوب

کیا گیا، لیکن آپ کے پائے استقلال میں جنبش تک نہ آئی اور آپ نے سیاسی مخالفین کی پرواہ کیے بغیر اپنا مشن جاری رکھا۔

آپ سلسلہ قادریہ میں پیرِ طریقت رہبرِ شریعت حضرت الحاج سید عبدالخالق شاہ مکرانی (مرحوم)، سے بیعت ہیں جو پیر صاحب پگارا شریف کے مرکزی خلفاء میں سے تھے اور نقشبندیہ سلسلہ میں آپ کو حضرت الحاج سائیں عبداللہ سولنگی سندھ رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت و خلافت کا شرف حاصل ہے۔

آپ کئی مرتبہ عمرہ کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔ ۱۹۷۱ء میں آپ کو حج بیت اللہ شریف اور گنبدِ خضریٰ کی زیارت کی سعادت حضرت مفتیٔ اعظم ہند شہزادۂ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ مصطفےٰ رضا خاں بریلوی مدظلہ کے ہمراہ حاصل ہوئی۔ اس موقع پر خوش قسمتی سے حج اکبر کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ حج سے واپسی پر علماء اور عقیدتمندوں کا ہجوم تھا۔ اس موقعہ پر مولانا محمد اسلم نعیمی نے بطورِ تہنیت چند اشعار پیش کیے جو یہ ہیں ؎

مراجعت ز حرم در وطن مبارک باد — صبا بگفت چمن در چمن مبارک باد
خدا قبول کند ایں فریضۂ اکبر — جمال و جلوۂ شاہِ زمن مبارک باد
بصد خلوص و ادب عرض میکند اسلم — منم غلام تو مولائے من مبارک باد
حضور قبلہ و کعبہ کجا مجالِ سخن — ولے معاف کن ایں سخن مبارک باد

حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ نعیمی باعمل عالم ہیں۔ زہد و تقویٰ، توکل علی اللہ اور اتباعِ رسول علیہ السلام جیسے اوصافِ حمیدہ سے موصوف ہیں۔ تکالیف اور مصائب کے باوجود حق گوئی کا دامن نہیں چھوڑتے۔ بھٹو دورِ حکومت میں جب چاند کے مسئلے پر اختلاف ہوا، تو آپ نے چاند کی شہادت کے سلسلے میں تحقیق کے لیے ۱۵ میل کا سفر پا پیادہ کیا۔ سیاسی مخالفین نے دیگر زیادتیوں کے علاوہ یہ مذموم حرکت بھی کی کہ آپ کو اپنی سواری دینے سے انکار کر دیا۔

فروری ۱۹۷۸ء میں حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ناظم تنظیم المدارس (اہل سنت)، پاکستان نے کراچی کا دورہ کیا۔ اس موقعہ پر آپ سے ملاقات کے دوران آپ کے تبحرِ علمی اور دارالعلوم کے انتظام و انصرام کے سلسلے میں آپ کی جدوجہد سے کافی متاثر ہوتے۔

۱؎ حضرت مفتی صاحب کے یہ تمام کوائف محترم مولانا محمد اسلم نعیمی نے ارسال فرمائے، راقم ان کا ممنون ہے۔ ر

شیخ الحدیث مولانا محمد عبد اللہ، قصور

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبد اللہ بن الحاج گلاب دین ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۳۸ھ / ۱۴ جنوری ۱۹۲۰ء میں موضع سر سنگھ (ضلع امرتسر، بھارت) کے مقام پر پیدا ہوئے۔ موضع پٹی (ضلع امرتسر) کے ہائی سکول سے میٹرک کیا اور پھر علوم عربیہ اسلامیہ کی جانب متوجہ ہوئے۔

علوم اسلامیہ کی تعلیم کے لیے آپ مرکزی دار العلوم حزب الاحناف لاہور میں داخل ہوئے۔ ان دنوں دار العلوم میں امام المنقول والمعقول حضرت علامہ الحاج مولانا مہر الدین نقشبندی مدظلہ، مدرس تھے۔ علامہ مولانا محمد عبد اللہ نے تمام کتب درس نظامی اول سے آخر تک آپ سے پڑھیں۔

کتب احادیث کا درس حضرت مفتی اعظم پاکستان ابو البرکات سید احمد سے لیا اور ۱۹۴۳ء میں سندِ فراغت حاصل کی۔

آپ نے فراغت کے بعد اپنے گاؤں سر سنگھ (امرتسر) میں "دار العلوم جامعہ حنفیہ" کے نام سے ایک دینی ادارہ قائم فرما کر علوم اسلامیہ کے درس و تدریس کا آغاز فرمایا۔ تقسیمِ ہند کے بعد آپ قصور تشریف لائے اور یہاں ۱۹۴۹ء میں جامعہ حنفیہ کی نشاۃ ثانیہ فرمائی۔

جامعہ حنفیہ میں آپ طلباءِ حدیث کو درس دیتے ہیں۔ درسِ نظامی کی کتب متداولہ کی تدریس کے لیے دیگر اساتذہ کی تقرری کی گئی ہے۔

آپ نے زمانۂ طالب علمی ہی میں حضرت مفتی اعظم پاکستان علامہ ابو البرکات سید احمد قدس سرہٗ کے دستِ حق پرست پر شرف بیعت حاصل کیا، اور اجازت و خلافت سے بھی مشرف ہوئے۔ علاوہ ازیں آپ کو حضرت سید علاؤ الدین طاہر بغدادی سے بھی اجازت و خلافت

حاصل ہے۔[1]

حضرت مولانا محمد عبداللہ قابل مدرس اور صاحبِ قلم شخصیت ہیں، چنانچہ آپ نے مختلف موضوعات پر متعدد کتابیں اور کتابچے تحریر کیے جن میں سے بعض ابھی تک مسودات کی صورت میں ہیں، چند رسائل مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ التعریفات للعلوم الدرسیات (مطبوعہ)

۲۔ نذرِ اولیاء   ۳۔ نورٌ علیٰ نور

۴۔ رفع السبابۃ بعمل الصحابہ رضی اللہ عنہم   ۵۔ نکاحِ راعیل بابن راحیل (مطبوعہ)

حضرت مولانا محمد عبداللہ نے اسلام کی حمایت میں اٹھنے والی ہر تحریک میں بھرپور حصہ لیا۔ تحریکِ ختمِ نبوت ہو چاہے تحریک نظامِ مصطفےٰ آپ میدان میں آئے۔

حالیہ تحریک نظامِ مصطفےٰ میں آپ کو نظامِ مصطفےٰ کے حق میں تقریریں کرنے کے پاداش میں ڈی۔پی۔آر کے تحت گرفتار کیا گیا اور پھر تقریباً دو ماہ بعد رہائی ملی۔ یہ آپ ہی کی تربیت کا اثر ہے کہ آپ کی قیادت میں جامعہ حنفیہ کے مدرسین و طلباء نے بھی گرفتاریاں پیش کیں اور پوری قوم کے دوش بدوش نظامِ مصطفےٰ کے نفاذ کی خاطر قید و بند کی صعوبتوں کو خندہ پیشانی سے قبول کیا۔ فجزاہم اللہ خیراً۔

---

[1] غلام مہر علی، مولانا: الیواقیت المہریہ ص ۱۴۹

عمدۃ المدرسین مولانا سیّد محمد عبد اللہ شاہ رضوی، ملتان

ماہر علوم شرقیہ حضرت مولانا ابو الخیر سید محمد عبد اللہ شاہ رضوی بن سید عبد الرحمن شاہ (مرحوم) ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء میں بمقام آشکوٹ، تحصیل اٹھمقام ضلع مظفر آباد (آزاد کشمیر) پیدا ہوئے۔ آپ نے آٹھ جماعتیں اردو تعلیم حاصل کی اور درس نظامی کا مروجہ نصاب مختلف مدارس میں پڑھا۔ دار العلوم انجمن نعمانیہ لاہور میں استاذ العلماء مولانا مفتی محمد حسین نعیمی (رکن اسلامی مشاورتی کونسل) اور شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا مہر الدین مدظلہ سے، جامعہ رضویہ مظہر اسلام ہارون آباد میں شیخ الحدیث حضرت مولانا غلام رسول رضوی (صدر جماعت اہل سنت پنجاب) سے اور جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف میں استاذ العلماء حضرت علامہ سید جلال الدین شاہ مدظلہ، اور حضرت علامہ مولانا محمد نواز مدظلہ، سے فنون کی تکمیل کے بعد جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد میں حضرت محدث اعظم مولانا محمد سردار احمد رحمۃ اللہ سے علم حدیث پڑھ کر ۱۹۵۹ء میں سند فراغت اور دستار فضیلت حاصل کی۔ علاوہ ازیں آپ نے پنجاب بورڈ سے زبدۃ الحکماء کی سند بھی حاصل کی۔

فراغت کے بعد آپ نے ایک سال دار العلوم غوثیہ رضویہ سکھر میں بطور صدر مدرس تدریسی فرائض سر انجام دیے اور اب عرصہ سولہ سال سے دار العلوم جامعہ رضویہ انوار الابرار ملتان میں ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔

اس دار العلوم میں آپ نے فاضل عربی، فاضل فارسی، ایم اے اسلامیات، ایم اے عربی اور درس نظامی کی مکمل جماعتوں کا انتظام کیا ہوا ہے جہاں دیگر مدرسین کے علاوہ آپ خود بھی تدریس فرماتے ہیں۔

آپ نے نحو کی مشہور کتاب "شرح ملّا جامی" پر ایک حاشیہ عربی زبان میں تحریر کیا جو چار سو صفحات پر مشتمل ہے اور منہیات قاضی مبارک پر دو سو صفحات کا ایک حاشیہ تحریر کیا۔ دونوں حاشیے ابھی تک غیر مطبوعہ ہیں۔

حضرت مولانا سیّد محمد عبد اللہ شاہ رضوی کو محدّثِ اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد سردار احمد رحمۃ اللہ سے بیعت کا شرف حاصل ہے۔

سیاسی طور پر آپ کا تعلق جمعیت علمائے پاکستان سے ہے اور آپ قائدینِ جمعیت کی ہدایات پر ہر تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ تحریکِ نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم (۱۹۷۷ء) میں آپ نے "اسلام آباد لانگ مارچ" میں حصہ لیا اور سات دن تک قید رہے۔

آپ جماعت اہل سنّت پاکستان کی مرکزی مجلسِ عاملہ کے رکن ہیں اور کل پاکستان سنّی کانفرنس ملتان (۱۶، ۱۷، ۱۸ اکتوبر ۱۹۷۸ء) میں آپ نے مکمل انتظام کو کنٹرول کیا اور بیماری کے باوجود آپ نے دن رات ایک کر کے کانفرنس کو کامیاب بنانے میں نمایاں کردار ادا کیا۔

آپ نہایت قابل مدرس ہیں، چنانچہ بے شمار طلباء نے آپ سے اکتسابِ فیض کیا، جن میں سے چند فضلاء کے نام یہ ہیں؛

۱۔ مولانا محمد بشیر احمد کاشمیری، فاضل عربی، ایم اے اسلامیات، پروفیسر گورنمنٹ کالج پشاور
۲۔ مولانا معراج الدین، فاضل عربی، ایم اے اسلامیات، کراچی
۳۔ مولانا محمد بشیر فریدی، فاضل عربی، ایم اے اسلامیات، ملتان
۴۔ مولانا محمد ابراہیم، صدر مدرس، شجاع آباد
۵۔ مولانا حافظ محمد عبد اللطیف، صدر مدرس جامعہ رضویہ انوار الابرار ملتان
۶۔ مولانا محمد جمیل الرحمٰن رحمانی، فاضل عربی، خطیب جامع مسجد حنفیہ، ملتان
۷۔ مولانا نذیر احمد، فاضل عربی، ٹیچر گورنمنٹ سکول احمد پور شرقیہ
۸۔ مولانا محمد عارف، خطیب بغدادی جامع مسجد فیصل آباد [1]

---

[1] مکتوب حضرت مولانا سیّد محمد عبد اللہ شاہ رضوی، بنام مرتب مؤرخہ ۱۲ دسمبر ۱۹۷۸ء

حضرت مولانا محمد عبداللہ مردانوی، گوجرانوالہ

استاذ العلما حضرت مولانا محمد عبداللہ بن مولانا فیض رساں، علاقہ جدوں (تحصیل صوابی ضلع مردان[۱]) میں پیدا ہوئے۔ سنِ ولادت تقریباً ۱۹۲۰ء ہے۔

آپ کے والد ماجد (م ۱۹۴۲ء) تبلیغ دین کے ساتھ ساتھ زمینداری بھی کرتے تھے اور علوم عربیہ کے طلباء کو پڑھاتے بھی تھے۔

آپ نے ابتدائی کتب درسِ نظامی، فقہ، شرح وقایہ تک نحو، ہدایۃ النحو اور فارسی بوستاں تک اپنے والد ماجد مرحوم سے پڑھیں۔ ایک سال راولپنڈی مری روڈ (سیٹلائٹ ٹاؤن) میں مولوی ملک امان (دیوبندی) کے پاس پڑھتے رہے اور پھر مرکز رشد وہدایت شرقپور شریف حاضری دی۔ یہاں آپ ۱۹۴۷ء تک اکتسابِ فیض کرتے رہے۔ شرقپور شریف میں آپ نے جن اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا، وہ یہ ہیں:

۱۔ حضرت علامہ مولانا غلام رسول شیخ الحدیث جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد

۲۔ مولانا سید عاشق حسین شاہ صاحب (ٹوبہ ٹیک سنگھ)

۳۔ مولانا مختار احمد صاحب (حال مفتی دار العلوم قادریہ) فیصل آباد

۱۹۴۷ء میں حضرت محدثِ اعظم پاکستان (رحمہ اللہ) پاکستان تشریف لے آئے، تو حضرت مولانا محمد عبداللہ نے رمضان شریف کا مہینہ موضع سہارو کی (منصور والی اسٹیشن) میں آپ کی خدمت میں گزارا اور پھر تین چار سال جامعہ رضویہ فیصل آباد میں حضرت مولانا

---

[۱] علاقہ جدون تربیلہ سے ۲۵ میل غربی جانب میں واقع ہے۔ پہلے پہل آزاد قبائلی علاقہ کہلاتا تھا اور اب پاکستان سے الحاق کے بعد ضلع مردان تحصیل صوابی میں شمار ہوتا ہے (مرتب)

محمد یوسف اور مولانا ظہور احمد (منڈی بہاؤالدین) سے کتب درسِ نظامی کی تکمیل کر کے دورۂ حدیث حضرت محدثِ اعظم رحمہ اللہ سے کیا، اس طرح ۱۹۵۱ء میں سندِ فراغت حاصل کی۔

آپ دو سال تک کاٹن مل فیصل آباد میں خطابت فرماتے رہے اور پھر ایک سال کے لیے گھر تشریف لے گئے۔ ۱۹۵۶ء میں مسجد دائرے والی (گوجرانوالہ) میں فرائض خطابت سرانجام دینے شروع کیے اور ساتھ ہی زینت المساجد سراج العلوم گوجرانوالہ میں پڑھاتے رہے۔ دو تین سال کا عرصہ ایف سی ہائی سکول گوجرانوالہ میں بھی اسلامیات اور اُردو کے مدرس رہے۔

۱۹۶۶ء میں "دارالعلوم نعمانیہ فیض العلوم" کے نام سے ایک دینی ادارہ قائم کیا اور اس کے لیے جگہ حاصل کی۔ ابتداءً دارالعلوم کی عمارت نہ ہونے کی وجہ سے مدینہ مسجد میں تعلیم و تعلّم کا سلسلہ شروع کیا اور پھر عمارت بن جانے کے بعد دارالعلوم نئی عمارت میں منتقل ہو گیا۔ دارالعلوم کے ساتھ ایک نہایت خوبصورت "مسجد نعمان" بھی آپ نے تعمیر کرائی۔ آجکل آپ دارالعلوم میں تدریس اور مسجد نعمان میں خطابت کے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد عبداللہ مدظلہ، نے تحریکِ ختمِ نبوت ۱۹۵۳ء میں جبکہ آپ فیصل آباد میں تھے، بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔ تحریکِ ختمِ نبوت ۱۹۷۴ء میں تحریک کا پہلا جلوس آپ نے مسجد نعمان سے نکالا جو مسجد زینۃ المساجد تک پہنچا، تو وہاں سے جلوس کی قیادت آپ کے علاوہ حضرت مولانا محمد ابوداؤد محمد صادق نے بھی کی۔ ۱۹۷۷ء کی تحریک نظامِ مصطفےٰ میں آپ نے چار دن تک مسلسل اپنی مسجد سے احتجاجی جلوس نکالے اور آپ کے دارالعلوم کے طلبا نے گرفتاریاں بھی پیش کیں۔

آپ کا سیاسی تعلق جمعیت علماء پاکستان سے ہے۔ صاحبزادہ فیض الحسن شاہ کے دور میں آپ شہر گوجرانوالہ کی جمعیت کے نائب صدر رہے۔ جب صاحبزادہ صاحب موصوف نے جمعیت کو غلط مقاصد کے لیے استعمال کرنے کی کوشش کی، تو جمعیت کی تطہیر کے لیے آپ ہی نے سب سے پہلا جلسہ کالج روڈ گوجرانوالہ پر کرایا، جس میں شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی قدس سرہٗ اور آپ کے دیگر رفقاء نے شرکت کی اور پھر جمعیت کی تشکیلِ نو پر آپ کو جمعیت علمائے پاکستان صوبہ پنجاب

کا نائب صدر بنایا گیا۔ آجکل بھی آپ جمعیت علماء پاکستان شہر گوجرانوالہ کے نائب صدر ہیں۔

جب حضرت محدث اعظم رحمۃ اللہ پاکستان تشریف لائے، تو عید گاہ گڑھی شاہو (جہاں اب جامعہ نعیمیہ ہے) میں حضرت مولانا محمد عبداللہ نے آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔

آپ نے تجوید کی مشہور کتاب جزری کا ترجمہ کیا اور کتابت بھی ہو گئی تھی، لیکن بوجوہ طبع نہ ہو سکی اور کچھ حصہ ضائع ہو گیا۔ اب اسے مکمل کر کے چھپوایا جائے گا۔ علاوہ ازیں آپ نے حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت پاک پر ایک کتاب تذکرہ حجۃ العارفین کے نام سے لکھی ہے جو ۱۹۷۳ء میں طبع ہو چکی ہے۔

آپ سے کثیر تعداد میں طلباء نے استفادہ کیا جن میں سے چند مشہور تلامذہ کے نام یہ ہیں:

۱۔ مولانا خالد حسن مجددی، گوجرانوالہ

۲۔ مولانا صداقت علی فیضی، گوجرانوالہ

۳۔ مولانا گل احمد عتیقی، مدرس جامعہ رضویہ، فیصل آباد

۴۔ مولانا ہدایت اللہ، گوجرانوالہ

۵۔ مولانا ظہور احمد صدیقی، گوجرانوالہ

۶۔ مولانا رحمت اللہ نوری، گوجرانوالہ

۷۔ مولانا حافظ غلام جیلانی، اسلام آباد

۸۔ مولانا صاحبزادہ فیض القادری، مرکزی ناظم نشر و اشاعت جمہوری پارٹی، لاہور

آپ کا ایک صاحبزادہ محمد اشفاق بعمر سترہ سال اور چار صاحبزادیاں ہیں۔ صاحبزادہ صاحب نے میٹرک کا امتحان پاس کیا ہے اور ترجمہ قرآن پاک پڑھا ہے۔[1]

---

[1] مرتب محمد صدیق ہزاروی نے حضرت مولانا عبدالستار نظامی مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے ہمراہ ۱۹ جولائی ۱۹۷۷ء یکم شعبان ۱۳۹۷ھ کو صبح ساڑھے آٹھ بجے کے قریب دارالعلوم نعمانیہ فیض الاسلام گوجرانوالہ میں حضرت مولانا سے ملاقات کی اور یہ کوائف حاصل کیے۔

مبلّغ خوش بیاں حضرت مولانا محمّد عبدالمالک لقمانوی کھلابٹ (ہزارہ)

مبلّغ خوش بیاں حضرت مولانا محمد عبدالمالک لقمانوی بن مولانا محمد فرید بن علامہ مولانا رحمت اللہ بن مولانا محمد انور شاہ[1] ۴ ربیع الثانی ۱۳۴۸ھ / ۱۰ ستمبر ۱۹۲۹ء میں بمقام لقمانیہ از مضافات تربیلہ (ہزارہ) پیدا ہوئے۔

آپ قوم پٹھان (اتمان زئی)[2] کے ایک علمی گھرانے کے چشم وچراغ ہیں۔ آپ کے والد ماجد عالم تھے جو کہ جوانی ہی میں رحلت فرما گئے۔ جدِ امجد مولانا رحمت اللہ اور جدِ اعلیٰ مولانا محمد انور شاہ اپنے دَور کے ممتاز محقق اور استاذ العلماء گزرے ہیں۔ تربیلہ میں بڑے مولوی صاحب کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ علاقہ مردان اور ہزارہ کے وہابیہ کے ساتھ ان کے مناظرے ہوتے رہے اور ہمیشہ فتح پائی۔ مولانا رحمت اللہ کے کچھ شاگرد علماء اب بھی ہزارہ میں موجود ہیں۔

آپ نے چھ جماعتیں سکول کی پڑھیں اور درسِ نظامی کا نصاب مکمل پڑھا۔ ابتدائی کتب درسِ نظامی مختلف علاقے کی مساجد میں پڑھیں اور بعد ازاں مختلف مدارس میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ مدرسہ غنیہ حنفیہ شہر سیالکوٹ مدرسہ مظہر اسلام (مسجد بی بی جی بانس) بریلی شریف (ہند) اور دارالعلوم علی پور شریف سیداں میں حصولِ علم کے بعد دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور (ہزارہ) سے ۲۲ شعبان المکرم ۱۳۷۵ھ کو سندِ فراغت حاصل کی۔

آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا قاضی عبدالسبحان کھلابٹی، حضرت مولانا عبدالقادر (مدرس مدرسہ مظہرِ اسلام بریلی شریف) حضرت مولانا عبدالغنی سیالکوٹی رحمہم اللہ اور حضرت

---

[1] پٹھانوں میں بعض اولاد کا نام شاہ کے ساتھ آجاتا ہے۔

[2] تحصیل صوابی ضلع مردان کا ایک بہت بڑا خان "محمد اتمان خان" نامی گزرا ہے، اس مناسبت سے اتمان زئی ہے۔

مولانا عبدالغنی اویسی سلہڈ (ایبٹ آباد) کے اسماء گرامی شامل ہیں۔

حضرت مولانا محمد عبدالمالک لقمانوی مسلکِ اہلِ سنت کے عظیم مبلغ اور بیباک ترجمان ہیں۔ آپ کا اندازِ تبلیغ نہایت سنجیدہ اور سامعین کے دلوں کو موہ لینے والا ہے۔ آواز شیریں ہے جس کی وجہ سے آپ بنیادی طور پر مقرر ہیں، تاہم تدریس سے بھی شغف رکھتے ہیں اور کافی طلباء کتب فارسی اور صرف و نحو کا درس آپ سے لے چکے ہیں۔ آپ فراغت کے فوراً ہی بعد مسندِ خطابت و امامت پر فائز ہو گئے تھے۔ جامع مسجد محلہ حاجی پیر امام بادشاہ موضع سرائے صالح (ہری پور)، جامع مسجد دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ (ہری پور) جامع مسجد افغاناں شادیوال (گجرات)، جامع مسجد اٹاترک لائبریری برلب دریا جہلم (شہر جہلم)، اور جامع مسجد غلام خیل موضع کھبل (تربیلہ ہزارہ) میں خطابت و امامت کے فرائض سرانجام دینے کے بعد چند سال جامع مسجد نور محلہ مفتی آباد (مانسہرہ) میں بحیثیتِ خطیب کام کرتے رہے، جہاں آپ نے ایک دارالعلوم "جامعہ رضویہ فیض المالک" کے نام سے جاری کیا۔ مانسہرہ شہر میں آپ کی تشریف آوری سے پہلے عقائدِ باطلہ اور بدعات کی ترویج کا زور تھا، لیکن آپ کی آمد سے مکدر فضا صاف ہو گئی۔ عوام کو عقائدِ حقہ سے آگاہی ہونے لگی۔ ربیع الاول شریف میں پاکستان کے دوسرے شہروں کی طرح یہاں بھی عظمتِ رسول کے ترانے بجنے لگے۔ بارگاہِ رسالت میں خراجِ تحسین پیش کرنے کے لیے محافل اور جلوس منعقد ہونے لگے۔ علماء اہلِ سنت کی آمد و رفت شروع ہوئی اور نہ صرف مانسہرہ شہر بلکہ گرد و نواح کے قصبات و دیہات میں بھی توحید و رسالت کے صحیح مفہوم کی تبلیغ ہونے لگی۔ مخالفین اہلِ سنت آپ کی کامیابی کو دیکھ کر سٹپٹائے اور مختلف طریقوں سے ہراساں کرنے کی کوشش کی، لیکن اس مردِ مجاہد کے استقلال میں کسی قسم کی کمی نہ واقع ہوئی۔ مخالفین سے بڑے بڑے مناظرے ہوتے ہیں۔ الحمد للہ ہر مقام پر آپ کو کامیابی نصیب ہوئی ہے۔ آجکل آپ کھلابٹ کالونی ہری پور میں مسندِ خطابت پر فائز ہیں۔

تحریکِ پاکستان کے وقت آپ کی عمر پندرہ سولہ سال تھی۔ آپ مسلمانوں کی نمائندہ جماعت

مسلم لیگ سے وابستہ ہو کر حضرت شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی رحمہ اللہ کی معیت میں جگہ جگہ جلسوں میں شرکت فرماتے رہے۔[1]

پاکستان بننے کے بعد پاکستان کا جھنڈا لہرا کر وزیر آباد سے سیالکوٹ تک جانے والی اس گاڑی پر آپ بھی شریک سفر تھے جس پر سکھوں نے حملہ کیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے گاڑی بخیریت وزیر آباد پہنچ گئی۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ کے سابق مہتمم حضرت مولانا عزیز الرحمان چھوہروی کی قیادت اور قاضی شمس الدین (درویش ہری پور) اور مولوی صاحب ڈھینڈہ (ہری پور) کے ہمراہ بھرپور حصہ لیا۔

تحریک ختم نبوت (۱۹۷۴ء) میں آپ نے نمایاں حصہ لیا اور آپ کی بے لاگ اور پر حکمت تبلیغ کے پیش نظر بہت سے مرزائی قادیانیت سے توبہ کر کے دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے، جن میں خان غلام ربانی خاں ایڈووکیٹ (مانسہرہ) کا نام سر فہرست ہے۔[2]

۱۶ جولائی ۱۹۷۸ء کو پشاور میں جماعت اہل سنت کے عظیم کنونشن میں آپ کو جماعت اہل سنت صوبہ سرحد کا نائب صدر چنا گیا۔

آپ کا زیادہ رجحان وعظ و تقریر کے ذریعے تبلیغ کی طرف ہے، اس لیے تصانیف کی طرف بہت کم توجہ دی۔ بایں ہمہ آپ نے کچھ مسائل پر چند رسائل ترتیب دیے جو درج ذیل ہیں:

۱۔ جواز حیلۂ اسقاط

---

[1] اب مولانا عبدالمالک عملی طور پر سیاست میں حصہ نہیں لے رہے ہیں، لیکن آپ کی تمام تر ہمدردیاں سواد اعظم کی نمائندہ جماعت "جمعیت علماء پاکستان" کے ساتھ ہیں۔ (مرتب)

[2] خان غلام ربانی خان جس کا اب انتقال ہو گیا ہے۔ اسلام لانے سے قبل مرزائیوں کا بہت بڑا مبلغ تھا، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے حضرت مولانا عبدالمالک کی بے لاگ اور پر حکمت تبلیغ اسے اسلام کی طرف کھینچ لائی۔

۲۔ درود وسلام کی تمام صورتوں کا جواز

۳۔ ذکر بالجہر

آپ کو اللہ تعالیٰ نے یہ قوت بھی عطا فرمائی کہ بوقتِ ضرورت اشعار کہہ لیتے ہیں جو کبھی کبھی نظم کی صورت بھی اختیار کر لیتے ہیں۔ مختلف اشتہارات پر آپ نے جو اشعار لکھے، ان میں سے چند بطورِ نمونہ مندرجہ ذیل ہیں : ۔ ؎

گھٹا ٹوپ ظلمت کا ہے گرچہ قبضہ مگر نور کی تاب لانا ہے مشکل

ذرا تیز تر تند ہواؤں سے کہہ دو چراغِ الٰہی بجھانا ہے مشکل

شغال اپنی محفل میں ہے شیر لیکن مقابل میں شیروں کے آنا ہے مشکل

آپ ۱۹۵۴ء میں حضرت مولانا پیر غلام محی الدین نقشبندی کابلی نیریاں شریف ترارڑکھل تحصیل پلندری (پونچھ آزاد کشمیر) کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔

آپ کے تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں بقید حیات ہیں، جبکہ تین صاحبزادیاں اور ایک صاحبزادہ انتقال فرما چکے ہیں۔ ؎

؎ جب نیریاں شریف کے حضرت صاحب کو آزاد کشمیر کے وہابیہ نے اسلام سے خارج قرار دیا تو حضرت مولانا نے حضرت مولانا مفتی ہدایت الحق (حضرو) کی معیت میں چند ماہ دورہ کیا اور وہابیہ کے پروپیگنڈہ کا ازالہ کیا۔ اس موقع پر چھپنے والے اشتہارات پر اشعار لکھے ہیں۔

؎ یہ تمام کوائف مولانا عبدالمالک تھانوی نے مرتب کے نام تحریر فرمائے جس کے لیے مرتب ان کا ممنون ہے۔

مولانا قاضی عبدالمجید صاحب، بیلہ (بلوچستان)

حضرت علامہ مولانا قاضی عبدالمجید صاحب ابن قاضی محمد اسماعیل صاحب (مرحوم) بیلہ ضلع لسبیلہ بلوچستان کے ایک علمی گھرانے میں ۱۳۶۵ھ / ۱۹۴۵ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نسبی تعلق قریشی خاندان سے ہے۔ آباؤ اجداد علوم اسلامیہ کے مبلغ و مدرس رہے۔ آپ کے جدِ اعلیٰ امیر قاضی محمد اسماعیل (مرحوم) نے مدرسہ حبیبیہ کے نام سے ایک دینی درس گاہ کی بنیاد رکھی۔ ان کے وصال پر آپ کے جدِ امجد قاضی حبیب اللہ صاحب جو بیلہ کے قاضی بھی تھے، نے اس مدرسہ کو آباد کیا۔ پھر آپ کے والد جناب قاضی محمد اسماعیل صاحب مرحوم نے اس ادارہ میں علوم عربیہ کا فیضان جاری کیا اور آجکل حضرت مولانا قاضی عبدالمجید صاحب اس دار العلوم کے مہتمم و مدرس ہیں۔

آپ نے تمام علوم متداولہ کی تعلیم اپنے آبائی دار العلوم حبیبیہ بیلہ ضلع لسبیلہ میں حضرت مولانا محمد سلیمان صاحب اور اپنے والد حضرت علامہ قاضی محمد اسماعیل سے حاصل کرنے کے بعد اسی مدرسہ سے ۱۳۸۷ھ / ۱۹۶۷ء میں سندِ فراغت و دستارِ فضیلت حاصل کی۔

فراغت کے بعد سے اب تک مدرسہ حبیبیہ بیلہ میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں اور اس سے ملحقہ مسجد میں فرائضِ خطابت سرانجام دیتے ہیں۔

آپ کا روحانی تعلق اپنے والد و استاذِ مکرم حضرت مولانا قاضی محمد اسماعیل صاحب سے ہے۔

آپ کے چند مشہور تلامذہ یہ ہیں:

۱۔ مولانا محمد صدیق، ۲۔ مولانا محمد صالح، ۳۔ مولانا محمد عیسیٰ، ۴۔ مولانا محمد قاسم، ۵۔ مولانا نور محمد وغیرہم۔

آپ کا ایک صاحبزادہ جناب محمد اسحاق صاحب ہیں۔

۱؎ مکتوب مولانا قاضی عبدالمجید بنام مرتب کے ذریعے کوائف معلوم ہوئے، مرتب حضرت مولانا کا ممنون ہے۔

فاضلِ یگانہ علامہ عبدُ المصطفیٰ الازہری، کراچی

فاضلِ اجل حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ محمد الازہری مدظلہٗ بن صدر الشریعۃ علامہ مولانا امجد علی بن علامہ جمال الدین بن مولانا خدا بخش (رحمہم اللہ) ۱۳۳۷ھ/۱۹۱۸ء میں بریلی شریف[1] (ہندوستان) میں تولد ہوئے۔

آپ کے والدِ مکرم حضرت صدر الشریعۃ مولانا امجد علی علیہ الرحمۃ (متوفی ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) بہت بڑے فقیہ تھے۔ فقہ کی جامع اُردو کتاب "بہارِ شریعت" آپ ہی کی تصنیف ہے۔

ابتدائی تعلیم

آپ نے قرآن مجید اپنے مولد بریلی شریف کے دارالعلوم منظرِ اسلام میں مولانا احسان علی مظفر پوری سے پڑھا۔ پھر والد ماجد علیہ الرحمۃ کے جامعہ عثمانیہ اجمیر شریف میں مدرس مقرر ہونے پر آپ نے اپنے آبائی وطن قصبہ گھوسی[2] (اعظم گڑھ) میں محلہ کریم الدین کے مکتب میں اُردو سیکھی۔[3]

عُلومِ اسلامیہ کی تعلیم

---

[1] آپ کی ولادت پر اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ العزیز سے آپ کے تاریخی نام کے بارے میں پوچھا گیا، تو فرمایا تاریخی نام کی ضرورت نہیں، میں اس بچے کو اپنا محبوب نام عبدالمصطفیٰ عطا کرتا ہوں، چنانچہ یہ نام بارگاہِ نبیؐ میں بہت مقبول ہوا۔ (الیواقیت المہریہ)

[2] آپ کا اصلی وطن قصبہ گھوسی (اعظم گڑھ) ہے اور آپ کی پیدائش بریلی شریف میں ہوئی۔ (الیواقیت المہریہ)

[3] محمود احمد قادری، مولانا: تذکرہ علماء اہل سنت، ص ۱۶۰

۱۹۲۶ء میں آپ کو والد مکرم نے جامعہ عثمانیہ (اجمیر شریف) بُلالیا، جہاں آپ نے کتب فارسی مولانا عارف بدایونی سے پڑھیں، ابتدائی تعلیم علوم عربیہ اسی مدرسہ میں مولانا حکیم عبدالمجید، مفتی امتیاز احمد اور مولانا عبدالحی سواتی سے حاصل کی اور اکثر علوم و فنون ابتدا سے انتہا تک اپنے والد مکرم سے پڑھے۔

جامعہ ازہر میں

جب حضرت صدر الشریعۃ علیہ الرحمۃ دوبارہ بریلی شریف جانے لگے، تو آپ کو اعلیٰ تعلیم کے لیے جامعہ ازہر قاہرہ (مصر) بھیج دیا۔ چنانچہ حج کی ادائیگی اور زیارت روضۂ رسول علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے فراغت کے بعد جامعہ ازہر تشریف لے گئے اور تین سال جامعہ ازہر میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ نے جامعہ کی طرف سے دو سندیں "شہادۃ الاہلیۃ" و "شہادۃ العالمیہ" حاصل کیں

کتُب احادیث کی تکرار

جب آپ جامعہ ازہر سے واپس ہوئے، تو حضرت صدر الشریعۃ علیہ الرحمۃ علی گڑھ کے مضافات میں دادوں کے مقام پر نواب ابوبکر کے مدرسہ میں مدرس تھے؛ چنانچہ علامہ ازہری نے دوبارہ والد ماجد علیہ الرحمۃ سے حدیث کا دَورہ کیا۔

تدریس

فراغت کے بعد دادوں میں ہی اپنے والد ماجد کی نگرانی میں تدریس شروع کی۔

۱۹۳۹ء میں دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف میں مسندِ تدریس پر فائز ہوئے۔

۱۹۴۴ء میں دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور (اعظم گڑھ ہند) میں بحیثیت

صدر مدرس و شیخ الحدیث کا کام کرنا شروع کیا اور تقسیم ملک تک اسی مدرسہ سے منسلک رہے۔

تقسیم ملک کے بعد ۱۹۴۸ء میں جب پاکستان تشریف لاتے، تو جامعہ محمدی شریف ضلع جھنگ میں شیخ الحدیث مقرر ہوتے۔ ۱۹۵۲ء میں جامع مسجد ہارون آباد (بہاول نگر) میں خطابت کے فرائض منصبی انجام دینے شروع کیے۔ دریں اثنا آپ نے ایک عظیم دارالعلوم منظر اسلام، کی بنیاد رکھی اور اس کے لیے نہایت عالی شان عمارت تعمیر کرائی۔

جب بعض جاہل اور شر پسند لوگوں نے دارالعلوم کی عمارت کو قبضہ میں لے کر اپنے ذاتی مقاصد کے لیے استعمال کرنے کی کوشش کی، تو حالات کے ناسازگار ہونے کی بنا پر آپ کراچی تشریف لے گئے، جہاں جامعہ امجدیہ کراچی کے شیخ الحدیث کی حیثیت سے حدیث رسول کا فیضان جاری کیا، جو آج تک جاری ہے۔

سیاسی کردار

آپ جمعیت علماء پاکستان صوبہ سندھ کے صدر کی حیثیت سے قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کے دست راست و معاون ہیں۔

۱۹۷۰ء کے انتخابات میں کراچی سے قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ قومی اسمبلی میں آپ نے صحیح نمائندگی کا حق ادا کیا۔ آئین کی تدوین کے وقت جب آئین کی تعریف میں مسلمان کی تعریف شامل کرنے کا مرحلہ آیا، تو علامہ شاہ احمد نورانی کی تحریک کے جواب میں حکومتی ممبر اسمبلی کوثر نیازی نے کہا کہ تمام مکاتب فکر کسی ایک تعریف پر متفق نہیں ہیں، تو علامہ عبدالمصطفےٰ الازہری نے ایک متفقہ تعریف مرتب کی جو تمام مکاتب فکر کے اراکین اسمبلی کے دستخطوں سے اسمبلی میں پیش کی گئی۔

۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں جب علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کو گرفتار کر کے ملک کے گرم ترین علاقے گڑھی خیرو (سندھ) میں جیل کی کوٹھڑیوں میں بند کر دیا گیا، تو علامہ ازہری نے حق نیابت ادا کیا اور جمعیت کے قائم مقام صدر کے فرائض سرانجام دیے۔

بیعت

آپ نے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ العزیز کے دستِ حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا اور مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفےٰ رضا خان کی طرف سے سلسلہ قادریہ میں خلافت و اجازت حاصل کی۔[1]

تصانیف

آپ نے قرآن پاک کی تفسیر (تفسیر ازہری) پانچ جُز (مطبوعہ) اور تاریخ الانبیاء تحریر فرمائیں؛[2]

تلامذہ

آپ سے جن تلامذہ نے اکتسابِ فیض کیا، ان میں سے چند مشہور فضلاء کے اسما گرامی یہ ہیں:

۱۔ مولانا خلیل اشرف، بانی مدرسہ فیض رضا، ضلع بہاول نگر

۲۔ مولانا غلام یٰسین، بانی دار العلوم قادریہ ملیر

۳۔ مولانا فضلِ سبحان، مہتمم دار العلوم قادریہ، بغداد مرداں

۴۔ مولانا غلام نبی، دار العلوم حامدیہ رضویہ کراچی

۵۔ مولانا محمد طفیل، دار العلوم شمس العلوم جامعہ رضویہ کراچی

۶۔ مولانا منیب الرحمان، ایم اے — ۷۔ مولانا محمد طارق ایم اے

۸۔ مولانا محمد اسحاق ایم اے — ۹۔ مولانا محمد رفیق ضیاء ایم اے

۱۰۔ مولانا قاری حافظ عبد الباری، ٹھٹھہ کے شاہی قاضی یہ

---

[1] مولانا غلام مہر علی، الیواقیت المہریہ، ص ۸۱-۸۳

[2] محمود احمد قادری، مولانا، تذکرہ اہل سنت ص ۱۶۱

فاضلِ نبیل علامہ مولانا عبد المنّان، شہباز گڑھی، مردان

استاذ العلماء حضرت مولانا عبد المنّان المعروف صاحب حق بن مولانا اول خان (م ۲، ذی قعدہ ۱۳۵۷ھ) ۱۸۹۵ء/ ۱۳۱۳ھ میں موضع شہباز گڑھ ضلع مردان میں پیدا ہوئے۔ آپ ایک علمی گھرانے کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ کے والد ماجد مولانا اول خان ضلع مردان کے معروف علماء میں سے تھے۔ فقہ، اصول اور صرف و نحو میں کامل مہارت رکھتے تھے۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ آپ نے شرح ملا جامی اور کافیہ اپنے ہاتھ سے لکھی، نیز حواشی بھی تحریر کیے۔ حضرت مولانا اول خان اہل سنت و جماعت کے عقائد کی ترویج کے لیے شب و روز مصروفِ عمل رہنے کے بعد ستر برس کی عمر میں اس دارِ فانی سے رخصت ہوئے۔

حصولِ علم

حضرت مولانا عبد المنّان المعروف صاحب حق نے صرف و نحو، اور فقہ کی کتابیں اپنے گھر میں والد ماجد سے پڑھیں۔ بیس سال کی عمر میں مزید علوم و فنون کی تحصیل کے لیے سفر اختیار کیا۔ موضع کالو خان ضلع مردان میں مولانا سندی سے، نواں کلی تحصیل صوابی ضلع مردان میں مولانا قریب اللہ سے اور موضع غازی خان میں مولانا فضل احمد سے علومِ عقلیہ و نقلیہ کی تکمیل کے بعد ۱۳۴۰ھ میں ہندوستان تشریف لے گئے اور مدرسہ اندر کوٹ میرٹھ میں داخلہ لیا، جہاں آپ نے دورۂ حدیث کے علاوہ منطق، ریاضی اور اقلیدس کی آخری کتب مولانا عبد السلام قندھاری سے پڑھنے کے بعد سندِ فراغ حاصل کی۔

فراغت کے بعد آپ نے مدرسہ نصرۃ الاسلام آگرہ سے تدریسی زندگی کا آغاز فرمایا کچھ مدت بعد دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف میں مسندِ تدریس پر فائز ہوئے۔ چند سال بعد بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر آپ کو واپس وطن لوٹنا پڑا، چنانچہ یہاں آنے کے بعد حضرت علامہ سید دیدار علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں علومِ اسلامیہ کا فیضان جاری کیا۔ بعد ازاں اپنے گاؤں شہباز گڑھ تشریف لے گئے جہاں آپ مسجد بہرام خیل میں تدریس کے علاوہ فرائضِ خطابت بھی سرانجام دیتے رہے۔[1] اس وقت آپ اتنے معمر ہیں کہ ضعف کے باعث تدریسی ذمہ داری اور خطابت کے فرائض انجام نہیں دے سکتے، اس لیے ان فرائض کو آپ کے صاحبزادے مولانا روح الامین صاحب زید مجدہ سرانجام دے رہے ہیں۔

تصنیف و تالیف

حضرت مولانا علامہ عبدالحنان صاحب حق اہل سنت و جماعت کی ایک مایہ ناز علمی شخصیت ہیں۔ آپ کی تمام عمر علومِ اسلامیہ کی تدریس میں صرف ہوئی تصنیف و تالیف کی طرف توجہ کم رہی۔ بایں ہمہ آپ نے انجکشن سے روزہ کے ٹوٹنے" کے مسئلہ پر ۴۲ صفحات پر مشتمل ایک رسالہ بنام "القول الصحیح فی فساد الصوم بالتنقیح" تصنیف فرمایا۔

مشہور تلامذہ

آپ کے تلامذہ غزنی، قندھار، ہرات، ننگہار، سوات، دیر، پنجاب، یوپی اور دیگر ممالک میں پھیلے ہوتے ہیں۔ چند مشہور تلامذہ کے اسماءِ گرامی تحریر کیے جاتے ہیں،

[1] مکتوب روح الامین صاحب ابن حضرت مولانا عبدالحنان صاحب، بنام مرتب۔

ملاحظہ ہوں :

۱۔ مولانا محمد ابراہیم رضا خان بریلوی (نبیرۂ اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ)

۲۔ علامہ ابرار حسین بریلوی (داماد " " " ")

۳۔ مولانا تقدس علی خان قادری رضوی مدظلہٗ (سندھ)

۴۔ مولانا محبوب علی خان لکھنوی قادری رضوی علیہ الرحمۃ (بمبئی ہندوستان)

۵۔ مولانا غلام الدین صاحب رحمۃ اللہ (لاہور)

۶۔ الحاج مولانا عبدالواحد (شہباز گڑھ مردان)

۷۔ مولانا عبدالرب (" ")

اولاد

آپ کے تین صاحبزادے ہیں : جناب محمد امین، جناب مولوی روح الامین اور جناب محمد نعیم۔ اوّل الذکر دونوں محکمہ تعلیم میں ملازم ہیں اور تیسرے فوج سے منسلک ہیں۔[1]

---

[1] مندرجہ بالا چند حوالہ جات کے علاوہ باقی تمام مضمون تذکرہ علماء مشائخ صوبہ سرحد سے ماخوذ ہے۔

فاضل شہیر مولانا عبدالمنان چشتی ہزاروی، اوگی، ہزارہ

فاضل شہیر حضرت مولانا ابو محمد اشفاق حافظ عبدالمنان چشتی بن جناب بہرام خان، (م مارچ ۱۹۳۸ء) شوال، /ستمبر ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء، بمقام شمد بڑہ علاقہ اگرور (ضلع مانسہرہ، ہزارہ) پیدا ہوئے۔ آپ کے جدِامجد علاقہ غیر کے رہنے والے تھے، جب انہیں ان کے چچا زاد بھائیوں نے قتل کیا، تو آپ کے والد ماجد بہرام خان کو ان کی والدہ علاقہ اگرور لے آئیں۔

آپ نے علوم اسلامیہ کی مکمل تعلیم دارالعلوم حنفیہ صوفیہ اجمیر شریف میں حاصل کر کے ۱۹۴۴ء میں سندِ فراغت اور دستارِ فضیلت حاصل کی۔ دستار بندی جامع مسجد شاہ جہانی دربارِ عالیہ حضرت خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ میں ہوئی۔

آپ نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم، حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ کی کرامت اور اپنی خداداد صلاحیتوں کے باعث دورانِ تعلیم جبکہ آپ متوسط کتب پڑھ رہے تھے، صرف ساڑھے چار ماہ میں قرآن پاک مکمل حفظ کیا۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

آپ کے چند مشہور اساتذہ کے اسماء گرامی یہ ہیں:

حضرت مولانا الحاج معین الدین اجمیری

حضرت مولانا محمد عبداللہ قندھاری

حضرت مولانا سید امیر (پنجاب) رحمہم اللہ

حضرت مولانا الحاج محمد حسین (مردان) مدظلہ

فراغت کے بعد آپ نے کچھ عرصہ اجمیر شریف میں ہی تدریسی فرائض انجام دیے۔

اس دوران آپ ہندوستان کے اطراف واکناف، مثلاً دہلی، کلکتہ، ناگپور، جودھ پور وغیرہ علاقوں میں تبلیغی دورے فرماتے رہے۔

اپریل ۱۹۴۷ء میں آپ واپس اپنے آبائی گاؤں تشریف لائے جہاں آپ نے اپنے محلے کی مسجد میں امامت کے ساتھ ساتھ درس نظامی کی تدریس بھی شروع کی۔

۱۹۵۴ء میں آپ نیروبی تشریف لے گئے اور وہاں کی مسجد کے خطیب مقرر ہوئے۔

۱۹۵۷ء میں بعض گھریلو مجبوریوں کی بناء پر واپس وطن تشریف لے آئے۔ کچھ عرصہ بعد دوبارہ نیروبی کے مسلمانوں کی دعوت پر وہاں تشریف لے گئے۔

۱۹۶۷ء میں پھر بوجوہ وطن تشریف لائے اور جامع مسجد اوگی کے خطیب اور سرپرست مقرر ہوئے۔

۱۹۷۵ء میں آپ تیسری مرتبہ نیروبی تشریف لے گئے اور اپنی جگہ فاضل نوجوان مولانا محمود شاہ رضوی کو (جو اس وقت نائب خطیب تھے) خطیب مقرر کیا۔ [۱]

اپریل ۱۹۷۸ء میں آپ وطن مالوف تشریف لاکر تبلیغ دین میں مصروف ہو گئے۔

اگرچہ آپ کسی سیاسی یا مذہبی تنظیم سے وابستہ نہیں رہے، تاہم آپ نے تحریک ختم نبوت تحریک پاکستان میں دیگر علماء اہل سنت کی طرح بھرپور حصہ لیا۔

علامہ عبدالمنان مدظلہ، چار مرتبہ حج بیت اللہ شریف اور زیارت گنبد خضریٰ سے مشرف ہو چکے ہیں۔ آپ نے پہلا حج ۱۹۵۵ء میں دوسرا اور تیسرا حج ۶۶-۱۹۶۵ء میں اور چوتھا حج ۱۹۷۷ء میں کیا۔ چاروں حج آپ نے نیروبی سے ہی کیے۔ آخری حج میں آپ کی اہلیہ محترمہ بھی ہمراہ تھیں۔

---

[۱] مولانا محمود شاہ رضوی، مولانا حکیم اللہ اور مولانا حفیظ اللہ دامت برکاتہم علاقہ اگرور میں مسلک اہل سنت کی ترویج واشاعت میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ ان حضرات کی کوششوں سے اب قائدین اہل سنت کے تبلیغی دورے ہوتے ہیں اور عوام الناس جو صحیح العقیدہ سنی ہیں، پر بعض نام نہاد مبلغین وخطباء کا دجل وفریب واضح ہو رہا ہے۔ (مرتب)

مارچ ۱۹۷۸ء میں آپ نے مع اہلیہ محترمہ کے عمرہ کی سعادت حاصل کی۔

آپ نے ۱۵ راگست ۱۹۵۰ء میں حضرت خواجہ محی الدین المعروف بابوجی گولڑوی رحمۃ اللہ (م ۱۹۷۴ء) سے بیعت اور ۱۹۵۸ء میں بذریعہ مکتوب گرامی حضرت بابوجی رحمۃ اللہ سے خلافت کا شرف حاصل کیا۔

حضرت علامہ عبدالستار مدظلہ، نہایت فاضل اور باعمل عالم ہیں۔ آپ سے کثیر تعداد میں علماء فیض یافتہ ہو چکے ہیں۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مولانا شاہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ کے عشق رسول اور دینی و ملی خدمات سے آپ بے حد متاثر ہیں۔ راقم کے نام ایک مکتوب میں آپ فرماتے ہیں: "خداوند کریم حضرت شاہ احمد رضا خان رحمہ اللہ کے صدقے و طفیل میں ہمیں بخشے، معاف فرمائے اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرمائے۔"

آپ کے تین صاحبزادے محمد اسحاق، عبدالرزاق و محمد اشفاق اور تین صاحبزادیاں بقید حیات ہیں، جبکہ ایک صاحبزادہ اور دو صاحبزادیاں انتقال فرما چکے ہیں۔[۱] اللہ تعالیٰ تمام صاحبزادگان کو علم و عمل کے زیور سے آراستہ فرما کر آپ کا صحیح جانشین بنائے، آمین!

---

[۱] مکتوب حضرت استاذ العلماء مولانا عبدالستار چشتی مدظلہ العالی بنام مرتب بوساطت رفیق محترم مولانا محمود شاہ رضوی، بتاریخ ۱۸ر جنوری ۱۹۷۹ء

استاذ العلماء علّامہ مولانا مفتی عزیز احمد قادری بدایونی لاہور

فقیہہ جلیل حضرت علّامہ مفتی عزیز احمد قادری بدایونی بن مولانا علاو الدین (متوفی ۱۹۲۵ء) ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۱ء میں آنولہ ضلع بانس بریلی (ہندوستان) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد مولانا علاؤ الدین مقتدر فاضل اور بلسی ضلع بدایوں میں خطیب تھے۔

تحصیلِ علوم

آپ نے ۱۹۱۲ء میں مولانا حافظ محمد بخش سے قرآن مجید حفظ کیا۔ درس نظامی کی کُتب متداولہ مدرسہ محمدیہ اور مدرسہ شمس العلوم (بدایوں) میں علّامہ احمد دین بنیری قادری (سوات) علامہ مولانا محب احمد قادری (بدایونی) علّامہ شاہ محمد ابراہیم قادری، مولانا محمد قدیر بخش بدایونی اور علّامہ واحد حسین فلسفی (بدایونی) سے پڑھیں۔ اکثر و بیشتر کتب اصول فقہ، نحو، تفسیر، منطق، فلسفہ، شرح اشارات اور ہیئت میں شرح چغمینی وغیرہ اوّل الذکر (حضرت علّامہ احمد دین قادری) سے پڑھیں۔

آپ کے تمام مذکورہ بالا اساتذہ، جامع شریعت وطریقت مولانا شاہ عبد القادر قادری عثمانی بدایونی رحمۃ اللہ کے شاگرد اور فیض یافتہ تھے۔

۱۹۲۲ء میں شیخ الحدیث والتفسیر مولانا شاہ محمد ابراہیم قادری بدایونی رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ حدیث پڑھا اور سند فراغت حاصل کی۔

۱۹۲۰ء میں حضرت مفتی صاحب نے پنجاب یونیورسٹی سے فاضل عربی کا امتحان پاس کیا۔

تبلیغ و تدریس

آپ سولہ سال تک مدرسہ عالیہ قادریہ بدایوں میں تدریس، افتاء اور تبلیغ کے فرائض انجام دیتے رہے۔ تین سال مدرسہ حنفیہ قصبہ جنیر، ضلع پونہ (ہند) اور تین سال ریاست گوالیار میں منصب تدریس وتبلیغ پر فائز رہے اور اب پچیس سال سے عیدگاہ گڑھی شاہو لاہور (جہاں ان دنوں اہل سنت وجماعت کا مرکزی ادارہ جامعہ نعیمیہ قائم ہے) میں فرائض خطابت وتدریس انجام دیتے ہیں۔

بیعت

آپ دوران تعلیم ہی سلسلۂ عالیہ قادریہ کے چشم وچراغ سید العرفا شیخ المشائخ حضرت مولانا الحاج مطیع الرسول شاہ محمد عبد المقتدر قادری عثمانی قدس سرہٗ (خلف اکبر امام اہل شریعت شمس العارفین محب الرسول مولانا شاہ محمد عبد القادر قدس سرہٗ العزیز) کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔

حج بیت اللہ شریف

حج بیت اللہ وزیارت روضۂ رسول علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے بھی مشرف ہو چکے ہیں۔

اعلیٰ حضرت بریلوی سے ملاقات

آپ نے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ العزیز سے ملاقات کی اور مارہرہ شریف میں آپ کی تقریر سنی۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے باعث

میں فرماتے ہیں:

"آپ (اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ) بے شک اپنے دَور کے مجدد تھے، آپ نے جس موضوع پر قلم اٹھایا، اسے انتہا تک پہنچایا۔ آپ کے رسائل مسلک اہل سنت کے لیے کافی ووافی ہیں، چونکہ زبان عالمانہ ہے، اس لیے آپ کی تحریر اکثر و بیشتر عوام کی سمجھ سے بالاتر ہے۔"

تصانیف

آپ نے زیادہ وقت تدریس و تبلیغ میں گزارا، لیکن اس کے باوجود مندرجہ ذیل رسائل تحریر فرمائے:

۱۔ صلوٰۃ المتقین فی قرآن مبین (آیاتِ قرآنی سے پانچ نمازوں کا ثبوت و دیگر مسائلِ نماز)
۲۔ حقوق الزوجین (میاں بیوی کے حقوق)
۳۔ حقوق الوالدین (ماں باپ کے حقوق)
۴۔ احکامِ جنازہ (جنازہ کے مسائل)
۵۔ چہل حدیث (نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چالیس احادیث مبارکہ)
۶۔ اکرام الٰہی بجواب انعام الٰہی (مرزا بشیر الدین (مرزائی) کی ایک تقریر کا رد)

مفتی صاحب مدظلہٗ نے قرآن مجید کا عام فہم ترجمہ بھی کیا ہے، جو ابھی تک زیورِ طبع سے آراستہ نہیں ہو سکا۔

عطائے الٰہی

اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحب کو گوناگوں صفات سے موصوف فرمایا۔ آپ بے مثال حافظہ کے مالک ہیں؛ چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں کہ مجھے تمام بخاری یاد تھی، نصف مع اسانید

اور نصف متن۔ آپ حافظ، قاری اور بے مثل فقیہ و محدث ہیں۔ شریعت کے نہ صرف خود پابند ہیں، بلکہ دوسروں کی خلافِ شرع حرکات کی فوراً اصلاح فرماتے ہیں۔

مشہور تلامذہ

کثیر التعداد علماء نے آپ سے استفادہ کیا، جن میں سے چند علماء کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ مولانا صاحبزادہ عبدالہادی، پروفیسر اسلامیات حیدرآباد دکن
۲۔ حکیم الامت مولانا مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ، گجرات
۳۔ حضرت علامہ مفتی امین الدین بدایونی رحمۃ اللہ کاموںکے۔
۴۔ مولانا احمد میاں جُنیر، مدرس مدرسہ غوثیہ، ضلع پُونہ (ہندوستان)
۵۔ مولانا عبدالرشید آنولوی، مدرس مدرسہ اسلامیہ (بدایوں، ہند)
۶۔ مولانا محمد اکرم خطیب، چوبچہ، اسلام آباد
۷۔ مولانا احمد حسن نوری۔ فاضل جامعہ نعیمیہ لاہور
۸۔ مولانا غلام رسول سعیدی، شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی
۹۔ مولانا عبدالغفار صاحب، فیصل آباد

صاحبزادگان

۱۹۱۹ء میں آپ کی شادی ہوئی، جس سے آپ کے دس صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تولد ہوئیں۔ ؎

؎ محمد عبدالحکیم شرف قادری، مولانا، ضمیمہ کتاب مسائل اہلِ سنت، بجواب مسائل نجدیت ص۶۰

علامہ صاحبزادہ عزیز احمد، سیال شریف

استاذ العلماء حضرت مولانا صاحبزادہ عزیز احمد بن حضرت علامہ مولانا عبد الحمید علاقہ سون سکیسر ضلع سرگودھا کے موضع مقام شریف کفری میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق اعوان خاندان سے ہے اور آپ کے والد ماجد مقام شریف کفری کے سجادہ نشین ہیں۔

آپ کے والد ماجد جید عالم ہیں، چنانچہ آپ نے ابتدائی کتب شرح جامی تک اپنے والد ماجد سے پڑھیں اور بقیہ کتب درس نظامی جامعہ قطبیہ اوچھالہ ضلع سرگودھا اور جامعہ معظمیہ مرولہ شریف، (سرگودھا) میں حضرت مولانا حافظ سدید الدین سجادہ نشین مرولہ شریف، مولانا قطب الدین (اوچھالہ) اور مولانا عبد الشکور (مرولہ شریف) سے پڑھ کر کتب احادیث کا درس جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد میں حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد قدس سرہٗ سے لیا اور وہیں سے ۱۳۷۶ھ / ۱۹۵۶ء میں سند فراغ حاصل کی۔

آپ نے آغاز تدریس جامعہ نقشبندیہ رضویہ سانگلہ ہل سے کیا۔ سات سال بعد دار العلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف میں صدر مدرس کی حیثیت سے تقرری ہوئی جو ابھی تک برقرار ہے۔ تدریس کے علاوہ آپ جامع مسجد مدنی سمن آباد فیصل آباد میں خطبۂ جمعہ ارشاد فرماتے ہیں، جبکہ اس سے پہلے کچھ عرصہ تک بولے دی جھگی فیصل آباد میں جمعہ پڑھاتے رہے ہیں۔

آپ کے خاندان کا روحانی تعلق دربار عالیہ سیال شریف سے ہے۔ آپ کے والد ماجد مولانا عبد الحمید، حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین رحمۃ اللہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ جد امجد مولانا عبد العزیز نے حضرت خواجہ شمس الدین رحمہ اللہ سے شرف بیعت حاصل کیا اور آپ حضرت خواجہ قمر الدین مدظلہ، سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف کے روحانی سلسلہ میں داخل ہیں۔

فنِ تدریس کے ساتھ ساتھ آپ فنِ تحریر سے بھی بہرہ ور ہیں، چنانچہ اس وقت تک آپ نے چار کتابیں تصنیف فرمائیں جو درج ذیل ہیں:

۱۔ من و تو (غیر مطبوعہ)
۲۔ محمد عبدہٗ "
۳۔ سخنہائے گفتنی (مطبوعہ)
۴۔ دُعا بعد نماز جنازہ "

آپ کے چند مشہور تلامذہ کے اسماء گرامی یہ ہیں:

۱۔ مولانا غلام قمر الدین مدرس جامعہ امجدیہ کراچی
۲۔ مولانا مقبول احمد، مدرس جامعہ حنفیہ سیالکوٹ
۳۔ مولانا محمد لقمان، ساہیوال
۴۔ مولانا محمد بخش، مدرس جامعہ عیسیٰ خیل
۵۔ مولانا محمد فاضل، آزاد کشمیر
۶۔ مولانا غلام مرتضیٰ، مدرس قمر الاسلام نوشہرہ، سرگودھا
۷۔ مولانا محمد امین، مدرس جامعہ مقام شریف، کفری

آپ کے ایک صاحبزادہ مسمّیٰ حامد عزیز ہیں جو ابھی زیرِ تعلیم ہیں۔[1]

---

[1] حضرت صاحبزادہ کی اجازت سے یہ تمام کوائف محمد شرف الدین صاحب نے مرتب کے نام ارسال کیے جس کے لیے مرتب ان کا ممنون ہے۔

شیرِ سرحد علامہ مولانا عزیز الرحمان رضوی، ڈیرہ اسماعیل خان

بیباک و جرأت مند خطیب حضرت مولانا عزیز الرحمان بن جناب عبدالرحمٰن صاحب موضع چودھواں ضلع ڈیرہ اسماعیل خان (سرحد) کے ایک اعوان گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محکمہ پولیس میں تھانیدار کے عہدے پر فائز ہیں۔

حضرت مولانا عزیز الرحمان نے مڈل تک اردو تعلیم حاصل کی۔ قرآن پاک اپنے آبائی گاؤں میں حافظ محمد نواز سے حفظ کیا۔ تجوید و قرأت کا درس قاری عبدالرحمان بلوچستانی سے لیا [1]

درس نظامی کی تمام کتب متداولہ اہل سنت و جماعت کی مرکزی دینی درس گاہ مدرسہ عربیہ انوار العلوم ملتان میں حضرت مولانا منظور احمد پٹیالوی، مولانا غلام مصطفٰے رضوی، مولانا محمد یوسف تونسوی، مولانا عبدالعزیز، مولانا پیر محمد چشتی اور حضرت مولانا مفتی سید مسعود علی رحمہ اللہ سے پڑھیں۔

غزالی زماں حضرت مولانا علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی اور شیخ الحدیث علامہ مولانا محمد شریف رضوی سے درس حدیث لے کر مدرسہ عربیہ انوار العلوم ہی سے ۱۹۶۸ء میں سند فراغت و دستار فضیلت حاصل کی۔

طالب علمی کے دور سے ہی آپ نے خطابت شروع کر دی تھی۔ فراغت سے سات سال پہلے اور ایک سال بعد تک باغ بھیگی ملتان شہر میں خطبۂ جمعہ ارشاد فرماتے رہے۔

۱۹۷۰ء میں شیخ الحدیث مولانا محمد شریف رضوی کے ارشاد پر جامع مسجد چوگلہ ڈیرہ اسماعیل خان میں فرائض خطابت انجام دینے شروع کیے۔

---

[1] قاری صاحب موصوف اس وقت مدرسہ عربیہ انوار العلوم میں شعبۂ تجوید کے مدرس تھے اور آج کل آپ نے مدرسہ سعیدیہ انوار الرحمٰن کے نام سے وڈھ (بلوچستان) میں ایک دینی ادارہ قائم کر رکھا ہے (مرتب)

اسی سال ایک دینی ادارے کا بھی اجرا فرمایا جہاں قرآن پاک کے حفظ کا معقول انتظام کیا گیا۔ ۱۹۷۴ء میں آپ نے ساڑھے گیارہ ہزار روپے میں جگہ خرید کر مسجد و مدرسہ کا وسیع تعمیری پروگرام شروع کیا۔

حضرت علامہ عزیز الرحمان تبلیغِ دین اور مسلکِ حقہ کی اشاعت کے عظیم جذبے سے بہرہ ور ہیں۔ آپ کی مسلسل تبلیغ اور سعیِ پیہم کا یہ کرشمہ ہے کہ قائدِ اہلِ سنت علامہ شاہ احمد نورانی و مجاہدِ ملت علامہ عبدالستار خان نیازی نے جب دسمبر ۱۹۷۷ء میں صوبہ سرحد کا دورہ کیا، تو ڈیرہ اسماعیل خان میں آپ کے زیرِ اہتمام جلسہ میں عوام کا اتنا بڑا اجتماع ہوا، جس کی مثال تاریخ ڈیرہ اسماعیل خان میں نہیں ملتی۔

۱۹۷۲ء میں صوبہ سرحد کے وزیرِ اعلیٰ نے مذہبی مخالفت کی بناء پر علامہ عزیز الرحمان رضوی کو پسِ دیوارِ زنداں بھیج دیا۔ ہری پور ہزارہ جیل میں ایک مہینہ رکھا گیا اور جب رہائی پائی، تو ایک ماہ کے لیے ضلع سے خارج کر دیا گیا۔

اس وقت کے وزیرِ اعلیٰ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ حضرت علامہ کا مسجد میں داخلہ بند کر دیا گیا۔ مسجد کی تعمیر میں رکاوٹ ڈالی، جبکہ سابقہ حکومت نقشہ منظور کر چکی تھی۔ انجمن اتحاد المسلمین کو ختم کر کے اس کے کارکنوں کو جیل میں ڈال دیا گیا۔

الحمد للہ! ان تمام تکالیف و تشدد کے باوجود آپ کے پائے استقلال میں کوئی فرق نہ پڑا، بلکہ آپ کے مشن میں دن دوگنی رات چوگنی ترقی ہوئی۔

حضرت مولانا عزیز الرحمان کو حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ تونسہ شریف سے بیعت کا شرف حاصل ہے۔ [۱]

---

[۱] یہ تمام کوائف مؤرخہ ۸ راگست ۱۹۷۷ء کو حضرت علامہ مولانا عزیز الرحمان رضوی کے لاہور تشریف لانے پر جامعہ نظامیہ رضویہ کے دفتر میں حاصل کیے گئے۔ (مرتب)

رئیس المناطقہ حضرت مولانا عطا محمد بندیالوی، بندیال، سرگودھا

استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا عطا محمد بندیالوی، ۱۳۳۷ھ/۱۹۱۸ء میں پدھراڑ (ضلع سرگودھا) کے مقام پر پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت

آپ نے قرآن مجید اور فارسی کی ابتدائی کتب موضع وسنال ضلع جہلم میں حافظ الٰہی بخش اور قاضی محمد بشیر سے پڑھیں۔

۱۹۳۳ء میں آپ بندیال ضلع سرگودھا تشریف لے گئے۔ ان دنوں بندیال میں استاذ العلماء حضرت مولانا یار محمد رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۶۳ھ/۱۹۴۷ء) نے علوم و فنون کا فیض جاری کیا ہوا تھا، چنانچہ آپ نے بھی اس فیض سے بہرہ ور ہونا شروع کر دیا اور فارسی کی بقیہ کتب (ابتدائی کتب جہلم میں پڑھ چکے تھے) صرف و نحو کی تمام کتب، اصول فقہ سے حسامی اور منطق سے قطبی وغیرہ پڑھیں۔ اس کے بعد دو سال چھ ماہ کا عرصہ جامعہ فتحیہ اچھرہ لاہور میں گزارا اور حضرت استاذ العلماء مولانا مہر محمد سے معقول اور فنونِ عالیہ کی تمام کتب کا درس لیا۔ چھ ماہ "انہی" ضلع گجرات رہے اور پھر پپلاں ضلع میانوالی میں مولانا غلام محمود (متوفی ۱۹۴۸ء) سے تصریح، شرح چغمینی اور رسائل ربع مجیب وغیرہ کتب پڑھ کر علوم و فنون کی تکمیل کی۔

تدریس

آپ نے تدریسی زندگی کا آغاز جامعہ فتحیہ اچھرہ سے کیا۔ دو سال مدرسہ مذکورہ

میں پڑھانے کے بعد علاّمہ سیّد ابوالبرکات رحمۃ اللہ کی دعوت پر دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں مسندِ تدریس پر فائز ہوئے۔ یہاں ایک سال پڑھایا اور پھر مدرسہ اسلامیہ رانیاں (حصار) میں ایک سال اور جامعہ غوثیہ محمدیہ بھیرہ (سرگودھا) میں تین سال تک تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے۔ آٹھ سال سیال شریف اور ایک سال دربارِ عالیہ گولڑہ شریف میں پڑھانے کے بعد دارالعلوم مظہریہ امدادیہ بندیال میں علوم و فنون کا فیضان جاری کیا جو اب تک جاری ہے۔

علمی قابلیت

علوم و فنون میں آپ یکتائے زمانہ ہیں معقولات و منقولات کی تدریس میں منفرد مقام رکھتے ہیں۔ بقول استاذِ محترم مولانا عبدالحکیم شرف قادری آپ دنیائے تدریس کے سلطان ہیں اور آپ کی شہرت و مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ ہر صاحبِ علم آپ کے کمالِ تدریس کا معترف ہے۔[1] آپ کی علمی قابلیت میں آپ کے ذوقِ مطالعہ کو بھی بڑا دخل ہے، چنانچہ بقول مولانا غلام مہر علی آپ بخاری و مسلم کے درس کے لیے دس دس شروح کا مطالعہ کرتے ہیں۔[2]

بغداد شریف سے سند

۱۹۴۸ء میں آپ حضرتِ خواجہ غلام محی الدین المعروف بابوجی گولڑوی رحمۃ اللہ کی معیّت میں بغداد شریف حاضر ہوئے، تو حضرت شیخ عبدالقادر آفندی خطیب جامع امام اعظم رحمہ اللہ سے فقہ و حدیث کی سند حاصل کی۔ آپ نے حضرت بابوجی علیہ الرحمۃ کے ساتھ سفرِ بغداد میں جو واقعات ملاحظہ فرمائے۔ تمام کو کتابی صورت میں جمع فرمایا اور سفرنامہ بغداد کے نام سے اس کتاب کو موسوم کیا، ابھی تک مسوّدہ کی صورت میں ہے۔

---

[1] مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری، ضمیمہ قوالی کی شرعی حیثیت ص ۵ [2] مولانا غلام مہر علی: الیواقیت المہریہ ص ۱۰۱

بیعت

آپ نے سلطان العارفین حضرت خواجہ پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (گولڑہ شریف) کے دست حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔

تصنیفات

آپ کی تمام تر توجہ تدریس کی طرف رہی، لیکن اس کے باوجود آپ نے مندرجہ ذیل کتب بھی تحریر فرمائیں:

۱۔ صرف عطائی
۲۔ رمضان شریف کے بارے میں ریڈیو کی خبر نامقبول ہے (ایک رسالہ)
۳۔ مسئلہ کذب پر ایک مبسوط فتویٰ
۴۔ قوالی کی شرعی حیثیت [۱]

چند مشہور تلامذہ

آپ کے کثیر التعداد تلامذہ میں سے چند مشہور تلامذہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ استاذ العلماء حضرت مولانا غلام رسول، شیخ الحدیث جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد
۲۔ مولانا عبد الحق، مہتمم جامعہ مظہریہ امدادیہ، بندیال شریف
۳۔ مولانا محمد اشرف سیالوی، شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
۴۔ مولانا اللہ بخش (قدس سرہ العزیز) واں بھچراں ضلع میانوالی
۵۔ علامہ سید محمود احمد رضوی، شارح بخاری و مدیر رضوان لاہور
۶۔ مولانا غلام رسول سعیدی، شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ کراچی

---

[۱] مولانا عبد الحکیم شرف قادری: ضمیمہ "قوالی کی شرعی حیثیت" ص ۱۴

۷۔ مولانا پیر محمد چشتی، مہتمم دارالعلوم معینیہ غوثیہ، پشاور

۸۔ مولانا فضل سبحان، مہتمم جامعہ قادریہ بغداوہ، مردان

۹۔ مولانا مظفر اقبال رضوی، لاہور

۱۰۔ علامہ مقصود احمد، ڈسٹرکٹ خطیب محکمہ اوقاف لاہور

۱۱۔ علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری، صدر مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

۱۲۔ مولانا محمد شریف ضیائی (مرحوم) [۱]

۱۳۔ مولانا محمد رشید نقشبندی، مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

صاحبزادگان

کچھ عرصہ قبل آپ کے ہاں ایک صاحبزادہ فدا محمد تولد ہوا، مگر وہ صغرسنی ہی میں داغِ مفارقت دے گیا۔ اب یکم رمضان المبارک ۱۳۹۰ھ کو اللہ تعالیٰ نے ایک صاحبزادہ عطا فرمایا، جس کا نام فدا الحسن رکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ جناب صاحبزادہ کو حضرت علامہ کا صحیح جانشین بنائے، آمین [۲]

---

[۱] مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری: ضمیمہ قوالی کی شرعی حیثیت، ص ۱۳، ۱۴

[۲] ″ ″ ″ ″ ″ ص ۷

مناظرِ اہل سنّت مولانا محمد عنایت اللہ، سانگلہ ہل (شیخوپورہ)

مناظرِ اہل سنّت حضرت علامہ محمد عنایت اللہ بن جناب نواب الدین ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء میں شیخوپورہ کے موضع ہردو پر پار میں پیدا ہوئے۔

آپ نے ابتدائی کتب درسِ نظامی مولانا احمد دین صاحب سے سکھیکی (گوجرانوالہ) کے مقام پر پڑھیں۔ صرف و نحو حضرت استاذ العلماء قاضی عبدالسبحان کھلابٹی رحمۃ اللہ سے علی پور شریف (سیالکوٹ) میں پڑھنے کے بعد آپ بریلی شریف حاضر ہوئے، جہاں آپ نے فقہ اور اصول کا درس حضرت علامہ شمس الدین سے لیا۔

بعض علوم آپ نے حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ تعالیٰ کوٹ مٹھن شریف (ڈیرہ غازی خان) کے دربار پر قائم مدرسہ میں داخل ہوکر پڑھے۔

کتب احادیث کا درس حضرت محدثِ اعظم مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد رحمۃ اللہ سے دارالعلوم منظرِ اسلام بریلی شریف میں لیا اور اس طرح تکمیل علوم و فنون کے بعد آپ نے سندِ فراغت و دستارِ فضیلت حاصل کی۔

آپ نے تدریسی زندگی کا آغاز دارالعلوم حزب الاحناف لاہور سے کیا۔ یہاں آپ نے بطورِ صدر مدرّس کام کیا۔ کچھ مدت حضرت میاں شیر محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ (شرقپور شریف) کے قائم کردہ مدرسہ میں تدریسی فرائض سرانجام دیے۔

اس کے بعد آپ نے امرتسر میں ایک عظیم الشان دارالعلوم قائم کیا۔ تقسیمِ ہند کے بعد آپ پاکستان تشریف لائے اور جامع مسجد سانگلہ ہل کی خطابت پر فائز ہوئے۔ یہاں آپ نے ایک دارالعلوم بھی قائم کیا جہاں شب و روز علومِ اسلامیہ اور قرآن پاک کی تعلیم کی نورانی

ہواؤں سے فضا معطر ہوتی ہے۔

حضرت علامہ مولانا عنایت اللہ بے مثال واعظ اور عظیم مناظر ہیں۔ اگر آپ کو شیر بیشۂ اہل سنت وجماعت کہا جائے، تو مبالغہ نہ ہوگا۔ تحفظ ناموس رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مقام اولیائ کے تحفظ کے لیے آپ ملک کے اطراف واکناف میں تبلیغ فرماتے ہیں۔

دشمنانِ دینِ اسلام کے لیے آپ ننگی تلوار ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جب میدان میں اہل سنت کا یہ کوہِ گراں موجود ہو، تو کسی بے دین اور بدعقیدہ کو جرأتِ مقابلہ نہیں ہوتی۔ بار ہا آپ مخالفینِ اہل سنت کو میدانِ مناظرہ میں شکستِ فاش دے چکے ہیں۔[1]

آپ نے سانگلہ ہل میں ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کرائی جو شان وشوکت اور حسن وجمال میں پاکستان کی بڑی بڑی مساجد میں ممتاز مقام کی حیثیت رکھتی ہے۔

آپ کی تصانیف میں رسالہ نور بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس تصنیف کا پورا نام یہ ہے: "مسئلہ نور وبشر پر ایک تحقیقی نظر، المعروف رسالہ نور" یہ نوری بک ڈپو لاہور کی طرف سے شائع ہو چکا ہے۔

---

[1] غلام مہر علی، مولانا: الیواقیت المہریہ، ص ۱۴۸، ۱۴۹

فاضل جلیل مولانا غلام جیلانی، مانسہرہ (ہزارہ)

حضرت علامہ مولانا غلام جیلانی بن مولانا غلام ربانی بن مولانا رحمت اللہ بن مولانا حافظ جیون بن مولانا امیر اللہ ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۴ء میں کھواڑی (مانسہرہ) ضلع ہزارہ کے مقام پر اعوان خاندان کے ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔

آپکا سلسلہ نسب حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطے سے سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم تک پہنچتا ہے۔

آپ کے آباؤ اجداد اپنے وقت کے جید علما اور روحانی فیوض و برکات کا منبع تھے۔

آپ نے مڈل تک انگریزی تعلیم پائی اور پھر علوم عربیہ کی کتب متداولہ کی مکمل تحصیل کی ابتدائی کتب اپنے والد ماجد سے پڑھیں اور مزید تعلیم کے لیے علمی سفر شروع کیا۔ موضع چنبہ ضلع ہزارہ اور جامعہ نظامیہ وزیر آباد میں کتب، صرف، نحو اور منطق، معانی، فلسفہ، اصول اور فقہ کی بعض کتب پڑھنے کے بعد امور عامہ، شرح مواقف، میر زاہد، رسالہ قطبیہ، بیضاوی شریف، مطول اور ہدایہ آخرین وغیرہا کتب جامعہ نعمانیہ لاہور میں پڑھیں، جبکہ کتب حدیث بریلی شریف میں حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں قدس سرہ العزیز سے پڑھ کر ۱۳۵۹ھ / ۱۹۴۰ء میں سند فراغ و دستار فضیلت سے مشرف ہوئے۔

حضرت حجۃ الاسلام رحمہ اللہ کے علاوہ آپ کے اساتذہ میں محدث اعظم مولانا سردار احمد استاذ العلما مولانا محب النبی، شیخ القرآن علامہ عبد الغفور ہزاروی، مولانا عبد العزیز اور مولانا نور الحسین رحمہم اللہ کے اسماء گرامی شامل ہیں۔

اگرچہ بریلی شریف میں دوران تعلیم ہی آپ نے علم منطق، معانی اور مناظرہ وغیرہا

فنون کی کتب کا درس دینا شروع کر دیا تھا، لیکن تدریسی زندگی کا باقاعدہ آغاز فراغت کے بعد پہلا جامعہ نظامیہ چشتیہ وزیر آباد میں پڑھانے کے بعد کچھ عرصہ دار العلوم غوثیہ رضویہ اوگی میں ظہر سے مغرب تک تشنگانِ علومِ اسلامیہ کو سیراب کرتے رہے اور آجکل جامعہ رضویہ فیض المالک مفتی آباد مانسہرہ کے مہتمم و خطیب کی حیثیت سے فرائض منصبی ادا فرما رہے ہیں۔

۱۳۷۸ھ/ ۱۹۵۹ء میں آپ محکمۂ تعلیم صوبۂ سرحد سے منسلک ہو گئے۔ مختلف ہائی سکولوں میں پڑھانے کے بعد آج کل گورنمنٹ ہائی سکول اوگی میں اسلامیات، عربی، فارسی اور اردو کی تدریس فرما رہے ہیں۔

تدریس کے علاوہ آپ تبلیغِ دین کے سلسلے میں ابتدا سے خطبۂ جمعہ دیتے چلے آئے ہیں۔ خطابت کا آغاز جامع مسجد پولیس لائن بریلی شریف سے کیا۔ پھر جامع مسجد جہانگیری، جالندھر، جموں و کشمیر اور مریدکے میں خطابت فرمانے کے بعد عرصہ دراز تک اوگی سے ایک فرلانگ کے فاصلے پر ملوگر نامی مقام پر جمعہ پڑھاتے رہے۔ اس کے علاوہ مختلف تبلیغی و اصلاحی جلسوں میں شرکت فرماتے ہیں، بلکہ انجمن غلامانِ مصطفٰے مانسہرہ و اوگی کے اکثر جلسے آپ کی صدارت میں ہوتے ہیں۔

۵ آپ نے تحریکِ پاکستان میں بھرپور حصہ لیا۔ حضرت علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ کی معیت میں اور جالندھر میں قیام کے دوران مسلم لیگ کے جلسوں اور جلوسوں میں شریک ہو کر کام کرتے رہے۔ تحریکِ ختمِ نبوت ۱۳۷۲ھ/ ۱۹۵۳ء کے دوران آپ وزیر آباد میں مسندِ تدریس پر فائز تھے۔ شیخ القرآن علامہ عبد الغفور ہزاروی رحمۃ اللہ کی گرفتاری پر آپ نے ان کی نیابت میں تحریک کو نہایت مستعدی سے آگے بڑھایا۔

حضرت علامہ غلام جیلانی گوناگوں صفات کے مالک ہیں۔ چنانچہ آپ کو ذوقِ شعر میں وافر حصہ ملا ہے۔ شاعری میں آپ کا تخلص ریاض ہے۔ آپ کے نعتیہ کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو ؎

تخلیق کائنات کی روحِ رواں ہیں آپ — کون ومکاں ہے آپ سے کون ومکاں ہیں آپ
اپنے ریاض پر بھی عنایت کی ہو نظر — ہیں چارہ ساز آپ شاہ دوجہاں ہیں آپ

آپ نے چند علمی وادبی کتب بھی تصنیف فرمائی ہیں، جو درج ذیل ہیں:

۱۔ تسہیل الصرف (علم صرف)

۲۔ تسہیل المنطق المعروف ریاض المنطق (علم منطق)

۳۔ منہاج القواعد

۴۔ انوار الادب ترجمہ ازہار الادب

۵۔ معراج الادب ترجمہ منہاج الادب

موخر الذکر دونوں کتابیں باقاعدہ منظور ہیں اور ہائی سکولوں کی اعلیٰ کلاسوں کے نصاب میں شامل ہیں۔

آپ نے حضرت خواجہ پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ کے دستِ حق پرست پر سلسلہ چشتیہ میں بیعت کی۔
۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء میں آپ حج بیت اللہ وزیارت روضہ رسول کریم علی الصلوٰۃ والتسلیم سے مشرف ہوئے
یوں تو آپ کے تلامذہ کا حلقہ کافی وسیع ہے، لیکن چند قابل تلامذہ کے اسماء گرامی یہ ہیں:

۱۔ مفتی عبد الشکور ہزاروی، خلف الرشید علامہ عبد الغفور ہزاروی رحمۃ اللہ

۲۔ صاحبزادہ مولانا محمد منظور خلف الرشید حضرت مولانا نظام الدین ملتانی رحمۃ اللہ

۳۔ پیر طریقت مولانا سید محمد شبیر احمد، نظام آباد، فاضل بریلی شریف

۴۔ مولانا حکیم محمد یحییٰ، فاضل بریلی شریف آپ کے چھوٹے بھائی،

۵۔ مولانا حبیب الرحمٰن فاضل بریلی شریف — ۶۔ مولانا محمد فاروق خطیب راولپنڈی

۷۔ مولانا محمد عرفان رضوی ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول باڑیاں تحصیل مری

۸۔ مولانا غلام سبحانی خطیب ومہتمم جامعہ رضویہ حسن ابدال

---

[1] حضرت مولانا کے تمام کوائف آپ کے برادرِ خورد محمد اسحاق صاحب نے اپنے مکتوب بنام مرتب کے ذریعے بھیجے، مرتب ان کا ممنون ہے۔ (مرتب)

مسجد سے ملحقہ ایک باغ (باغیچی نہال چند) میں ایک اسلامی درسگاہ بنانے کا ارادہ فرمایا۔ اس باغیچی میں ہر وقت کھیل ہوتا تھا۔ یہ باغیچی چرس و بھنگ پینے والوں کا اڈہ تھی۔ غرضیکہ کوئی ایسی برائی نہ تھی جو اس جگہ نہ ہوتی ہو، لیکن آپ نے اللہ تعالیٰ کی ذات پر مکمل بھروسہ کرتے ہوئے یہاں "جامعہ نظامیہ رضویہ" کے نام سے ایک دار العلوم کی بنیاد رکھی جو آج بحمداللہ پاکستان کی مرکزی درس گاہوں میں سے ایک ہے۔

جامعہ نظامیہ رضویہ نے ابھی اپنی زندگی کے چھ سال ہی طے کیے تھے کہ محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد رحمہ اللہ کا وصال ہو گیا۔ اس حادثۂ فاجعہ سے جامعہ رضویہ فیصل آباد میں ایک ایسی علمی شخصیت کی ضرورت محسوس ہوئی جو سابقہ بنیادوں پر کام چلا سکے۔ آپ حضرت محدث اعظم رحمہ اللہ کے شاگرد ہونے کے علاوہ داماد بھی ہیں اور علم و فضل میں ایک اجل فاضل ہیں، اس لیے آپ نے جامعہ نظامیہ رضویہ کی نظامت اپنے قابل، مخلص اور محنتی تلمیذ رشید حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس (اہل سنت) پاکستان[1] کے سپرد کی اور خود جامعہ رضویہ فیصل آباد میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے فرائض انجام دینے لگے اور یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کا سارا وقت درس و تدریس میں گزرتا ہے، تاہم آپ نے وقت نکال کر بعض کتب کا ترجمہ اور بعض درسی کتب پر گرانقدر حواشی تحریر فرمائے جو مندرجہ ذیل ہیں[2]:

۱۔ ترجمہ جواہر البحار شریف[3] مطبوعہ ۲۔ جامع کرامات الاولیاء،

۳۔ حاشیہ مسلم الثبوت ″ ۴۔ حاشیہ کنز الدقائق غیر مطبوعہ

---

[1] حضرت علامہ مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی سے مرتب کو شرف تلمذ ہے۔

[2] پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی، تذکرہ علمائے اہل سنت لاہور ص ۳۳۸ مکتبہ نبویہ لاہور

[3] جواہر البحار جلد اول مترجم مطبوعہ مکتبہ حامدیہ لاہور سے یہ محسوس ہوتا کہ اس کتاب کا ترجمہ مولانا اختر شاہجہانپوری نے کیا ہے، حالانکہ مکمل ترجمہ آپ ہی کا ہے، البتہ مقدمۃ الکتاب مولانا اختر شاہجہانپوری کے قلم سے ہے۔ وضاحت نہ ہونے کے باعث قارئین اشتراک محسوس کرتے ہیں۔ (مرتب)

۵۔ حاشیہ سلم العلوم (غیر مطبوعہ)　　۶۔ تفہیم البخاری (مطبوعہ)

علاوہ ازیں اور بھی کئی کتب پر حواشی تحریر کیے جو غیر مطبوعہ ہیں۔

آپ نے بریلی شریف قیام کے دوران مفتی اعظم ہند حضرت مولانا شاہ مصطفےٰ رضا خاں مدظلہ کے دستِ حق پرست پر شرفِ بیعت حاصل کیا۔

آپ سے کثیر تعداد میں تشنگانِ علومِ اسلامیہ نے فیض حاصل کیا جن میں سے چند مشہور علماء کے اسماءِ گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔ مولانا حافظ احسان الحق فیصل آباد　　۲۔ مولانا مفتی محمد امین فیصل آباد
۳۔ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی لاہور　　۴۔ مولانا انوار الاسلام (مکتبہ حامدیہ) لاہور
۵۔ مولانا معین الدین شافعی، فیصل آباد　　۶۔ مولانا عبدالقادر رحمہ اللہ، فیصل آباد
۷۔ مولانا سید مزمل حسین شاہ، لاہور　　۸۔ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری لاہور
۹۔ مولانا گل احمد عتیقی، فیصل آباد　　۱۰۔ مولانا الحاج محمد علی، لاہور

آپ کے چار صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں ہیں۔ صاحبزادوں کے نام یہ ہیں: صاحبزادہ محمد فضل حق، صاحبزادہ فضل الرحمان، صاحبزادہ فضل امام،

۱۹۷۸ء میں جماعتِ اہل سنت کی تنظیم کے موقعہ پر جماعت کی صوبائی شاخ صوبہ پنجاب کے صدر مقرر ہوئے۔

لہ مولانا غلام مہر علی چشتیاں، الیواقیت المہریہ ص۸۶

ٹہ مولانا پیرزادہ علامہ محمد اقبال احمد فاروقی، تذکرہ علماء اہل سنت ص۲۳۸، مکتبہ نبویہ، لاہور

نوٹ: تذکرہ علماء اہل سنت لاہور میں حضرت استاذ العلماء کے بارے میں بعض فاش غلطیاں درج ہوگئی ہیں۔ اُمید ہے کہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح کر دی جائے گی۔

(علامہ اقبال احمد فاروقی، مرتب تذکرہ کی مولانا عبدالحکیم شرف کی گفتگو

فاضل جلیل حضرت مولانا غلام رسول سعیدی کراچی

فاضل جلیل حضرت مولانا غلام رسول سعیدی ۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۸ء میں دہلی کے ایک متمول گھرانے میں پیدا ہوئے۔

ابھی پرائمری تک تعلیم حاصل کر پائے تھے کہ تقسیم ہند (۱۹۴۷ء) نے پاکستان پہنچا دیا۔ ہندوستان سے ہجرت کر کے آپ نے کراچی سکونت اختیار کر لی۔

کراچی میں آپ نے میٹرک کا امتحان پاس کیا اور ایک پریس میں ملازمت اختیار کر لی۔ آپ کے والد اور بڑے بھائی مسلکاً غیر مقلد تھے۔ بایں ہمہ جب آپ صلوٰۃ وسلام کی روح پرور آواز سنتے، تو مؤدب کھڑے ہو جاتے۔ یہ بات گھر والوں کے لیے عجیب تھی۔ پریس کی ملازمت کے دوران آپ آرام باغ کی مسجد میں جمعۃ المبارک کی نماز ادا کرتے تھے، جہاں سے آپ کو محبتِ رسول اور بندگانِ خدا سے عقیدت کا درس ملتا تھا۔

اسی دوران ایک دن مناظرِ اہل سنت مولانا محمد عمر اچھروی علیہ الرحمہ کی تقریر سنی جس سے آپ کا قلب بیدار ہوا اور ایک نئے جذبے نے جنم لیا۔ آپ نے قرآن پاک کے ترجمے پر غور کرنا شروع کر دیا، لیکن جب بعض علماء کے تراجم کو دیکھا، تو معلوم ہوا کہ عظمتِ رسول کے مسئلے پر بخل سے کام لیا جاتا ہے، چنانچہ آپ کے دل میں علمِ دین کے حصول کا ذوق پیدا ہوا تاکہ مکمل طور پر تسلی حاصل کی جائے۔

انہی دنوں جامعہ محمدیہ رضویہ رحیم یار خان کی طرف سے داخلہ کا اشتہار چھپا، تو آپ نے ترکِ ملازمت کر کے داخلہ لے لیا۔ دورانِ تعلیم آپ کو امامِ اہلِ سنت مولانا الشاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ العزیز کی تصنیفات کے مطالعہ کا موقع ملا۔ آپ اعلیٰ حضرت کی تحریرات

سے بے حد متاثر ہوئے۔ جامعہ محمدیہ رضویہ میں علامہ حافظ عبدالمجید کی خدمت میں ڈیڑھ سال اکتسابِ فیض کے بعد جامعہ نعیمیہ لاہور تشریف لائے۔ یہاں آپ نے قطبی، شرح جامی اور جلالین حضرت علامہ مفتی محمد حسین نعیمی سے پڑھیں۔ تلخیص المفتاح کے چند اسباق قدوۃ الاتقیاء حضرت علامہ مفتی عزیز احمد بدایونی سے پڑھے۔

ذوقِ علم آپ کو جامعہ نعیمیہ سے حضرت استاذ الاساتذہ علامہ عطا محمد کی خدمت میں بندیال لے گیا۔ جامعہ مظہریہ امدادیہ بندیال میں آپ نے قاضی مبارک، حمد اللہ، شمس بازغہ، صدرا، خیالی فقہ میں ہدایہ آخرین اور حدیث میں مشکوٰۃ شریف اور ترمذی شریف کو بالالتزام پڑھا[1] اقلیدس حضرت علامہ مولانا ولی النبی سے اور سراجی علامہ مختار احمد سے جامعہ قادریہ فیصل آباد میں پڑھیں[2]

۱۹۶۶ء میں تکمیلِ علوم و فنون کے بعد جامعہ نعیمیہ لاہور میں مدرس مقرر ہوتے۔ آپ نہایت قابل محنتی مدرس ہیں۔ عرصہ دراز تک جامعہ نعیمیہ لاہور میں فنون کی تدریس اور درسِ حدیث پڑھانے کے بعد اب دارالعلوم نعیمیہ کراچی میں بطورِ شیخ الحدیث آپ کی تقرری ہوئی۔

حضرت علامہ مولانا غلام رسول سعیدی نہ صرف یہ کہ صاحبِ قلم ہیں بلکہ آپ کے مضامین اور تحریرات محققانہ اور موثر ہوتی ہیں۔ ملکی جرائد و رسائل میں مختلف موضوعات پر آپ کے مضامین چھپتے رہتے ہیں۔ ماہنامہ ضیائے حرم دسمبر ۱۹۷۵ء کے شمارہ میں جب آپ کا علمی مقالہ "قادیانیوں کو دعوتِ اسلام" شائع ہوا، تو دوبئی کا ایک مرزائی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا، چنانچہ اس نے اپنے قلبی جذبات مدیر ضیائے حرم کے

---

[1] پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی۔ تذکرہ علماء اہل سنت و جماعت لاہور ص۴۱۲ مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور

[2] حضرت مولانا عبدالحکیم شرف قادری، حالات مصنف ذکر بالجہر ص۸، ناشر جمعیت العلماء پاکستان ہزارہ ہری پور

نام ارسال کیے۔ [1]

آپ نے مندرجہ ذیل تحقیقی وعلمی کتب تصنیف فرمائیں۔

۱۔ توضیح البیان

۲۔ ضیاء کنزالایمان

۳ فاضل بریلوی کا فقہی مقام

۴۔ حیات استاذ العلماء

۵۔ ذکر بالجہر (حصہ اول، دوم)

۶۔ تذکرۃ المحدثین

۷۔ مقام مصطفیٰ

آپ کے جامعہ محمدیہ رضویہ رحیم یار خاں میں دورانِ تعلیم غزالیؔ زماں رازیؔ دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی دامت برکاتہم العالیہ تشریف لے گئے، تو آپ حضرت غزالیؔ زماں کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے، اسی مناسبت سے آپ کو سعیدی کہا جاتا ہے۔

---

[1] مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی، تقریب وتعارف تذکرۃ المحدثین ص ۲ مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور

زینت القراء مولانا قاری غلام رسول، لاہور

زینت القراء ابوالحسن مولانا قاری غلام رسول بن الحاج محمد حسین نقشبندی، قادری ۲۶ ذوالحجہ، ۱۴ مئی ۱۳۴۹ھ/۱۹۳۱ء میں بمقام سلامت پورہ (لاہور) پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلۂ نسب مشہور صحابیٔ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔

آپ کے والد ماجد کو حضرت باباجی محمد قاسم رحمہ اللہ (موہڑہ شریف) سے خلافت کا شرف حاصل تھا۔ آپ کے بڑے بھائی غازی محمد اسحاق شہید رحمہ اللہ، حضرت صاحب مکھن شریف کے خلیفۂ مجاز تھے۔ مسجد شہید گنج لاہور کے واقعہ میں ایک سکھ تھانیدار مسجد کے دروازے پر کھڑا مسلمانوں کو اندر جانے سے روک رہا تھا، تو آپ نے اسے واصل جہنم کیا اور نو ماہ بعد خود جامِ شہادت نوش کیا۔

قاری صاحب کے دیگر اکابرینِ خاندان نہایت صالح، مسلکِ اہل سنت کے پابند اور بزرگانِ دین کے عقیدت مند گزرے ہیں۔

حضرت علامہ قاری غلام رسول مدظلہ نے قرآن پاک اپنی پھوپھی صاحبہ سے پڑھا[1]، اور پھر علومِ اسلامیہ کی تحصیل کے لیے اہل سنت کے مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف، میں داخل ہوئے۔

۱۹۵۲ء میں آپ نے اسی دارالعلوم سے علومِ اسلامیہ اور حدیث و تفسیر کی تکمیل پر سندِ فراغت اور دستارِ فضیلت حاصل کی۔ ۱۹۵۴ء میں قاری عبدالمالک (لاہور) سے روایت حفص کے ساتھ قرأت و تجوید کی سند حاصل کی۔

---

[1] روزنامہ مشرق لاہور، ۱۲ اگست ۱۹۷۶ء

آپ بلند پایہ عالمِ دین، فنِ قرأت کے استاذ، بہترین مقرر، صاحبِ تحقیق مصنف اور عشقِ رسول کی عظیم دولت سے مالا مال، مداحِ رسول ہیں۔

دورانِ تعلیم، آپ مدرسہ قادریہ سلطانیہ ہربنس پورہ لاہور میں اسلامی فنون کی کتب پڑھاتے رہے۔ فراغت کے بعد دو سال مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں تجوید و قرأت کے استاذ رہے۔ ۱۹۵۵ء سے ۱۹۶۶ء تک گیارہ سال تک جامعہ نعیمیہ لاہور میں تجوید و قرأت کی تعلیم دیتے رہے اور اب اپنے قائم کردہ دارالعلوم جامعہ تجوید القرآن صدر بازار لاہور میں پڑھا رہے ہیں۔

۱۹۵۰ء سے آپ مسلسل مختلف مساجد میں فرائضِ خطابت انجام دے رہے ہیں۔ آجکل (۱۹۷۹ء میں) نورانی جامع مسجد صدر بازار میں خطبۂ جمعہ ارشاد فرما رہے ہیں۔ اس سے قبل آپ مندرجہ ذیل مساجد میں بحیثیتِ خطیب کام کر چکے ہیں،

جامع مسجد، ہربنس پورہ لاہور ، جامع مسجد حنفیہ کوپر روڈ لاہور

جامع مسجد پٹن فیکٹری، محمود بوٹی لاہور، جامع مسجد داروغہ والا لاہور

جامع مسجد پرانی سبزی منڈی گوالمنڈی لاہور

جامع مسجد حنفیہ اشرفیہ، سنت نگر لاہور

۱۹۵۹ء میں آپ نے فنِ قرأت و تجوید کو عام کرنے کی غرض سے "انجمن فروغِ تجوید و قرأت" کی بنیاد رکھی جس کے زیرِ اہتمام ملکی اور عالمی مقابلۂ قرأت کی محافل منعقد کی گئیں جس کے نتیجے میں آج سکولوں، کالجوں، مسجد اور گھر گھر میں قرآن پاک کو تجوید سے سیکھنے کا شوق عام ہے۔[1]

اس وقت قاری صاحب کی نگرانی میں تجوید و قرأت اور دیگر علوم اسلامیہ کے تین دارالعلوم کام کر رہے ہیں؛

---

[1] روزنامہ مشرق لاہور ۱۲ اگست ۱۹۷۶ء۔

جامعہ تجوید القرآن لاہور چھاؤنی

دار القرآن نیو گارڈن ٹاؤن ، لاہور

مدرسہ تجوید القرآن ، اسلام آباد

۱۹۶۱ء میں آپ ریڈیو پاکستان لاہور پر تلاوت کے لیے مقرر ہوئے۔ اسی سال آپ نے ملتان میں کل مغربی پاکستان حسن قرأت کے مقابلے میں امتیازی پوزیشن حاصل کر کے انعام حاصل کیا۔

یکم جون ۱۹۶۲ء کو ریڈیو پاکستان کراچی سے روزانہ صبح تلاوت قرآن پاک کے لیے آپ کا تقرر ہوا، یہ تلاوت ریڈیو پاکستان کے تمام سٹیشن ریلے کرتے ہیں۔[1]

تین مرتبہ ۱۹۶۲ء، ۱۹۶۷ء اور پھر ۷۰ - ۱۹۶۹ء میں آپ عالمی مقابلہ قرأت میں کوالالمپور (ملائشیا) تشریف لے گئے اور گولڈ میڈل ، قرآن پاک اور گولڈن شیلڈ حاصل کی۔ ۱۹۶۶ء میں آپ نے "مرکزی ادارہ اصلاح المسلمین" کے نائب صدر کی حیثیت سے دیگر تین ارکان کے ہمراہ افغانستان، ایران، عراق، اردن فلسطین اور شام کا تبلیغی دورہ کیا۔ دسمبر ۱۹۷۶ء میں آپ سرکاری طور پر مولانا روم رحمۃ اللہ کے عرس مبارک میں شرکت کے لیے ترکی تشریف لے گئے جہاں سے آپ انگلینڈ، لیبیا، مصر، سعودی عرب، کویت، بحرین اور دوبئی کی چھ ریاستوں کا دورہ کر کے ۱۹۷۸ء میں واپس وطن تشریف لائے۔ اس دوران آپ نے کئی ادارے قائم کیے۔ کئی غیر مسلم دولت اسلام سے بہرہ ور ہوئے۔ لیبیا ریڈیو پر تلاوت کی اور بی بی سی لندن پر تلاوت، نعت خوانی اور اذان کے علاوہ آپ نے تقریر بھی فرمائی۔

۲۲ فروری ۱۹۷۴ء کو بادشاہی مسجد لاہور میں اڑتیس ممالک اسلامیہ کے سربراہوں کی موجودگی میں آپ نے ایک گھنٹے سے زائد تلاوت کی جسے ریڈیو اور ٹیلیویژن نے براہ راست نشر کیا۔

---

[1] ماہنامہ حنفی لاہور، ستمبر ۱۹۷۴ء

فن تجوید اور دیگر موضوعات پر آپ نے چند کتابیں بھی تحریر کیں جو یہ ہیں:
(۱) ریاض الجنۃ (۲) اسوۂ خلیل (۳) تجوید اور اس کی اہمیت، اور
(۴) علم تجوید۔ پہلی مرتبہ ۸ مارچ ۱۹۷۴ء سے ۱۳ راگست ۱۹۷۶ء تک ڈھائی سال کے عرصہ میں آپ نے بصورتِ ترتیل پورا قرآن پاک ریکارڈ کرایا۔

دوسری مرتبہ ۱۲ رمئی ۱۹۷۸ء سے ۶ رجون ۱۹۷۸ء تک شالیمار ریکارڈنگ اسلام آباد نے پورا قرآن پاک آپ کی زبانی ریکارڈ کیا۔[۱]

آپ جمعیت قراء سوادِ اعظم پاکستان کی سپریم کونسل کے نگرانِ اعلیٰ کے طور پر بھی تجوید قرآن کے فروغ کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔

تحریکِ پاکستان کے دوران اگرچہ آپ کا بچپن تھا، لیکن آپ سکھوں اور ہندوؤں کے مقابلے کے شوق میں ایک پرانے ٹین سے چھوٹی سی تلوار بنا کر سرحد کی جانب جانے والے لوگوں کے ساتھ شریک ہوتے رہے، ہندوستان سے آنے والے قافلوں کے انتظامات کا بھی آپ کے خاندان کو شرف حاصل ہے۔ آپ کا سیاسی تعلق جمعیت علماء پاکستان سے ہے اور کل پاکستان سنی کانفرنس ملتان (۱۹۷۸ء) میں آپ نے نمایاں کردار ادا کیا۔

آپ کو حضرت پیر علی حسین مدظلہ، کے دستِ حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل ہے۔
دسمبر ۱۹۷۷ء میں آپ حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضۂ مطہرہ سے مشرف ہوئے۔

آپ سے بے شمار طلباء نے اکتسابِ فیض کیا، تاہم چند مشہور تلامذہ یہ ہیں: قاری محمد یونس ایم اے مالدیپ، قاری منظور الٰہی نعیمی، قاری غلام رسول اختر، قاری محمد عابد، قاری احمد خان وغیرہم۔

آپ کی چار بچیاں اور تین بچے بقیدِ حیات ہیں، جبکہ تین بچیاں فوت ہو چکی ہیں۔ دو صاحبزادے قرآن پاک حفظ کر رہے ہیں اور ایک صاحبزادہ کم سن ہے۔[۲]

---

[۱] روزنامہ مشرق لاہور، ۱۲ راگست ۱۹۷۶ء [۲] مندرجہ بالا حوالوں کے علاوہ باقی تمام کوائف حضرت قاری صاحب مدظلہ نے بنام مرتب تحریر فرمائے۔ ۲۳ رجنوری ۱۹۷۹ء

فاضلِ جلیل علامہ مفتی غلام سرور قادری لاہور

ماہر علوم عقلیہ و نقلیہ حضرت علامہ مولانا ابو سعید محمد غلام سرور قادری بن جناب خدا بخش بن محمد موسیٰ لکو بن محمد جوہر ۱۳۵۹ھ/۱۰ اکتوبر ۱۹۳۹ء کو موضع کچی لعل علاقہ سیت پور تحصیل علی پور ضلع مظفر گڑھ میں پیدا ہوئے۔

آپ کے آباؤ اجداد وادی لوٹو مقبوضہ کشمیر کے باشندے تھے۔ جب حضرت شیر شاہ سید جلال الدین سرخ بخاری علیہ الرحمۃ خلیفۂ مجاز حضرت بہاؤ الدین زکریا رحمہ اللہ تبلیغ کی غرض سے کشمیر تشریف لے گئے، تو حضرت مفتی صاحب کے اکابرین نے ان کے دستِ حق پرست پر سلسلۂ سہروردیہ میں بیعت کا شرف حاصل کیا اور پھر اپنے مرشد کی محبت میں اپنے آبائی وطن سے ہجرت کر کے اوچ شریف میں سکونت اختیار کر لی۔ آبائی وطن کی مناسبت سے آپ کے جدِ امجد لوٹوہی کہلاتے تھے۔ بعد میں یہ لفظ غلط العوام سے لکو مشہور ہو گیا۔ اپنے مرشد کی نسبت سے جلالی بھی کہلاتے تھے، لیکن بعد میں اس نسبت کا استعمال تقریباً متروک ہو گیا۔ اگرچہ اس برادری کی عقیدت و ارادت حضرت جلال الدین علیہ الرحمہ سے بدستور قائم ہے۔ آپ کی برادری اوچ شریف سے لے کر سیت پور تک پھیلی ہوئی ہے۔ پیشہ زمینداری ہے اور نمبرداری و ذیلداری اس برادری میں عرصہ دراز سے چلی آ رہی ہے، برادری کا عرف ملک ہے۔

حضرت علامہ مفتی غلام سرور قادری نے بہاول پور سے میٹرک کا امتحان پاس کیا اور پھر علوم عربیہ اسلامیہ کی کتب متداولہ، جامعہ غوثیہ جمال الدین ضلع رحیم یار خاں، جامعہ معینیہ ڈیرہ غازی خاں، جامعہ نعیمیہ لاہور، مدرسہ عربیہ انوار العلوم ملتان اور جامعہ رضویہ مظہر اسلام

فیصل آباد میں جلیل القدر علمائے کرام سے پڑھ کر سندِ فراغ و دستارِ فضیلت حاصل کی۔
جن اکابر اساتذہ سے آپ نے شرفِ تلمذ حاصل کیا، ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

۱۔ شیخ الفقہ والادب حضرت مولانا غلام رسول داجلی، شاگردِ رشید مولانا امام بخش جام پوری (ثانی سیبویہ)

۲۔ فقیہہ الملت حضرت مولانا مفتی امیر علی خان رامپوری، سابق مفتی اعظم مدرسہ عربیہ انوار العلوم ملتان۔

۳۔ استاذ العلماء حضرت مولانا سید مسعود علی رحمہ اللہ، سابق مفتی اعظم مدرسہ عربیہ انوار العلوم ملتان۔

۴۔ استاذ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا غلام جہانیاں رحمہ اللہ، ڈیرہ غازی خان

۵۔ غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی، مدظلہ، (آپ سے حدیث، مناظرہ اور علم کلام خصوصیت سے پڑھا)

۶۔ شیخ الفقہاء حضرت مولانا عبید اللہ رحمہ اللہ، شاگرد رشید حضرت علامہ مولانا معین الدین اجمیری رحمہ اللہ، شیخ الفقہ اسلامی یونیورسٹی بہاول پور (آپ سے افتاء و میراث کی مہارت حاصل کی)

۷۔ محدثِ اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا محمد سردار احمد رحمۃ اللہ (آپ سے بخاری شریف کے اواخر اسباق تبرکاً پڑھے)

۸۔ مفکرِ اسلام حضرت علامہ مفتی محمد حسین نعیمی، رکن اسلامی مشاورتی کونسل پاکستان۔

۹۔ استاذ القراء مولانا قاری ریحان الحق سہارن پوری (آپ سے قرأت و تجوید سبعہ عشرہ سیکھی)

۱۰۔ استاذ العلماء مولانا سید عبد المعبود شاہ شاگرد رشید علامہ امام یوسف نبہانی رحمۃ اللہ (آپ سے حدیث، فقہ، تفسیر اور سلسلۂ نبہانیہ کے تمام اعمال کی اجازت پائی)

۱۱۔ عمدۃ العارفین حضرت مولانا غلام رسول ریاض آبادی خلیفہ مجاز حضرت قبلہ

پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ (آپ سے بھی حدیث، تفسیر، فقہ اور اوراد و اعمال کی اجازت پائی۔
علاوہ ازیں آپ نے اسلامی یونیورسٹی بہاول پور سے فقہ و قانون اسلامی میں تخصص (ایم اے اسلامک لاء) بھی کیا۔
آپ نے تدریسی زندگی کا آغاز مدرسہ عربیہ انوار العلوم ملتان سے کیا جہاں آپ فنون و حدیث کا درس دینے کے علاوہ نائب مفتی کی حیثیت سے فرائض سرانجام دیتے رہے اور بعد میں آپ کو شعبۂ افتاء کا صدر بنا دیا گیا۔
پھر اہالیانِ ہارون آباد کے اصرار پر جامعہ رضویہ ہارون آباد کے مہتمم مقرر ہوئے، جہاں آپ جامعہ کے جملہ انتظامات کی نگرانی کے علاوہ شیخ الحدیث اور مفتی کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔
رمضان المبارک، ۱۳۹۰ھ میں آپ لاہور تشریف لا کر پیکو جامع مسجد کے خطیب مقرر ہوئے، تو جامعہ نظامیہ رضویہ کے مہتمم استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی کی دعوت پر جامعہ میں استاذ الحدیث و استاذ الادب العربی کی حیثیت سے فرائض سرانجام دینے شروع کیے۔ آجکل آپ جامع مسجد غوثیہ رضویہ مین مارکیٹ گلبرگ لاہور میں فرائض خطابت انجام دے رہے ہیں۔ ملتان میں قیام کے دوران ایک دن آپ دیوبندی مکتبۂ فکر کے مدرسہ خیر المدارس میں تعلیمی جائزہ لینے تشریف لے گئے۔ اس وقت مولوی محمد شریف کشمیری جو اپنے مکتبۂ فکر کے مشہور شیخ الحدیث والمعقولات ہیں۔ منطق کی مشہور کتاب حمد اللہ پڑھا رہے تھے، آپ اس کا اندازِ تدریس معلوم کرنے بیٹھ گئے، لیکن مولوی صاحب نے آپ کو بھانپتے ہوئے مسلکی گفتگو چھیڑ دی اور کہا کہ دیوبندیوں اور بریلویوں میں کلی تناقض ہے، کیونکہ ہم دیوبندی سلب کلی اور بریلوی ایجاب کلی کا عقیدہ رکھتے ہیں؛ لہذا دونوں میں کوئی نکتۂ اتحاد نہیں ہے۔ اس پر آپ نے اعتراض کرتے ہوئے کہا مولانا! اگر آپ اہلِ دیوبند کے سلب کلی کو ذات اور اہل سنت کے ایجاب کلی کو عطاء پر محمول کریں، تو نکتۂ اتحاد نکل آتا ہے۔ وہ کہنے

لگے اختلاف تو علماء میں ہے۔ حضور علیہ السلام کا ذاتی وصف تو کوئی ہے ہی نہیں۔ آپ نے اعتراض کیا کہ آپ کا قول آپ ہی کے اکابر کی تصریحات کے خلاف ہے، کیونکہ آپ کے بزرگ مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصفِ نبوت کو ذاتی اور دوسرے انبیاء کرام کی وصفِ نبوت کو عرضی تصور کرتے ہیں، اس پر وہ لاجواب ہوگئے اور کہنے لگے آپ فوراً یہاں سے چلے جائیں، ہمارے مدرسہ میں نہ آیا کریں، اس قسم کی بحث سے ہمارے طلباء میں اضطراب و انتشار پیدا ہوگا۔

دیوبندیوں کے شیخ الحدیث والمعقولات جب حق بات کے سامنے لاجواب ہوگئے تو ان کے طلباء میں سے دو طالب علم جماعت سے اٹھ کر آپ کے پیچھے آئے اور کہا کہ ہم پر حق واضح ہوگیا، لہٰذا آپ ہمیں لے جائیں اور اپنے دارالعلوم میں داخلہ دلوائیں۔

چنانچہ آپ نے ان کو مدرسہ عربیہ انوارالعلوم میں گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے حضرت شیخ القرآن مولانا غلام علی اوکاڑوی کے پاس دارالعلوم اشرف المدارس اوکاڑہ میں داخل کرادیا اور یوں اللہ تعالیٰ نے ان طلباء کی مدد فرمائی اور وہ اہل سنت جماعت کے عالم بن گئے۔

۱۹۷۳ء میں آپ نے حاصل پور کے قریب مولوی محمد امین سے وتروں کی تین رکعتوں پر مناظرہ کیا اور کامیابی حاصل کی۔

قصبہ مڑل ملتان میں مولوی عبدالعزیز اور مولوی عبدالستار تونسوی سے مناظرہ طے پایا مگر وہ ابتدائی باتوں میں ہی لاجواب ہوکر مناظرے سے بھاگ گئے۔

جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے علماء کو کبیر نزد عارف والہ دربار محمد پناہ میں مناظرہ میں شکست دی۔

عارف والہ کے قریب چک ۳۵ء میں حضرت غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی کے حکم پر جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے علماء سے دعا بعد الجنازہ پر تین دن مناظرہ کر کے

ان کو لاجواب کر دیا، یہاں تک کہ وہ مسجد چھوڑ کر بھاگ گئے۔

حضرت علامہ مفتی غلام سرور قادری قابل مدرس اور ماہر مفتی ہونے کے علاوہ میدان تحریر و تقریر میں بھی حظ وافر کے مالک ہیں۔ آپ کے رشحات قلم مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ الاجتہاد فی الاسلام (اردو) قلمی مسودہ

۲۔ الجہاد فی الاسلام (عربی) ״

۳۔ الصلوٰۃ والسلام علی سید الانام (عربی) ״

۴۔ تفویض الاحکام الی خیر الانام ״

۵۔ تحفۃ الذکی فی شرح اسماء اللہ والنبی ״

۶۔ ہدیۃ الخلیل فی شرح حدیث جبرائیل ״

۷۔ الشاہ احمد رضا خان بریلوی مطبوعہ

۸۔ تحفۂ مومن (عالم برزخ کے حالات) ״

۹۔ ترجمہ انیس الارواح ״

۱۰۔ تنزیہ الغفار عن تکذیب الاشرار (حضرت غزالی زماں علامہ کاظمی مدظلہ کی تصنیف تسبیح الرحمان عن الکذب والنقصان کی شرح) مطبوعہ

۱۱۔ افضلیت سیدنا صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) (مطبوعہ)

۱۲۔ معاشیات نظام مصطفےٰ (اسلام کے معاشی نظام کی بے مثال تحقیق (مطبوعہ

۱۳۔ رسالہ شرائط بیعت مطبوعہ

۱۴۔ فتاویٰ اہل سنت (زیر ترتیب)

۱۵۔ تحریر سنبٹ ״

۱۶۔ الصرح النامی، ترجمہ و توضیحات شرح جامی، ۲ جلد مطبوعہ

آپ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں بھرپور حصہ لیا جس کی پاداش میں ہارون آباد

سے گرفتار کیے گئے اور سنٹرل جیل بہاول نگر میں ایک عرصے تک مقید رہے۔

تحریکِ نظامِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) ۱۹۷۷ء میں بھی دیگر علماءِ اہلِ سنت کے دوش بدوش میدانِ عمل میں رہے اور اوکاڑہ سے گرفتار کر کے سنٹرل جیل ساہیوال بھیج دیے گئے اور پھر قومی اتحاد اور مسٹر بھٹو کے مذاکرات کے دوران رہا کیے گئے۔

تنظیم المدارس (اہلسنت) پاکستان کے سالانہ اجلاس میں سندِ تنظیم کی عبارت تجویز کرنے کا مرحلہ آیا۔ علامہ مولانا وقار الدین صاحب اور علامہ پیر کرم شاہ صاحب نے سند کی عبارت پیش کرنا تھی لیکن کثرتِ مصروفیت کی وجہ سے وقت پر عبارت پیش نہ کی جا سکی، اجلاس میں اس پر تشویش ظاہر کی گئی تو آپ نے ایک گھنٹہ میں عبارت پیش کرنے کی پیشکش کی جو قبول کر لی گئی اور اس طرح آپ نے حضرت مولانا محمد عبد اللہ قصوری حضرت مولانا حسن الدین ہاشمی اور حضرت مولانا سید شجاعت علی کی رفاقت میں مختصر سے وقت میں عبارت پیش کر دی۔ عبارتِ سند کے ایک حصہ پر علماء کا اختلاف ہو گیا، صوبہ سندھ اور پنجاب کے علماء اسے برقرار رکھنا چاہتے تھے اور صوبہ سرحد و بلوچستان کے علماء اسے حذف کرنے پر مصر تھے۔ جب صورتِ حال نازک ہو گئی تو آپ نے ایک متبادل عبارت پیش کر دی جس پر تمام علماء متفق ہو گئے اور آپ کی ذہانت اور صلاحیت کی داد دی۔

آپ نے سلسلۂ عالیہ قادریہ کے مشہور بزرگ حضرت خواجہ عبد الرحمان بھرچونڈی شریف اور غوثِ زماں حضرت شیخ غلام رسول قادری روتوی سے اکتسابِ فیض کیا اور مفتی اعظم ہند حضرت مولانا شاہ مصطفےٰ رضا خاں بریلی شریف سے سلسلۂ عالیہ قادریہ نوریہ رضویہ میں بیعت کی اور حضرت نے آپ کو تمام علوم و اوراد اور وظائف و اعمال و سلسلۂ مبارکہ قادریہ نوریہ رضویہ کی اجازت و خلافت مرحمت فرمائی۔

۱۹۶۹ء میں شادی کی، سب سے پہلا بچہ اللہ کو پیارا ہو گیا اب آپکے تین صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہے۔[1]

مدرسہ انوار العلوم ملتان میں دورۂ حدیث سے فارغ ہونیوالے آپ کے چند مشہور تلامذہ یہ ہیں:

مولانا مفتی محمد عبد اللہ مظفر گڑھ، مفتی وزیر علی ہارون آباد، مولانا سید مسعود احمد شاہ خان گڑھ، مولانا محمد رمضان مولانا عبد الوحید ربانی مظفر گڑھ، مولانا سید غلام یٰسین شاہ قطب پور، مولانا سید قمر الدین شاہ قطب پور، مولانا محمد یار قادری رضوی، مولانا صاحبزادہ حفیظ اللہ شاہ ملتان، استاذ القراء علامہ مولانا محمد غافر بخش مدنی ملتان کوٹھے والا۔

---

[1] جملہ کوائف علامہ مولانا مفتی غلام سرور قادری دامت برکاتہم العالیہ نے مرتب کی درخواست پر مہیا فرمائے۔

شیخ القرآن حضرت مولانا غلام علی اوکاڑوی، اوکاڑہ

شیخ القرآن حضرت مولانا غلام علی بن سلطان محمد ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء میں موضع بانیاں، نزد لالہ موسیٰ ضلع گجرات میں علم دوست، دینی شعور رکھنے والے گوجر گھرانے میں پیدا ہوئے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم جوڑا کرنانہ کے سکول میں حاصل کی۔ دینی تعلیم کے لیے قریبی گاؤں عمر چک کے یگانۂ روزگار فاضل مولانا سلام اللہ کے درس میں شامل ہوئے۔ فارسی ادب اسی درس سے حاصل کیا اور عربی تعلیم کے لیے جالندھر کے دار العلوم عربیہ کریمیہ حنفیہ میں داخل ہوئے جہاں استاذ العلماء مولانا عبد الجلیل ہزاروی کے علاوہ مولانا عبد القادر کشمیری اور حافظ عبد المجید گورداسپوری بھی پڑھاتے تھے۔ اس دار العلوم میں علوم کی تکمیل کر کے ۱۹۳۹ء میں فراغت حاصل کی اور جامع مسجد ہوشیار پور میں خطیب مقرر ہوئے۔

ان دنوں حضرت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ کے ایک لائق شاگرد مولانا حکیم غلام یٰسین دہلوی ہوشیار پور تشریف لائے اور آپ کی قابلیت کو ملاحظہ فرماتے ہوئے فارسی ادب دوبارہ پڑھایا اور دار العلوم جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں داخل ہونے کا مشورہ دیا۔

۱۹۴۰ء میں آپ نے خطابت کی ساری بلندیوں کو ایک طرف رکھا اور دار العلوم جامعہ نعیمیہ میں طلباء کی صفوں میں بیٹھ کر علوم دینیہ کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا شروع کر دی۔ ان دنوں اس شہرۂ آفاق سنی دار العلوم میں مفتی احمد یار خان نعیمی، مولانا امین الدین اور مولانا محمد عمر نعیمی رحمہم اللہ تدریسی عملہ میں شامل تھے، چنانچہ آپ نے ان قابل قدر ہستیوں سے اکتساب فیض

کرتے ہوئے معقولات و منقولات کی تعلیم دوبارہ حاصل کی۔ علاوہ ازیں آپ کو حضرت مفتی اعظم مولانا ابوالبرکات سید احمد رحمۃ اللہ سے سند حاصل ہے۔

مراد آباد سے فراغت کے بعد آپ نے حضرت محدث کچھوچھوی رحمہ اللہ کی زیارت کی، تو حضرت نے آپ کے جذبۂ تعلیم و تدریس کو دیکھتے ہوئے گجرات میں علمِ دین کی خدمت کا مشورہ دیا، چنانچہ حضرت شیخ القرآن لالہ موسیٰ (گجرات) تشریف لے آئے۔ یہاں حضرت مولانا غلام قادر اشرفی اور حافظ محمد دین (جو تدریسی منصب پر فائز تھے) کے تعاون سے پڑھانا شروع کیا۔

ایک سال بعد گوہر تحصیل پھالیہ چلے گئے اور وہاں ایک دینی دارالعلوم قائم کر کے سلسلۂ تدریس جاری کر دیا۔ ۱۹۵۰ء تک آپ نے یہاں تبلیغ و تدریس میں وقت گزارا۔

جالندھر اور ہوشیار پور کے وہ عقیدت مند جو آپ کی زمانۂ طالب علمی کی تقاریر سُن چکے تھے، تقسیمِ ملک کے بعد اوکاڑہ میں آباد ہوئے اور آپ کو گجرات سے اوکاڑہ لے آئے۔

آپ ۱۹۵۱ء میں اوکاڑہ پہنچے۔ جامع مسجد کے خطیب اور برلا ہائی سکول کے شعبۂ اسلامیات کے مدرس مقرر ہوئے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ نے اہلِ سنت و جماعت کے عظیم الشان دارالعلوم اشرف المدارس کی بنیاد رکھی۔ اس دارالعلوم کی ترقی و توسیع کے لیے آپ نے شب و روز محنت کی اور سینکڑوں طلبا کو تیار کر کے ملک کے اطراف و اکناف میں تبلیغِ دین کیلئے بھیجا۔ آپ رمضان المبارک میں قرآن پاک کی تفسیر بھی پڑھاتے ہیں جس میں کثیر تعداد میں ذوقِ قرآن رکھنے والے حضرات شریک ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں آپ ملک کے مختلف حصوں میں تبلیغی دورے بھی فرماتے ہیں۔ آپ کی تقریر علمی اور تحقیقی ہوتی ہے۔ مسلکِ اہلِ سنت کی ترقی اور بدعات و بدعقیدگی کے خاتمہ کے لیے ہمہ تن مصروف رہتے ہیں۔

جب آپ حج پر تشریف لے گئے تو شیخ المشائخ مولانا ضیاء الدین احمد قادری رضوی خلیفہ اعلیٰ حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خان بریلوی (مدینہ منورہ) سے سندِ اجازت حدیث و طریقت

حاصل کی ۔ ؎۱

آپ نے جماعتِ اہلِ سنّت قائم کی اور خالص اعتقادی و نظریاتی بنیادوں پر کام کرتے رہے
آزاد کشمیر کے صدر (سابق)، مجاہدِ آزادیٔ کشمیر سردار عبدالقیوم سے مل کر قادیانیوں کے
خلاف بل پاس کروایا اور پھر اسلامی قوانین کی دفعات کی تدوین میں مدد کی۔

۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء ہر دو تحاریکِ ختمِ نبوّت میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا اور ملک کے گوشے
گوشے میں تحفظ ختمِ نبوت کے مفہوم اور قادیانیوں کی سازش سے عوام کو آگاہ کیا۔ ؎۲

آپ جمعیت علماء پاکستان صوبہ پنجاب کے صدر رہیں۔ متحدہ جمہوری محاذ یو۔ڈی۔ الیف
پنجاب کے صدر رہ چکے ہیں۔

۱۹۷۱ء کے انتخاب میں اوکاڑہ اور لاہور شہر سے صوبائی اسمبلی کے لیے قومی اتحاد کے
ٹکٹ پر انتخابات میں شریک ہوئے۔

۱۴ر مارچ ۱۹۷۷ء کو ملک بھر میں شروع ہونے والی تحریک نظام مصطفےٰ میں علامہ
شاہ احمد نورانی کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے آپ نے حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ کے
دربار سے گرفتاری پیش کی۔ رہا ہونے کے بعد ضلع کچہری میں وکلاء سے خطاب کیا اور دربار
حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ پر حاضری دی۔

چند دن بعد دوبارہ آپ کو قومی اتحاد کے مرکزی دفتر سے دوسرے راہنماؤں کے
ہمراہ گرفتار کر لیا گیا اور بعد میں ہائی کورٹ کے فیصلے پر رہا کیا گیا۔

اکتوبر ۱۹۷۷ء کے انتخاب جو بعد میں ملتوی ہو گئے، کے لیے آپ قومی اتحاد پاکستان کے
ٹکٹ پر لاہور حلقہ نمبر ۳ کے امیدوار تھے۔

(۱۳۹۷ھ) میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو حج بیت اللہ اور مدینۃ الرسول کی زیارت سے مشرف فرمایا

؎۱ مولانا غلام مہر علی ، الیواقیت المہریہ ، ص ۱۲۳

؎۲ علامہ اقبال احمد فاروقی ، تذکرہ علمائے اہل سنّت لاہور ، ص ۳۵ ، ۳۵۱

فاضل یگانہ علامہ مولانا غلام فخر الدّین گانگوی، میانوالی

ماہر علوم عقلیہ و نقلیہ حضرت علامہ مولانا غلام فخر الدین گانگوی بن مولانا سیّد احمد دین گانگوی بن مولانا میاں غلام علی (رحمہا اللہ) ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۲ء میں بمقام گانگی شریف واقع غربی جانب میانوالی پیدا ہوئے۔

آپ کے والد ماجد اپنے دور کے جید علمائیں سے گزرے ہیں۔ آپ کا سلسلۂ نسب بتیس واسطوں سے غوث صمدانی حضرت سیّدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کا خاندان پورے علاقے میں علمی و دینی اعتبار سے ہمیشہ ممتاز رہا ہے [۱]

آپ نے علوم و فنون کی اکثر کتب اپنے والد ماجد حضرت علامہ مولانا سیّد احمد دین گانگوی (متوفی ۱۴ رجب ۱۳۸۸ھ/۲۸ اکتوبر ۱۹۶۸ء) سے پڑھیں۔ کچھ عرصہ جامعہ مظفریہ رضویہ وان بھچراں میں بھی اکتساب فیض کرتے رہے۔

کتب احادیث (دورۂ حدیث) صدر الافاضل حضرت مولانا سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ سے پڑھیں اور اس طرح تکمیل کے بعد ۱۹۴۷ء میں دار العلوم جامعہ نعیمیہ مراد آباد (ہندوستان) سے دستارِ فضیلت کا شرف حاصل کیا۔

فراغت کے بعد جامع مسجد گانگوی میانوالی میں تدریس شروع کی اور اس کے ساتھ ہی ایک دار العلوم شمس العلوم کے نام سے قائم کیا، چنانچہ آج تک اس دار العلوم میں آپ سے تشنگانِ علوم دور دور سے آ کر سیراب ہوتے ہیں۔

---

[۱] مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری، تذکرۂ اکابر اہل سنت ص ۳۴۷ مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور

۱۹۶۳ء میں آپ نے رہبرِ طریقت حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی کے ہاتھ پر شرفِ بیعت حاصل کیا اور خلافت و اجازت سے مشرف ہوئے۔

تقریباً تیس سال سے آپ علومِ اسلامیہ کی تعلیم و تدریس جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اس عرصے میں کثیر التعداد علما آپ سے شرفِ تلمذ حاصل کر چکے ہیں جن میں سے چند مشہور شاگردوں کے اسماء یہ ہیں:

۱۔ مولانا غلام نبی خطیب سکندر آباد نزد داؤ خیل

۲۔ مولانا عطا محمد، شادیھوی

۳۔ مولانا محمد یونس، کیمبلپور

۴۔ مولانا غلام ربانی، فیصل آباد

۵۔ مولانا محمد یعقوب، سرگودھا

۶۔ مولانا سید محمد شاہ، پشاور

۷۔ مولانا غلام عباس خان نیازی

۸۔ مولانا عبد الرحیم، کندیاں

۹۔ مولانا فیض احمد، میانوالی

۱۰۔ مولانا محمد رمضان، روکھڑی

۱۱۔ مولانا غلام فرید، کرمشانی

۱۲۔ مولانا محمد یوسف، میاں خیل

۱۳۔ مولانا منظور احمد، داؤد خیل

لہ مولانا غلام مہر علی، الیواقیت المہریہ، ص ۱۴۰، ۱۴۱

حضرت مولانا غلام قادر اشرفی، لالہ موسیٰ

مولانا غلام قادر اشرفی بن میاں باغ علی چشتی، ۱۴ محرم الحرام ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۰ مارچ ۱۹۰۶ء میں فرید کوٹ (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد میاں باغ علی چشتی کو حضرت میاں محمد شاہ چشتی بستی نو ضلع ہوشیار پور) سے شرفِ بیعت حاصل تھا۔

ابھی آپ کا عہد طفولیت ہی تھا کہ والدین کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ ۱۹۱۱ء میں سکول میں داخل ہوئے اور ۱۹۲۲ء میں امتیازی حیثیت سے میٹرک کرنے کے بعد کالج میں داخلہ لے لیا، مگر طبیعت مائل نہ ہوئی۔

کالج کی فضا سے نکلے اور دینی درس گاہ سے منسلک ہو گئے۔ مذہبی تعلیم حاصل کرنا شروع کر دی اور مختلف اساتذہ سے اکتساب کرنے کے بعد سندِ فراغت جامعہ نعیمیہ مراد آباد (یوپی) سے حاصل کی۔

آپ نے جن اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا، ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

۱۔ حضرت مولانا محمد سعید شبلی فرید کوٹی
۲۔ مفتیٔ اعظم محمد مظہر اللہ خطیب و امام جامع مسجد فتح پوری دہلی (والد ماجد جناب پروفیسر مسعود احمد صاحب)
۳۔ حضرت مولانا سید غلام قطب الدین برہمچاری، اشرفی سہسوانی
۴۔ حضرت مولانا محمد یٰسین صاحب برہمچاری
۵۔ حضرت بابا خلیل داس ایم اے (سنسکرت) چترویدی
۶۔ حضرت مولانا عبد العزیز فتح پوری

۷۔ حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ

آپ نے مدرسہ حلقہ اشاعت الحق گشتی (مراد آباد) کا تبلیغی کورس بھی مکمل کیا، جس میں ہندی، بھاشا اور سنسکرت کی تعلیم حاصل کی، اس کے علاوہ گورمکھی اور گیانی پر بھی عبور حاصل کیا۔

دوران طالب علمی مراد آباد کی سنی کانفرنس (منعقدہ مارچ ۱۹۲۵ء) میں ایک رضاکار کی حیثیت سے حصہ لیا۔ اس وقت ہندو اسلام کے خلاف طرح طرح کی سازشیں کر رہے تھے کہیں فتنہ ارتداد برپا تھا، تو کہیں قتل و غارت کا بازار گرم تھا۔ چنانچہ ان فتنوں کے سدباب کے لیے یہ کانفرنس منعقد ہوئی اور اس میں مشاہیر مشائخ و علماء اہل سنت نے شرکت کی۔

تحصیل علم کے بعد آپ نے ۲۸-۱۹۲۶ء (تین سال) تک مکتسر ضلع فیروز پور میں تدریس و خطابت کے فرائض سر انجام دیے اور ساتھ ہی نواب شاہ نواز ممدوٹ کی ہدایت پر سیاسی تحریکوں میں بھی حصہ لیتے رہے۔

شدھی تحریک میں آپ نے اپنے استاذ محترم حضرت مولانا برہمچاری رحمۃ اللہ کے ساتھ بھرپور حصہ لیا اور مختلف بھیس بدل کر مثلاً معالج حیوانات، وید حکیم، گانے والی پارٹیوں اور سادھوؤں کی پارٹی وغیرہ بنا کر شدھی تحریک کو کیفر کردار تک پہنچایا۔ اس طرح آپ نے لاکھوں مسلمانوں کو مرتد ہونے سے بچا لیا۔

۱۹۲۵ء میں آپ نے سیاست میں مکمل طور پر دلچسپی لینا شروع کر دی۔ ضلع فیروز پور میں خطابت کے دوران نواب شاہ نواز ممدوٹ کی نگرانی میں مسلم لیگ کے نصب العین اور سائمن کمیشن کے بائیکاٹ کے سلسلے میں کام کرتے رہے۔ شاردا ایکٹ کو ناکام بنانے کے لیے بھی علماء و مشائخ کے شانہ بشانہ کام کیا۔

۱۹۲۹ء میں مولانا نے عملی طور پر سیاست میں حصہ لیا۔ مغلپورہ ایجی ٹیشن میں بھرپور کام کیا۔

۱۹۳۱ء میں تحریک کشمیر میں اور ۱۹۳۲ء میں جب مسلمانان ریاست الور ریاستی مظالم کی تاب نہ لا کر اجمیر شریف، بھرت پور، گوڑگانواں اور دہلی کی طرف ہجرت پر مجبور ہوئے تو آپ

حضرت سید غلام بھیک نیرنگ انبالوی رحمہ اللہ (آپ کے پیر بھائی) سیکرٹری جنرل انجمن تبلیغ الاسلام کے زیر کمان کام کرتے رہے۔

۱۹۳۳ء میں تحریکِ قادیان اور ۱۹۳۵ء میں تحریک مسجد شہید گنج میں بھرپور حصہ لیا۔ ۱۹۳۵ء ہی میں ملک برکت علی بیرسٹر لاہور (مشہور مسلم لیگی لیڈر) کے حلقۂ انتخاب قصور میں کام کرتے رہے اور ملک صاحب بفضلِ خدا کامیاب ہوتے۔

۱۹۳۸ء میں لالہ موسیٰ ضلع گجرات کے اسلامیہ ہائی سکول میں مدرّس مقرر ہوئے اور پھر مستقل طور پر یہیں رہائش اختیار کر لی اور اب تک مذہب و ملت کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

۱۹۳۸ء ہی میں تحریک آریہ سماج جو نظام حیدرآباد کے خلاف جتھہ بندی کی صورت میں چلائی گئی تھی، کے انسداد کے لیے کافی خدمات سرانجام دیں اور یومِ نظام منایا گیا۔

۱۹۳۹ء میں قائدِ اعظمؒ کی ہدایت پر یومِ نجات منایا گیا، تو مولانا نے بھی مجلس تبلیغ الاسلام لالہ موسیٰ کے زیرِ اہتمام یہ دن منایا۔ آپ بھرپور کوشش کر کے ضلع بھر میں مسلم لیگ کا قیام عمل میں لائے اور جا بجا اس کی شاخیں قائم کیں۔

۱۹۴۰ء میں خضر وزارت میں مسلم لیگ کی سول نافرمانی کی تحریک میں حصہ لیا اور قراردادِ پاکستان کے بعد مسلم لیگ کی پبلسٹی کے لیے زندگی وقف کر دی۔ حکیم سردار خان جو اس وقت مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری تھے۔ ان کے ساتھ مولانا ضلع بھر کا دورہ کرتے رہے اور انتخابات کے دوران ضلع بھر کے اہم مقامات پر سر فیروز خان نون اور سردار شوکت حیات خان کی معیت میں دورہ کیا۔ مسلم لیگ کا سبز پرچم لہراتے ہوئے صبح سے لے کر رات گئے تک گلی کوچوں میں پھرتے تھے۔

۱۹۴۵ء میں آپ نے ملک فیروز خان نون اور سردار شوکت حیات کے ساتھ مسلم لیگی امیدواروں کے لیے شب و روز کام کیا اور اسی سال مسلم لیگیوں کی طرف سے قائدِ اعظم کو مسلم لیگ کی طرف سے تھیلی پیش کی۔ ؎

؎ دلچسپ تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے "اکابر تحریکِ پاکستان" مرتبہ محمد صادق قصوری ص ۱۷۹

ان مجاہدانہ سرگرمیوں کی بناء پر آپ نے مختلف اوقات میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں، مجموعی طور پر آپ نے ملک و ملت کے لیے تقریباً چار سال کا عرصہ جیلوں میں گزارا، مگر آپ کے عزم و حوصلے اور ولولے میں ذرّہ بھر بھی کمی واقع نہیں ہوئی۔

۱۹۴۶ء میں علمائے اہل سنت نے بنارس میں آل انڈیا سنّی کانفرنس منعقد کی جس میں ملک کے کونے کونے سے مشائخ و علماء کا جمِ غفیر شریک ہوا اور اس عزم کا اظہار کیا کہ پاکستان سنیوں نے بنانا ہے اور وہ پاکستان بنا کر رہیں گے۔ چنانچہ اس موقع پر حضرت محدّث کچھوچوی سید محمد اشرفی جیلانی (صدر آل انڈیا سنّی کانفرنس) نے خطبۂ صدارت ارشاد فرمایا جس کا ایک اقتباس مندرجہ ذیل ہے:

"حضرات! میں نے بار بار پاکستان کا نام لیا ہے اور آخر میں صاف کہہ دیا ہے کہ پاکستان بنانا صرف سنیوں کا کام ہے اور پاکستان کی تعمیر آل انڈیا سنّی کانفرنس کرے گی۔ اس میں کوئی بات بھی نہ مبالغہ ہے نہ شاعری ہے اور نہ سنّی کانفرنس سے غلو کی بناء پر ہے۔ پاکستان کا نام بار بار لینا جس قدر ناپاکوں کو باعثِ چِڑ ہے۔ اسی قدر پاکوں کا وظیفہ ہے اور اپنا اپنا وظیفہ کون سوتے جاگتے اٹھتے بیٹھتے کھاتے پیتے پورا نہیں کرتا۔" [1]

اس کانفرنس میں حضرت مولانا غلام قادر اشرفی اپنے ساتھیوں سمیت شریک ہوئے۔

جب پاکستان معرضِ وجود میں آگیا، تو آپ نے زیادہ تر توجہ مذہبی امور کی طرف مبذول کردی، تاہم سیاسی تحریکات سے دلچسپی میں کوئی فرق نہ آیا۔ ۱۹۵۳ء میں تحریکِ ختمِ نبوت میں حصہ لیا۔ ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں جمعیت علماء پاکستان کے لیے بھرپور کام کیا اور پھر ۱۹۷۴ء میں جب دوبارہ تحریکِ ختمِ نبوت چلی، تو علمائے اہلِ سنت پاکستان کے شانہ بشانہ کام کیا۔ تحریکِ نظامِ مصطفےٰ میں قید و بند کی صعوبتیں بھی اس پیرانہ سالی میں برداشت کیں۔

---

[1] الخطبۃ الاشرفیۃ للجمہوریۃ الاسلامیۃ بحوالہ اکابر تحریکِ پاکستان ص ۲۲۱

[2] محمد صادق قصوری: اکابر تحریکِ پاکستان، ص ۱۷۶ تا ۱۸۱

اُستاذ العلماء علامہ مولانا سیّد غلام محی الدینؒ، راولپنڈی

استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا سید غلام محی الدین ابن مولانا سید ضیاء الدین ابن مولانا سید حمید شاہ ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۸ء میں بمقام سلطان پور ضلع کیمبل پور پیدا ہوئے۔

آپ ایک علمی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ کے والد ماجد اور جد امجد اپنے وقت کے جید علماء اور روحانی پیشوا تھے۔

آپ نے ابتدائی کتب اپنے والد ماجد حضرت علامہ مولانا سید ضیاء الدین علیہ الرحمہ (م ۱۷ جمادی الثانی ۱۳۹۳ھ/۱۹ جولائی ۱۹۷۳ء) سے پڑھیں۔ شرح مائۃ عامل اور ہدایۃ النحو وغیرہ کتب بانڈی عطائی (حویلیاں) ہزارہ میں مولانا عبدالحکیم سے پڑھنے کے بعد بھوئی گاڑ میں استاذ العلماء حضرت مولانا محب النبی قدس سرہ (م ۲۱ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہاں سے مکھڈ شریف، دار العلوم نعمانیہ لاہور، جنڈھر شریف اور کڑیانوالہ ضلع گجرات، تشریف لے گئے۔ ان مقامات پر اکتساب فیض کے بعد سہارنپور (دیوبند) پہنچے۔ دیوبند میں آپ کو داخلہ مل گیا، لیکن آپ کے ساتھیوں کو داخل نہ کیا گیا، چنانچہ آپ واپس جنڈھر شریف پہنچے، جہاں آپ نے درس حدیث لیا۔

فراغت کے بعد آپ نے تدریسی زندگی کا آغاز اپنے آبائی گاؤں سلطان پور سے کیا۔ کچھ عرصہ دار العلوم نعمانیہ اور جنڈھر شریف میں بھی اعزازی طور پر پڑھاتے رہے۔

۱۹۵۰ء میں مدرسہ عزیزیہ بگویہ بھیرہ (سرگودھا) میں مسندِ تدریس پر فائز ہوئے۔ سات آٹھ سال بعد واپس گھر تشریف لائے۔ تقریباً اٹھارہ طلباء آپ کے ساتھ گھر آئے۔ اس کے بعد ایک سال ملکوال میں مولانا عبدالرحمان شاہ صاحب کے قائم کردہ

مدرسہ دسکول رفیع الاسلام میں پڑھاتے رہے۔

۵۷-۱۹۵۶ء میں جامعہ غوثیہ بھابڑا بازار راولپنڈی میں مدرس مقرر ہوئے۔ ۱۹۶۰ء میں پھر اپنے گاؤں تشریف لے گئے اور وہیں علوم اسلامیہ کا فیضان جاری رکھا۔

۱۹۶۴ء میں جامعہ رضویہ سبزی منڈی راولپنڈی میں شیخ الحدیث کے فرائض سرانجام دینے شروع کیے جو آج تک بحمد اللہ جاری ہیں۔

آپ نے مندرجہ ذیل رسائل تصنیف فرمائے۔

۱۔ معیار الحق لدعوۃ الحق

۲۔ دعوۃ الحق

۳۔ ہٰکذا عقیدتی

آپ کے چند مشہور تلامذہ یہ ہیں۔

۱۔ حضرت مولانا سید حسین الدین شاہ (آپ کے برادر خورد)

۲۔ مولانا منظور احمد شاہ

۳۔ مولانا حافظ عبد الغفور (مہتمم جامعہ غوثیہ مظہر اسلام راولپنڈی)

۴۔ مولانا امیر الدین

۵۔ مولانا محمد مسکین [1]

---

[1] یہ حالات استاذ محترم مولانا محمد عبد الحکیم صاحب شرف قادری نے بہم پہنچائے، راقم ان کا ممنون ہے۔

فاضلِ جلیل علامہ مولانا غلام مہر علی گولڑوی ، چشتیاں

فاضلِ جلیل حضرت علامہ مولانا غلام مہر علی بن مولانا جان محمد مدظلہٗ ۱۵ شوال ۱۳۴۲ھ/ ۲۰ جون ۱۹۲۴ء بروز اتوار محمود پور بہاول نگر میں پیدا ہوئے۔

آپ پنجاب کے مشہور راجپوت خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ عبداللہ بھٹی المشہور دلا بھٹی جس نے مغلِ اعظم اکبر کے خلاف جنگ لڑی، آپ کے اجداد میں سے تھے۔

آپ کے والد ماجد حضرت مولانا جان محمد مدظلہٗ نے ۱۳۳۶ھ میں دہلی اور ۱۳۵۷ھ میں مدینہ منورہ سے سند حاصل کی۔

پانچ سال کی عمر میں آپ نے والد ماجد سے قرآن مجید حفظ کرنا شروع کیا اور دس سال کی عمر میں تکمیلِ حفظ کے بعد علومِ اسلامیہ کی تحصیل کی طرف متوجہ ہوئے۔ ایک سال میں کتب فارسی، صرف و نحو (کافیہ تک) فقہ، قدوری تک اور رسائل منطق اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ سے پڑھے۔

شرح مائۃ عامل اور منیۃ المصلی پڑھ رہے تھے کہ ۱۳۵۷ھ میں والد ماجد کے ہمراہ حج بیت اللہ شریف کی غرض سے عازمِ حرمین طیبین ہوئے۔ کچھ اسباق حرم شریف اور روضۂ رسول علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے سائے میں والد مکرم ہی سے پڑھے۔

حج سے واپسی پر مدرسہ صادقیہ منچن آباد ضلع بہاول نگر میں داخل ہوئے۔ صدر مدرس مولانا غلام مصطفےٰ صحیح العقیدہ عالمِ دین تھے اور انہیں حضرت سلطان العارفین خواجہ پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ سے ارادت تھی، جبکہ دیگر مدرسین بدعقیدہ اور انبیاء و اولیا کی شان میں تنقیص کرنے والے لوگ تھے، چنانچہ ان میں سے ایک نے ایک دن سلطان المشائخ

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمہ اللہ کی شان میں بے ادبی کی جس کی وجہ سے آپ نے اس دار العلوم کو چھوڑ دیا۔ یہاں آپ نے شرح جامی، ہدایہ، نور الانوار اور سلم العلوم تک کتابیں پڑھی تھیں۔

۱۳۶۱ھ میں آپ منچن آباد سے مدرسہ اسلامیہ مفتاح العلوم بہاول نگر چلے گئے اور کتب فنون حضرت مولانا محمد اکمل سے پڑھیں اور علاوہ ازیں امام الفنون حضرت مولانا فتح محمد بہاولنگری سے بھی اکتسابِ فیض کیا۔

۱۳۶۲ھ میں جامعہ فتحیہ اچھرہ لاہور میں داخلہ لیا اور امام المعقول حضرت مولانا مہر محمد علیہ الرحمہ سے اکثر کتب فنون مثلاً شرح قاضی مبارک، حمد اللہ، توضیح تلویح، اقلیدس، خیالی اور امورِ عامہ کے علاوہ ادب عربی کی تمام کتب تفسیر جلالین اور مشکوٰۃ شریف کا درس لیا۔

علوم و فنون مروجہ کی تکمیل کے بعد دار العلوم حزب الاحناف (اندرون دہلی دروازہ لاہور)[1] میں داخلہ لیا اور کتب صحاح ستہ (کتب احادیث) مفتیٔ اعظم حضرت علامہ ابو البرکات سید احمد رحمہ اللہ سے پڑھنے کے بعد ۱۳۶۵ھ میں جبکہ آپ کی عمر ۲۳ سال تھی سندِ فراغت و دستارِ فضیلت حاصل کی۔

فراغت کے بعد آپ گھر لوٹے اور حضرت والد مکرم کی نگرانی میں تدریس شروع کر دی۔ تدریس کے علاوہ آپ تبلیغ دین کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے۔ علاقہ میں بعض بدعقیدہ لوگوں نے توحید و رسالت کے خود ساختہ مفہوم کی تشہیر و تبلیغ کے ذریعے گمراہی کا جال بچھا رکھا تھا چنانچہ حضرت علامہ مولانا غلام مہر علی نے ان سے مناظرے کر کے عوام پر ان کی مکر و فریب کو آشکارا کیا اور ان کی ہدایت کا سامان بہم پہنچایا۔

---

[1] آجکل دار العلوم حزب الاحناف بھاٹی گیٹ کے باہر حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ کے جوار میں گنج بخش روڈ (لال کوٹھی) پر واقع ہے۔ (مرتب)

آپ نے ایک سال پیر محل ضلع فیصل آباد میں خطابت کے فرائض سرانجام دیے۔ اسی دوران آپ کے والد مکرم نویں حج کے سلسلے میں حجاز مقدس تشریف لے گئے، چنانچہ آپ کو گھریلو انتظامات کی خاطر واپس گھر آنا پڑا۔

والد ماجد کی حج سے واپسی پر آپ نے اہلِ چشتیاں کی پُرخلوص دعوت کو قبول فرماتے ہوئے جامع مسجد چشتیاں میں فرائض خطابت سرانجام دینے شروع کیے۔

۱۳۷۰ھ میں آپ نے جامع مسجد نور چشتیاں میں ایک دینی مدرسہ عربیہ نورالمدارس کی بنیاد رکھی۔

۱۳۸۴ھ میں آپ نے "مدرسہ عربیہ انوارالاسلام" کے نام سے ایک ادارہ منچن آباد میں بھی قائم فرمایا۔

دربارِ عالیہ گولڑہ شریف سے آپ کا پُرانا خاندانی تعلق ہے جس کا واضح ثبوت آپ کا اسمِ گرامی ہے، چنانچہ آپ نے اس تعلق کو قائم رکھتے ہوتے ۱۳۶۵ھ میں حضرت خواجہ پیر غلام محی الدین المعروف بابوجی رحمۃ اللہ کے دستِ اقدس پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔

حضرت علامہ مولانا غلام مہر علی قابل مدرس، بے باک خطیب اور کامیاب مناظر ہونے کے ساتھ ساتھ صاحبِ قلم شخصیت بھی ہیں۔ چنانچہ آپ نے مسلکِ اہلِ سنت کی تائید اور اہلِ باطل کی تردید میں مندرجہ ذیل کتب و رسائل بھی تحریر فرماتے:

۱۔ رسالہ نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، حضور علیہ السلام کی نورانیت کے ثبوت میں۔

۲۔ مواعظ مہریہ — آپ کے مواعظ و تقاریر کا مجموعہ

۳۔ صواعق عتابیہ علیٰ راس الوہابیہ — وہابیہ کی تردید میں

۴۔ خاتم النبیین ، حضور علیہ السلام کی ختمِ نبوت کے بارے میں

۵۔ دیوبندی مذہب ، وہابیہ کی اپنی کتب کے حوالہ جات سے کھلی دین دشمنی۔

۶۔ مترجم خطباتِ رضویہ [1] (پنجابی نظم میں اعلیٰ حضرت کے خطبات کا ترجمہ)

۷۔ الیواقیت المہریہ ، الثورۃ الہندیہ کی شرح [2]

---

[1] مولانا غلام مہر علی ، الیواقیت المہریہ ص ۷۷ تا ۱۸۰

[2] الثورۃ الہندیہ (باغی ہندوستان)، مجاہدِ تحریکِ آزادی علامہ فضل حق خیرآبادی کی تصنیف ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے "باغی ہندوستان" مطبوعہ مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور۔

نوٹ: "الیواقیت المہریہ" میں علامہ مولانا غلام مہر علی نے عربی زبان میں علمائے اہل سنت کے حالاتِ زندگی جمع کیے ہیں جو تذکرہ نگاروں کے لیے ماخذ ہے۔ (مرتب)

فخرِ اہلِ سُنّت مولانا فتح محمد بارو زئی، سبّی (بلوچستان)

سرزمینِ بلوچستان میں مجاہد اہلِ سُنّت مولانا ابوسعد فتح محمد خان ولد میر سعداللہ خان (۱۳۴۸ھ/ ۲۹ ۱۹ء) بروز اتوار موضع کرمک تحصیل سبّی میں پیدا ہوئے۔ آپ بلوچستان کے مشہور خاندان بارو زئی کے چشم و چراغ ہیں۔

سات سال کی عمر میں والد ماجد نے سکول میں بٹھایا۔ اسی دوران آپ نے اپنے ماموں سے قرآن پاک ناظرہ اور فارسی و فقہ کی چند کتابیں پڑھیں۔

میٹرک پاس کرنے کے بعد علوم اسلامیہ کی تعلیم کے لیے باقاعدہ جامعہ مخزن العلوم نقشبندیہ سبّی میں داخلہ لیا جہاں آپ نے حضرت مولانا الحاج محمد عمر صاحب سے جمیع علوم و فنون کی تکمیل کی حضرت مولانا موصوف (آپ کے استاذ محترم) نہایت سادہ مزاج پرہیزگار اور جیّد عالمِ دین تھے اور ضلع قلات کے قاضی رہ چکے ہیں۔

آپ نے دورۂ تفسیر القرآن حضرت شیخ القرآن ابوالحقائق مولانا عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ سے پڑھا۔ منطق اور حدیث شریف دوبارہ پڑھنے کے لیے حضرت استاذ العلماء مولانا عطا محمد بندیالوی دامت برکاتہم العالیہ کی خدمت میں وڑچھ شریف حاضر ہوئے اور ایک سال تک استفادہ کرتے رہے۔

فراغت کے بعد آپ پانچ سال تک اپنے استاذ و مرشد حضرت مولانا نور احمد خان مدظلہ کے حکم سے جامعہ مخزن العلوم نقشبندیہ ستونگ میں تدریس اور خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ ۱۹۶۹ء میں مرکزی جامع مسجد گنبد میں جامعہ فیض العلوم نقشبندیہ کے نام سے ایک دینی درس گاہ قائم کی جس کا افتتاحی جلسہ حضرت مولانا نور احمد جان کی صدارت میں ہوا۔

جامع مسجد میں جگہ کی تنگی کی وجہ سے تین سال بعد مدرسہ پاور ہاؤس کے متصل ایک وسیع جگہ میں منتقل کر دیا گیا۔ الحمد للہ سرزمین بلوچستان میں اہل سنّت وجماعت کی یہ مرکزی درس گاہ روز بروز ترقی کے منازل طے کر رہی ہے۔ ۱۹۷۷ء سے آپ نے جامعہ میں دورۂ حدیث کا بھی اہتمام کیا ہے۔ حضرت مولانا فتح محمد بار وزئی آٹھ سال تک جامع مسجد گنبد سبّی میں فرائض خطابت بھی سرانجام دیتے رہے۔

مئی ۱۹۷۶ء میں جمعیت علماء پاکستان کے صدر قائد اہل سنّت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نے صوبہ بلوچستان کا دورہ کیا، تو آپ کو جمعیت علمائے پاکستان صوبہ بلوچستان کا صدر مقرر کیا۔

حضرت مولانا فتح محمد نے ۱۹۴۶ء میں حضرت خواجہ الحاج میاں نور احمد نقشبندی مجددی سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ حضرت خواجہ صاحب آپ کے ماموں اور خُسر بھی ہیں۔

تقریباً ساٹھ سال قبل آپ کے نانا جان حضرت خواجہ میاں الحاج محمد عمر جان رئیسانی نقشبندی مجددی نے ایک رسالہ عین الحیاۃ الحقیقی فی مقامات الصدیقی فارسی زبان میں تحریر کیا۔ آپ نے مرشد گرامی کے حکم سے اس رسالہ کا اردو زبان میں ترجمہ کیا اور عقائد اہل سنّت کا اضافہ کیا جو عنقریب زیورِ طبع سے آراستہ ہونے والا ہے۔

آپ کے چند مشہور تلامذہ یہ ہیں:

۱۔ مولانا دائم الدین قادری، خطیب جامع گنبد و مہتمم مدرسہ قادریہ تعلیم القرآن، سبّی

۲۔ مولانا نبی بخش نقشبندی جامع مسجد حنفیہ، سبّی

۳۔ مولانا عبدالرحیم، خطیب جامع مسجد لوکو شیڈ، سبّی

۴۔ مولانا حبیب احمد، صدر مدرس و خطیب جامع مسجد نورانی، کوئٹہ [1]

---

[1] مکتوب حضرت مولانا فتح محمد مدظلہ بنام مرتب، مورخہ ۲۲ مئی ۱۹۷۸ء

فاضلِ نبیل مولانا ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی، بہاول پور

صاحبِ تصانیف کثیرہ حضرت مولانا ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی بن مولانا نور احمد قدس سرہٗ ۱۳۵۱ھ / ۱۹۳۲ء میں حامد آباد ضلع رحیم یار خان (بہاول پور ڈویژن) کے مقام پر پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق لاڑ خاندان سے ہے جسے (بقول آپ کے) بعض کے نزدیک حضرت عباس رضی اللہ عنہ، کی اولاد سمجھا جاتا ہے۔

آپ نے ابتدائی تربیت اپنے والد مکرم سے پائی اور پھر حفظِ قرآن پاک کے سلسلے میں حضرت حافظ سراج احمد، حافظ جان محمد اور حافظ غلام یٰسین قدست اسرارہم سے شرفِ تلمذ حاصل کیا۔ فارسی حکیم مولانا اللہ بخش سے پڑھی اور علوم عربیہ کی کتب متداولہ حضرت مولانا الحاج خورشید احمد، مولانا عبد الکریم اور سراج الفقہاء مولانا سراج احمد رحمہ اللہ سے پڑھنے کے بعد جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد میں حضرت مولانا محمد سردار احمد رحمہ اللہ سے درسِ حدیث لیا۔ ۱۳۷۲ھ / ۱۹۵۲ء میں سندِ فراغت حاصل کی۔

حصولِ علم سے فراغت کے بعد آپ نے اپنے آبائی گاؤں حامد آباد میں ایک دینی ادارہ قائم فرمایا، جہاں تقریباً پندرہ سال تک علم کی شمع روشن کرنے کے بعد ۱۳۸۷ھ / ۱۹۶۷ء میں بہاول پور منتقل ہو گئے۔

بہاول پور میں جامعہ اویسیہ رضویہ کے نام سے ایک ادارہ قائم فرمایا جہاں تا حال اشاعتِ دین کا مقدس پروگرام جاری ہے۔ علاوہ ازیں آپ ہر سال رمضان المبارک میں اطراف و اکناف سے آنے والے طلباء کو قرآنِ پاک کی تفسیر بھی پڑھاتے ہیں۔

آپ جہاں ایک فاضل مدرس ہیں، وہاں تحریر میں بھی یدِ طولیٰ رکھتے ہیں؛ چنانچہ

سات سو کتب و رسائل کی تصنیف و ترتیب کا سہرا آپ کے سر ہے جن میں سے چند کتب کے نام درج ذیل ہیں،

۱۔ تفسیر فیوض الرحمٰن

۲۔ النعم الحامی شرح لشرح جامی

۳۔ صدائے نوی شرح مثنوی معنوی

۴۔ شرح لشرح مائۃ عامل

۵۔ شرح الیساغوجی

اس کے علاوہ آپ ہفتہ وار "الہام" بہاول پور کے مشیر ادارہ بھی ہیں۔

آپ کی بیعت حضرت الحاج خواجہ محمد الدین رحمۃ اللہ سجادہ نشین دربار عالیہ حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ سے ہے۔ اور سلسلہ قادریہ میں حضرت مفتیٔ اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا خاں دامت برکاتہم شہزادۂ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ کی طرف سے سندِ مجاز بھی حاصل ہے۔

تصنیف و تالیف اور تدریس کے علاوہ آپ ملکی سیاست سے بھی گہرا شغف رکھتے ہیں؛ چنانچہ آپ مملکتِ خداداد پاکستان میں نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ و مقام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کی خاطر قائدِ اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کی قیادت میں مصروفِ عمل جمعیت سے منسلک ہیں۔

آپ کے کثیر التعداد تلامذہ میں سے چند ایک کے اسماء درج کیے جاتے ہیں:

۱۔ مولانا حافظ عبد المجید لیاقت پور، ۲۔ مولانا مختار احمد، خان پور

۳۔ مولانا غلام محمد، کوئٹہ ۴۔ مولانا عزیز اللہ، لاڑکانہ

۵۔ مولانا حافظ عبد الستار

آپ کے چار صاحبزادے بنام حافظ محمد صالح، حافظ محمد عطاء الرسول، حافظ محمد فیاض اور حافظ محمد ریاض ہیں، جبکہ ایک صاحبزادی کنیز فاطمہ نامی ہیں۔[۱]

۱؎ مکتوب حضرت مولانا ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی

پیرِ طریقت حضرت خواجہ قمر الدّین سیالوی، سیال شریف

پیرِ طریقت حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی مدظلہ، بن خواجہ محمد ضیاء الدین بن خواجہ محمد الدین بن شمس العارفین خواجہ شمس الدین رحمہم اللہ تعالیٰ) ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۴ھ ۷ر جولائی ۱۹۰۶ء میں سیال شریف (ضلع سرگودھا) کے مقام پر پیدا ہوئے۔ اسی سال مسلم لیگ کی عملاً تشکیل ہوئی۔ آپ کا تعلق ایک بہت بڑے علمی و روحانی گھرانے سے ہے۔ آپ کے اکابر رشد و ہدایت کے مراکز اور اہلِ باطل کے لیے ننگی تلوار تھے۔[1]

حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ردِ مرزائیت میں شاندار خدمات سر انجام دیں اور ایک معرکۃ الآرا کتاب معیار المسیح مطبوعہ ۱۳۲۹ھ لکھی جو اپنی مثال آپ ہے۔[2]

آپ نے قرآن مجید سیال شریف کے جنوب میں تین میل کے فاصلے پر واقع بستی پوہلا کے حافظ کریم بخش سے حفظ کیا۔ اس وقت آپ کی عمر نو سال تھی۔ فارسی اور عربی فنون کی کتابیں مدرسہ ضیاء شمس الاسلام (سیال شریف) میں پڑھیں، جہاں آپ نے مندرجہ ذیل اساتذہ سے استفادہ کیا۔

۱۔ مولانا محمد حسین، سکنہ ماڑی سنچیر سنگھ (جھنگ)

۲۔ مولانا حافظ جان محمد، قصبہ نظام آباد (سرگودھا)

۳۔ مولانا حفیظ اللہ، قصبہ محمد پورہ (مظفر گڑھ)

---

[1] غلام مہر علی مولانا : الیواقیت المہریہ

[2] ماہنامہ ضیائے حرم، تحریکِ ختمِ نبوت نمبر ۴، ۱۹۷۴ء/ ذی قعدہ ۱۳۹۴ھ ص ۴۶

۴۔ مولانا محمد مٹھا، ڈیرہ غازی خان

۵۔ مولانا قمر الدین، بستی چھڈرا (میانوالی)

۶۔ مولانا غلام مرتضیٰ قریشی، (میانوالی)

۷۔ علامہ سلطان محمود، بھٹی (میانوالی)

۸۔ حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین (آپ کے والد ماجد علیہ الرحمہ) سیال شریف

یہ تمام علماء کرام دار العلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف میں مسندِ تدریس پر فائز رہے۔ ان کے علاوہ مولانا غلام محی الدین ننگر پل (سرگودھا) (جو مدرسہ مذکورہ میں نائب مدرس تھے) سے بھی کچھ کتب پڑھیں۔

بعض کتب مولانا محمد دین بدھو (کیمبل پور) سے دوبارہ پڑھیں۔ علم معانی و بیان کی بعض کتابیں نیز ترمذی شریف مولانا سلطان اعظم سے ۱۹۲۷ء میں پڑھیں۔

آپ بحر العلوم العقلیہ والنقلیہ حضرت علامہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ سے اکتسابِ فیض کے لیے مدرسہ صوفیہ اجمیر شریف تشریف لے گئے۔ علامہ اجمیری رحمۃ اللہ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ ابھی ایک ماہ گزرا تھا کہ حضرت خواجہ ضیاء الدین رحمۃ اللہ نے علامہ اجمیری کو سیال شریف بلا لیا؛ چنانچہ حضرت خواجہ سیالوی بھی علامہ اجمیری کے ساتھ واپس گھر لوٹ آئے اور فنونِ عالیہ معقولات، ریاضی وغیرہ کے علاوہ صحاح ستہ علامہ اجمیری سے مدرسہ ضیاء شمس الاسلام میں پڑھ کر ۱۳۵۱ھ میں سندِ فراغت و دستارِ فضیلت حاصل کی۔[1]

آپ نے علمائے حق کے ساتھ مل کر آزادیٔ وطن کے لیے تن من دھن کی بازی لگا دی۔ ۱۹۴۶ء میں بنارس کی آل انڈیا کانفرنس میں شرکت کے بعد حصولِ آزادی کی منزل کو قریب تر لانے میں مصروف ہو گئے۔

---

[1] غلام مہر علی مولانا، الیواقیت المہریہ ص ۱۲

انگریز نے آپ کو طرح طرح کے لالچ دے کر کلمۂ حق سے باز رکھنے کی کوشش کی، مگر خواجہ صاحب ان کے دامِ تزویر میں نہ آسکے۔

یہ حربہ ناکام ہوا، تو آپ کو گرفتار کر کے گوبر اور گندے پانی سے بھری ہوئی کوٹھڑی میں بند کر دیا جس میں نہ بیٹھا جاسکتا تھا اور نہ ہی نماز پڑھی جاسکتی تھی۔ پھر آپکی ساڑھے گیارہ مربع اراضی ضبط کرلی گئی، لیکن بایں ہمہ آپ تحریکِ پاکستان سے دستبردار نہ ہوئے۔

۱۹۴۶ء کے الیکشن میں مسلم لیگ کی حمایت کی، جبکہ دوسری جانب سر گودھا کے ٹوانے یونی نسٹ پارٹی کے ٹکٹ پر انتخاب لڑ رہے تھے اور آپ کے ان کے ساتھ ذاتی مراسم تھے۔ پاکستان بننے کے بعد آپ نے قائدِ اعظم کو لکھا کہ پاکستان میں فی الفور اسلامی قوانین نافذ ہونے چاہئیں۔ اس پر قائدِ اعظم نے جواب میں تحریر فرمایا:

"پاکستان کی تحریک میں مشائخِ عظام کی خدمات بڑی عظیم اور قابلِ قدر ہیں۔ آپ اطمینان رکھیں۔ پاکستان میں یقینی طور پر اسلامی قانون ہی نافذ ہوگا۔"[۱]

۱۹۵۲ء میں تمام مکاتبِ فکر کے علمائے کا ایک کنونشن برکت علی اسلامیہ ہال میں ہوا، جس میں آپ کو خصوصی طور پر مدعو کیا گیا۔ آپ نے اس کنونشن میں فرمایا کہ قادیانیوں کا مسئلہ باتوں سے حل نہیں ہوگا۔ آپ مجھے حکم دیں، میں قادیانیوں سے نپٹ لوں گا اور چند دنوں میں ربوہ کو صفحۂ ہستی سے نابود کر دوں گا۔[۲]

۱۳۵۶ھ میں آپ نے فریضۂ حج ادا فرمایا اور روضۂ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ کو دورانِ حج قاضی اندلس شیخ ابوبکر بنانی سے اور شیخ الشیوخ عمر و حمدان کلی شیخ الحدیث مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کی طرف سے سندات عطا کی گئیں۔

---

[۱] ماہنامہ ضیائے حرم لاہور تحریکِ نظامِ مصطفےٰ نمبر، دسمبر ۱۹۷۷ء، ص ۵۹

[۲] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۸۷

جون ۱۹۷۰ء میں ٹوبہ ٹیک سنگھ (دارالسلام) ضلع فیصل آباد میں آل پاکستان سنی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں آپ کو جمعیت علمائے پاکستان کا صدر چنا گیا۔ آپ نے باوجود پیرانہ سالی کے شب و روز ملک کے مختلف اطراف میں طوفانی دورے کیے اور آپ کی قیادت میں جمعیت نے ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں بے سروسامانی کے عالم میں مرکزی اسمبلی میں سات اور پنجاب و سندھ میں بالترتیب چار اور نشستیں حاصل کیں۔

۱۹۷۲ء میں آپ بعض ناگزیر وجوہات کی بناء پر جمعیت سے مستعفی ہو گئے اور آپ کی جگہ مبلغِ اسلام حق گو مجاہد حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی جمعیت کے مرکزی صدر اور مجاہدِ ملت علامہ عبدالستار خان نیازی جنرل سیکرٹری منتخب ہو گئے۔ [۱]

درحقیقت علامہ نورانی کا انتخاب بالکل مناسب وقت پر ہوا جس کا مشاہدہ ۱۹۷۷ء کے انتخابات اور اس کے بعد کی ملک گیر تحریکِ نظامِ مصطفےٰ میں ہوا۔ جولائی ۱۹۷۷ء کے بعد اسلامی مشاورتی کونسل کی تشکیل پر آپ کو کونسل کا رکن نامزد کیا گیا۔

---

[۱] محمد صادق قصوری، اکابر تحریکِ پاکستان، ص ۲۰۳

(نوٹ) اکابر تحریکِ پاکستان اور ضیائے حرم کے حوالے کے سوا باقی تمام مضامین الیواقیت المہریہ سے ماخوذ ہے۔ (مرتب)

فاضل جلیل علامہ پیر محمد کرم شاہ ازہری بھیرہ (سرگودھا)

پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ مولانا پیر محمد کرم شاہ الازہری بن سلطان العارفین پیر محمد شاہ غازی ابن حضرت امیر السالکین پیر امیر شاہ (قدس سرہما)، ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ / یکم جولائی ۱۹۱۸ء بروز سوموار بھیرہ (ضلع سرگودھا) میں تولّد ہوئے۔

آپ کا سلسلہ نسب شیخ الاسلام بہاء الحق والدین ابو محمد زکریا سہروردی ملتانی قدس سرہٗ سے ہوتا ہوا اصحاب صفّہ میں سے صحابیٔ رسول حضرت ہبّار رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ تقریباً تین سو سال قبل حضرت شیخ الاسلام کے خاندان کے ممتاز فرد حضرت دیوان پیر فتح شاہ رحمہ اللہ بھیرہ میں تشریف لائے اور رشد و ہدایت اور تبلیغ اسلام کا وہ چراغ روشن کیا جو آپ کی اولاد امجاد کی بدولت ہمیشہ درخشندہ و تابندہ رہا۔ حتیٰ کہ یہ مرکزیت اور دینی قیادت حضرت پیر محمد شاہ رحمہ اللہ اور پھر حضرت کے عظیم فرزند حضرت مولانا پیر کرم شاہ کے حصے میں آئی۔ آپ کے والد حضرت پیر محمد شاہ رحمۃ اللہ نے تحریکِ پاکستان میں بڑی گرم جوشی سے حصہ لینے کے علاوہ آزادیٔ کشمیر کی جنگ میں نمایاں کردار ادا کیا جس کی بناء پر کرنل کیانی (آزاد کشمیر فورسز) نے آپ کو اعترافِ خدمت کے طور پر سرٹیفکیٹ دیا۔ [۱]

آپ نے ابتدائی علوم مولانا محمد قاسم بالاکوٹی سے پڑھے۔ کتب متوسطہ علامہ مولانا محمد دین بدھوی (کیمبل پور) سے اور انتہائی کتب فنون علامہ غلام محمود (ساکن پپلاں) سے پڑھیں۔ یہ تمام اساتذہ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ میں مسندِ تدریس پر فائز تھے۔

---

[۱] مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری، تذکرہ اکابر اہل سنت، ص ۲۴۶، ۲۴۸

دورۂ حدیث کے لیے حضرت صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ۱۹۴۲ء میں سندِ فراغت اور دستارِ فضیلت سے مشرف ہوئے۔ ۱۹۴۵ء میں پنجاب یونیورسٹی سے بی اے کا امتحان پاس کیا۔

۱۹۵۱ء میں آپ جامعہ ازہر قاہرہ (مصر) تشریف لے گئے، وہاں تین سال کے قیام کے بعد ۱۹۵۴ء میں جامعہ کی اعلیٰ سندات "الشہادۃ العالمیۃ" و "تخصص القضاء" حاصل کیں اور امتحان میں جامعہ کے تمام طلباء میں دوسری پوزیشن حاصل کی۔

جامعہ ازہر سے فراغت کے بعد آپ وطن واپس لوٹے اور دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ میں تدریس شروع فرمائی جو آج تک جاری ہے۔

اس کے علاوہ ماہنامہ ضیائے حرم کا اجراء فرمایا جو اپنے علمی و تحقیقی مضامین، عمدہ طباعت و کتابت، سرورق کی دلکشی اور بالخصوص حضرت پیر صاحب کے اداریے سرِ دلبراں کی وجہ سے ہر خاص و عام کا مقبول رسالہ ہے۔ ضیائے حرم کا ختم نبوت نمبر، فاروق اعظم نمبر، عید میلاد النبی نمبر اور صدیق اکبر نمبر نہایت قیمتی دستاویزات ہیں۔

قابل مدرس اور عظیم ادیب ہونے کے ساتھ ساتھ آپ صائب الرائے سیاست دان بھی ہیں۔ ۱۹۷۷ء کی تحریک نفاذ نظامِ مصطفیٰ میں جبکہ بڑے بڑے اہلِ علم و تقویٰ صحیح قوتِ فیصلہ سے محروم رہے۔ آپ نے نہایت پیچیدہ اور سنگین حالات میں تحریک کی قیادت با حسن وجوہ فرمائی۔ آپ نے خود کو گرفتاری کے لیے پیش فرما کر پیرانِ طریقت کے لیے ایک قابلِ تقلید مثال قائم فرما دی۔ جیل سے رہا ہونے کے بعد ملک کے مختلف شہروں میں اجتماعات کیے اور عوام کو نظامِ مصطفیٰ کی خوبیوں سے آگاہ کیا۔ [1]

آپ بچپن میں حضرت خواجہ ضیاء الدین سیالوی اور تحصیلِ علوم سے فراغت کے بعد حضرت خواجہ محمد قمر الدین مدظلہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور خلافت و اجازت و عمامہ شریف سے مشرف ہوئے۔

---

[1] ملکی اخبارات میں یہ کارروائی چھپ چکی ہے (مرتب)

اُستاذالعلماء مولانا ابوالحسنات محمد اشرف سیالوی، لاہور

استاذالعلماء حضرت علامہ مولانا ابوالحسنات محمد اشرف سیالوی بن جناب فتح محمد ۱۳۵۹ھ/ ۱۹۴۰ء میں ضلع جھنگ کے ایک گاؤں غوثیوالہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد نہایت نیک سیرت بزرگ ہیں۔

تعلیم و تربیت

آپ نے مڈل تک قصبہ پڑانہ میں تعلیم حاصل کی اور پھر علوم دینیہ کے حصول کی خاطر جامعہ محمدی شریف (جھنگ) میں داخل ہو گئے، یہاں آپ نے مولانا حافظ محمد شفیق صاحب سے ابتدائی کتب پڑھیں۔ ایک سال بعد سیال شریف چلے گئے۔ یہاں مولانا صوفی حامد علی (م ۱۹ رجب ۱۳۹۶ھ) اور مولانا محمد عبداللہ جھنگوی (م ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۹۳ھ/ ۱۹ جنوری ۱۹۷۴ء) رحمہما اللہ سے کافیہ اور شرح تہذیب وغیرہ کتب پڑھیں۔ سیال شریف میں آپ ڈیڑھ سال تک علم حاصل کرتے رہے اور اسی دوران آپ نے تین ماہ پپلاں (میانوالی) میں مولانا سید احمد اور مولانا محمد حسین شوق سے استفادہ کیا۔ چھ ماہ مرولہ شریف (سرگودھا) میں حضرت مولانا سدیدالدین صاحب (سجادہ نشین) سے قطبی تصدیقات سے آخر تک اور شرح جامی مرفوعات سے حال کی بحث تک پڑھی۔ چھ ماہ چھپڑ شریف (سرگودھا) میں رہے، جہاں مولانا سلطان اعظم رحمۃ اللہ (م صفر ۱۳۸۷ھ) سے شرح جامی پڑھی۔ ربیع الاوّل شریف ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۷ء میں استاذالعلماء حضرت مولانا الحاج عطا محمد چشتی کی خدمت میں حاضر ہو کر چھ ماہ

گولڑہ شریف، دو سال سیال شریف اور ایک سال دارالعلوم مظہریہ امدادیہ بندیال (سرگودھا) میں رہ کر تمام کتبِ درسیہ کی تکمیل کی۔

دورۂ قرآن و حدیث

رمضان المبارک ۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۱ء میں حضرت شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی قدس سرہٗ العزیز (م ۹ر اکتوبر ۱۹۷۰ء / ۱۳۹۰ھ) کی خدمت میں حاضر ہو کر دورۂ قرآن میں شریک ہوئے اور اسی سال شوال میں جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام فیصل آباد میں حضرت محدثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد قدس سرہٗ العزیز (م یکم شعبان ۱۳۸۲ / ۲۹ر دسمبر ۱۹۶۲ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درسِ حدیث لینے کے بعد سندِ فراغت حاصل کی۔

تدریس

فراغت کے بعد (شوال ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۲ء) میں دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف سے تدریس کا آغاز فرمایا۔ دو سال بعد جامعہ نعیمیہ لاہور تشریف لے گئے، یہاں بھی دو سال رہے اور پھر پانچ سال سلانوالی اور ایک سال رکن الاسلام جامعہ مجددیہ حیدرآباد میں پڑھاتے رہے۔

۱۹۷۱ء میں آپ سیال شریف میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے۔

اور اب شوال المکرم ۱۳۹۷ھ / ستمبر ۱۹۷۷ء کو جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے تشریف لا چکے ہیں۔

آپ کا اکثر وقت تدریس میں گزرتا ہے جس کی بناء پر تصنیف و تالیف کے لیے زیادہ فرصت نہیں ہوتی ، تاہم آپ نے دو مبسوط کتابیں اور ایک رسالہ "ندائے یا رسول اللہ" کے جواز میں قلمبند فرمایا ہے :

۱۔ جلاء الصدور ، مسئلہ سماع موتیٰ

۲۔ کوثر الخیرات ، سورۃ کوثر کی جامع تفسیر

۳۔ ندائے یا رسول اللہ

بیعت

آپ کا روحانی تعلق دربارِ عالیہ سیال شریف سے ہے ، چنانچہ آپ کو شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی دامت برکاتہم العالیہ (سجادہ نشین دربارِ عالیہ سیال شریف) سے بیعت کا شرف حاصل ہے [۱]

اولاد

آپ کے تین صاحبزادے (غلام نصیر الدین ، بشیر الدین اور غلام فرید الدین) اور ایک صاحبزادی ہے۔

---

[۱] مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری ، تعارف مصنف کوثر الخیرات صہ مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور

فاضلِ شہیر علامہ مفتی محمد امین مدظلہ، فیصل آباد

ماہرِ افتاء و تدریس حضرت علامہ مفتی ابو سعید محمد امین بن حضرت مولانا غلام محمد رحمہ اللہ بمقام نوازش آباد ضلع لاہور ۱۳۴۶ھ / ۱۹۲۷ء میں پیدا ہوئے۔ آپ بھٹی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ کے والد عالم دین اور طبیب حاذق تھے۔

تحصیلِ علم

آپ نے علوم اسلامیہ کی کتب (درسِ نظامی) حضرت مولانا غلام رسول شیخ الحدیث جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام فیصل آباد اور الحاج مولانا محمد حنیف سے جامعہ میاں صاحب شرقپور شریف میں پڑھنے کے بعد جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام فیصل آباد میں حضرت محدثِ اعظم مولانا محمد سردار احمد رحمہ اللہ سے درسِ حدیث لیا اور ۱۳۶۹ھ / ۱۹۵۰ء میں سند حاصل کی۔

دینی خدمات

آپ فراغت کے بعد جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام فیصل آباد میں مدرس مقرر ہوئے، جہاں آپ تدریس کے علاوہ حضرت مولانا سردار احمد قدس سرہ کی نگرانی میں ملک کے اطراف و جوانب سے آنے والے سوالات کے بارے میں فتویٰ بھی جاری فرمایا کرتے تھے۔ اب اپنے قائم کردہ دار العلوم مدرسہ امینیہ رضویہ محمد پورہ (فیصل آباد) میں تدریس و افتا کی مسند پر فائز ہیں۔ علاوہ ازیں سنی رضوی جامع مسجد گول باغ فیصل آباد میں فرائضِ امامت بھی سرانجام دیتے رہے اور آج کل جامع مسجد گلزارِ مدینہ (محمد پورہ) میں خطبہ جمعہ

ارشاد فرماتے ہیں۔

تحریکِ ختمِ نبوت ۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء میں مسلمانانِ پاکستان نے منکرینِ ختمِ نبوت کا بائیکاٹ کیا، تو بعض مفاد پرست عناصر کی طرف سے اس بائیکاٹ کو غیرِ شرعی قرار دیا گیا، جس پر حضرت مفتی صاحب نے "بائیکاٹ کی شرعی حیثیت" کے نام سے ایک کتابچہ شائع فرماکر واضح کیا کہ ان مرتدین کا بائیکاٹ شرعاً جائز ہے۔

تصانیف

آپ نے تدریس، افتاء اور خطابت کے ساتھ ساتھ چند مفید کتب بھی تصنیف فرمائیں، جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ البراہین القاطعہ لرد الشمس البازغۃ

۲۔ دعوتِ غور و فکر

۳۔ بائیکاٹ کا شرعی ثبوت

۴۔ داڑھی کی اہمیت (پوسٹر)

۵۔ دینی مدارس اور ہم

۶۔ الیواقیت والجواہر (اقوال الاکابر فی مسئلۃ الحاضر والناظر)

بیعت

آپ سلسلۂ قادریہ نقشبندیہ میں حضرت خواجہ مقبول رسول علیہ الرحمۃ سجادہ نشین للہ شریف ضلع جہلم کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور ان کے وصال پر حضرت سجادہ نشین صاحب چھپیاں شریف ضلع میرپور (آزاد کشمیر) سے اکتسابِ فیض کیا۔

حج بیت اللہ شریف

حضرت مفتی صاحب مدظلہ، کو اللہ تعالیٰ نے تین مرتبہ حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضۂ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی سعادت بخشی۔ پہلی مرتبہ آپ ۱۹۵۵ء میں اور پھر ۱۹۷۲ء و ۱۹۷۴ء میں حج و زیارت سے بہرہ ور ہوئے۔

چند مشہور تلامذہ

۱۔ مولانا الحاج محمد ابراہیم خوشتر، مبلغ افریقہ
۲۔ مولانا سید الحاج مراتب علی شاہ، سیالکوٹ
۳۔ مولانا محمد سعید احمد نقشبندی، خطیب دربار حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ
۴۔ مولانا سید حبیب الرحمٰن شاہ، آزاد کشمیر
۵۔ مولانا حافظ معراج الاسلام (بی۔ اے) صدر مدرس دار العلوم غوثیہ بھیرہ
۶۔ مولانا سید زاہد علی شاہ (رحمۃ اللہ) مہتمم جامعہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد
۷۔ مولانا محمد حیات، خطیب آزاد کشمیر

اولاد

آپ کے چار صاحبزادے مولانا محمد سعید احمد، مولانا محمد کریم، حافظ حبیب احمد، اور صاحبزادہ محمد مسعود ہیں۔[1]

---

[1] تمام کوائف حضرت مفتی صاحب نے ایک مکتوب (شوال ۱۳۹۶ھ) بنام مرتب میں تحریر فرمائے

استاذ العلماء مولانا ابو الضیاء محمد باقر ضیا النوری، بصیر پور

ماہر تدریس و تحریر ابو الضیاء مولانا محمد باقر نوری ولد مولانا محمد سلطان ۱۰ ذوالحجہ ۱۳۴۳ھ / ۲ جولائی ۱۹۲۵ء بروز جمعۃ المبارک بوقت عصر بستی منگا مہڈال تحصیل دیپالپور ضلع ساہیوال میں پیدا ہوئے۔ خاندان کے اکثر افراد علوم اسلامیہ سے بہرہ ور رہے۔ آپ کے نانا مولانا احمد دین، ماموں مولانا ابو النور محمد صدیق رحمہما اللہ اپنے علاقے میں علم و حکمت کے سرچشمہ تھے۔

تعلیم و تربیت

حضرت مولانا محمد باقر نوری نے ابتدائی کتب اپنے والد مولانا محمد سلیمان سے پڑھیں۔ فارسی کی بعض کتب اپنے نانا اور کچھ اپنے ماموں سے پڑھیں۔ فلسفہ و منطق کی آخری کتب کا درس دار العلوم حنفیہ فریدیہ، فرید پور جاگیر ضلع ساہیوال میں مولانا چراغ دین سے لیا۔ باقی تمام فنون، فقہ، تفسیر، اصولِ تفسیر وغیرہ اپنے ماموں زاد بھائی فقیہ اعظم حضرت مولانا مفتی ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی سے فرید پور ہی میں پڑھے اور دورۂ حدیث بھی یہیں شروع کیا۔

اسی اثناء میں جب دار العلوم حنفیہ فریدیہ فرید پور سے بصیر پور منتقل ہو گیا، تو آپ نے درسِ حدیث کی تکمیل پر ۱۹۴۵ء میں دستارِ فضیلت اور سندِ فراغت دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور سے حاصل کی۔

علمِ طب اپنے والد ماجد اور حکیم چراغ دین (گنڈا ہیر سنگھ) سے حاصل کر کے

امتحان کے بعد یونانی طبی بورڈ سے سندِ طب حاصل کی۔ اُردو، پنجابی، فارسی اور عربی میں شعر کہہ لیتے ہیں۔ شاعری میں آپ کا تخلص ضیاء ہے۔

دینی و ملّی خدمات

فراغت ئے لے کر اب تک دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور میں صدر مدرس کی حیثیت سے علومِ اسلامیہ عربیہ کا فیضان جاری کیے ہوئے ہیں۔ بے شمار علمأ علمی استفادہ کے بعد ملک کے اطراف و اکناف میں تبلیغ و اشاعت دین کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

تدریس کے علاوہ تقریباً بارہ سال سے جامع مسجد شاہ مقیم رحمہ اللہ (حجرہ شاہ مقیم) میں خطبۂ جمعہ دیتے ہیں۔ اس سے قبل چودہ سال غلّہ منڈی بصیر پور میں خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

مولانا محمد باقر ضیاء نوری نے تحریکِ ختمِ نبوّت میں بھرپور حصّہ لیا۔ جمعہ کے خطبات کے علاوہ دیگر مواقع پر بھی حقیقتِ ختمِ نبوّت اور تحریک کے مقاصد و افادیت سے عوام کو روشناس کراتے رہے۔

۱۹۵۳ء کی تحریکِ ختمِ نبوّت پر بصیر پور سے گرفتار بھی ہوئے اور کئی ماہ تک ساہیوال جیل میں بند رہے، کئی سال تک انجمن حزب الرحمٰن کے صدرِ اعلیٰ رہے۔

تحریرات

خطابت و تدریس کی مصروفیات کے باوجود آپ نے مندرجہ ذیل کتب بھی تصنیف فرمائیں:

۱۔ مصرف ضیائی

۲۔ تنویر المقال شرح رسالہ فی الزوال

۳۔ القول علی القول (نماز میں لاؤڈ سپیکر کے جواز میں)

۴۔ میلاد شریف

۵۔ عورت کی امارت اور مودودی کا چیلنج

۶۔ العلم (علم و علماء کے فضائل کے بارے میں)

۷۔ سوشلزم کیا ہے؟

۸۔ پاک جنگ (۱۹۶۵ء) میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کارنامے

۹۔ قدرت کا کرشمہ (مختلف اشیاء پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمِ مبارک کا ظہور)

۱۰۔ فضائل مدینہ شریف

۱۱۔ وجودِ باری

۱۲۔ فتاویٰ ضیائی (غیر مطبوعہ)

بیعت و حج

۱۹۴۵ء میں فراغت کے موقعہ پر آپنے حضرت مولانا مفتی محمد نور اللہ نعیمی سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء میں حج بیت اللہ شریف اور زیارت گنبدِ خضریٰ کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔

چند مشہور تلامذہ

مولانا محمد باقر نوری عرصہ تینتیس (۳۳) سال سے فنونِ اسلامیہ کی تدریس میں مصروف ہیں۔ اس دوران دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور سے فارغ ہونے والے جملہ علماء کرام آپ کے شاگرد ہیں، تاہم چند مشہور تلامذہ یہ ہیں:

۱۔ مولانا محمد شریف نوری رحمہ اللہ

۲۔ ابوالنصر مولانا سید منظور شاہ، ساہیوال

۳۔ مولانا محمد منشا تابش قصوری، مریدکے

۴۔ مولانا احمد علی قصوری، لاہور

۵۔ مولانا شاہ محمد چشتی قصوری، قصور

۶۔ مولانا ابوالفتح شبیر احمد ہاشمی، بورے والا

۷۔ مولانا ابوالفیض علی محمد نوری، وہاڑی

۸۔ مولانا غلام حسین صاحب نوری، ساہیوال

۹۔ مولانا صاحبزادہ ابوالفضل محمد نصراللہ نوری، بصیرپور

۱۰۔ مولانا ابوالانعام محمد رمضان نوری، حویلی لکھا

۱۱۔ مولانا منظور احمد شاعر نوری، قصور

۱۲۔ مولانا صاحبزادہ محمد محب اللہ، بصیرپور

اولاد

آپ کے چار صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں ہیں۔ صاحبزادہ ابوالافضل مولانا محمد اجمل نوری دارالعلوم حنفیہ فریدیہ میں مدرس ہیں۔ مولانا محمد احسن بھی علوم اسلامیہ کے فارغ التحصیل ہیں، جبکہ صاحبزادہ محمد اعظم اور صاحبزادہ محمد اکرم درسِ نظامی کے متعلم ہیں۔[1]

---

[1] جملہ کوائف مورخہ ۱۳ اپریل ۱۹۷۸ء کو حضرت مولانا محمد باقر نوری کی جامعہ نظامیہ رضویہ میں آمد پر بالمشافہ حاصل کیے گئے۔ (مرتب)

فاضلِ اجل علامہ مولانا محمد حسین شوق، پپلاں

استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا محمد حسین شوق بن علامہ غلام محمود (متوفی ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۰۶ھ/ یکم اگست ۱۹۴۸ء) ابن نورنگ بن محمد باقر ۱۳۳۰ھ/ ۱۹۱۲ء میں پپلاں (ضلع میانوالی) سے پانچ میل مغرب کی جانب واقع بستی وانڈہ خان محمد علی کے مقام پر پیدا ہوئے۔ آپ کے والد حضرت علامہ مولانا غلام محمود معقولات و منقولات کے امام، ادب عربی کے بلند پایہ ادیب اور فقہ حنفی کے متبحر فاضل تھے۔[1]

تحصیلِ علم

حضرت مولانا محمد حسین شوق نے اکثر علوم ابتدا سے انتہا تک اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ سے پڑھے۔ بعض علوم کی تعلیم چھپڑ (ضلع سرگودھا) کے مولانا سلطانِ اعظم سے حاصل کی۔ بعض کتب مولانا ولی اللہ گجراتی اور بعض مولانا غلام رسول انہوی سے پڑھیں، علاوہ ازیں حضرت مولانا مہر محمد (جامعہ فتحیہ اچھرہ لاہور) سے بھی اکتسابِ فیض کیا۔

دورۂ حدیث مدرسہ امینیہ (دہلی) میں کیا اور دیوان ابن فارض شیخ الشیوخ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمہ اللہ سے پڑھ کر شرفِ تلمذ حاصل کیا، اس طرح علوم و فنون کی مکمل تحصیل کے بعد ۱۹۳۵ء میں آپ نے سندِ فراغت حاصل کی۔ مولوی کفایت اللہ (وہابی، دیوبندی) سے بھی آپ کو سند حاصل ہے۔

---

[1] عبد الحکیم شرف قادری، مولانا: تذکرہ اکابرِ اہلِ سنت ص ۴۱۴، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور

تدریس

حضرت علامہ علوم و فنون کے بہت بڑے فاضل ہیں، خصوصاً معقولات اور ریاضیات میں آپ بے مثال مہارت رکھتے ہیں۔ فقہ اسلامی میں آپ کو ید طولیٰ حاصل ہے۔ چنانچہ آپ فراغت سے لے کر اب تک ان علوم کی تدریس میں منہمک ہیں۔ آپ نے کچھ عرصہ بھیرہ میں مولانا ظہور احمد بگوی کے مدرسہ میں تدریس فرمائی اور باقی وقت اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ کے قائم کردہ دارالعلوم مدرسہ محمدیہ میں تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے جو آج تک جاری ہیں۔

بیعت

ابھی آپ نے اپنی عمر کے دس مراحل طے کیے تھے کہ مرشدِ کامل حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔

تلامذہ

چونکہ آپ فراغت سے لے کر اب تک علوم اسلامیہ کا فیضان جاری کیے ہوئے ہیں اس لیے کثیر تعداد میں علماء آپ سے اکتسابِ فیض کر چکے ہیں تاہم چند مشہور تلامذہ کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱۔ مولانا محمد نواز، قصبہ جال نزد پپلاں (میانوالی)

۲۔ مولانا محمد شریف رضوی، شیخ الحدیث مظہر العلوم ملتان

۳۔ مولانا محمد اکبر، خطیب پیر محل، فیصل آباد

۴۔ مولانا محمد سلطان احمد، خطیب اعظم تلور کوٹ

۵۔ مولانا غلام سرور، خطیب اعظم روڈی (میانوالی)

لہ مولانا غلام مہر علی : الیواقیت المہریہ ص ۲۱

فاضلِ جلیل علامہ مفتی محمد حسین نعیمی، لاہور

حضرت علامہ مفتی محمد حسین نعیمی بن ملا تفضل حسین ۱۳۴۲ھ/ ۱۹۲۳ء میں سنبھل ضلع مراد آباد (ہندوستان) کے مقام پر پیدا ہوئے۔ آپ کے والد سنبھل کے ممتاز تاجر تھے، لیکن اس کے باوجود دین اور شعائرِ اسلام سے قلبی محبت رکھتے تھے۔ وہ اپنے صاحبزادے کو عالمِ دین اور مبلغِ اسلام دیکھنے کے خواہاں تھے۔

علومِ اسلامیہ کی تحصیل

حضرت مفتی صاحب ۱۹۳۳ء میں جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں داخل ہوئے۔ دو سال میں کتبِ فارسی اور سات سال میں درسِ نظامی کی کتابوں پر عبور حاصل کیا۔ جامعہ نعیمیہ میں ان دنوں آپ کے بہنوئی مولانا محمد یونس (جو حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ کے وصال کے بعد جامعہ کے مہتمم بنے) مسندِ تدریس پر فائز تھے۔ صدر الافاضل رحمۃ اللہ نے چند ذہین طلبا کی ایک جماعت بنائی، جن پر خصوصی توجہ دی جاتی تھی، ان میں حضرت مفتی صاحب بھی شامل تھے[۱]

۱۹۴۲ء میں آپ نے جامعہ نعیمیہ ہی سے سندِ فراغت اور دستارِ فضیلت حاصل کی۔

---

[۱] اس جماعت میں حضرت مفتی صاحب کے علاوہ حافظ نذیر الاکرم مبلغِ اسلام (افریقہ و یورپ)، مفتی حبیب اللہ، مولانا ریاض الحسن اور مولانا غلام معین الدین نعیمی علیہ الرحمۃ (مدیر سوادِ اعظم) کے اسمائے گرامی شامل ہیں (مرتب) بحوالہ تذکرہ علماء اہل سنت ص ۲۷۱

آپ نے جن قابلِ قدر اساتذہ سے استفادہ کیا، ان میں سے مولانا وصی احمد سہسرامی؛ مولانا شمس الدین بہاری، مولانا محمد عمر نعیمی (مدفون کراچی) اور مولانا محمد یونس خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

تدریس

۱۹۴۲ء میں مفتیٔ اعظم پاکستان علامہ ابو البرکات سید احمد رحمہ اللہ نے دار العلوم حزب الاحناف میں تدریس کی خاطر حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ کو ایک مدرس بھیجنے کے لیے لکھا، تو آپ نے حضرت مفتی صاحب کو لاہور بھیج دیا۔ ۱۹۴۲ء سے لے کر ۱۹۴۸ء تک آپ دار العلوم حزب الاحناف لاہور میں پڑھاتے رہے اور پھر ۱۹۴۸ء سے ۱۹۵۳ء تک دار العلوم انجمن نعمانیہ لاہور میں مسندِ تدریس پر فائز رہے۔

بعد ازاں آپ نے اپنی مسجد چوک دالگراں میں ایک دینی دار العلوم جامعہ نعیمیہ کی بنیاد رکھی۔ آغازِ تدریس میں حضرت مفتی صاحب کے ساتھ مولانا حافظ محمد عالم سیالکوٹی، علامہ عبد المصطفےٰ الازہری (کراچی)، مولانا عبد الغفور (لاہور) اور مولانا عبد الحیٔ نے معاونت کی۔ جامعہ نعیمیہ کی بڑھتی ہوئی شہرت کی وجہ سے طلباء جوق در جوق آنا شروع ہو گئے، چنانچہ ۱۹۵۹ء میں مسجد میں جگہ کی کمی کی وجہ سے دار العلوم کو چوک دالگراں سے گڑھی شاہو منتقل کر دیا گیا۔ اس ویران مقام پر عید گاہ اور مسجد میں تدریس شروع ہوئی اور ساتھ ہی طلباء کی رہائش کا انتظام ہونے لگا۔ یہاں تک کہ ایک عظیم دار العلوم اور مسجد تعمیر ہو گئی، جس کو دیکھ کر مفتی صاحب کی ہمت، خلوص اور جدوجہد کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ جامعہ نعیمیہ اور اس سے متصل مسجد قابلِ زیارت ہے۔ (مرتب)

حضرت علامہ مفتی محمد حسین نعیمی نہ صرف قابل مدرس ہیں، بلکہ نہایت پُر تاثیر خطیب ماہر مفتی اور منجھے ہوئے سیاست دان ہیں، ملک و ملت کے لیے آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ تحفظ مقام مصطفےٰ اور نظام مصطفےٰ کے نفاذ کی خاطر آپ نے قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں مفتی صاحب نے علامہ سید محمود احمد رضوی کے ساتھ مل کر حزب الاحناف (جو ان دنوں اندرون دہلی دروازہ میں واقع تھا) میں ایک مرکز قائم کیا، جہاں پولیس اور فوج کے نوجوانوں کو تحریک ختم نبوت کی اہمیت پر ذاتی مشین پر پمفلٹ چھپوا کر تقسیم کرتے تھے۔ مارشل لا کے دوران آپ کو گرفتار کر لیا گیا۔ فوجی عدالت نے بری کر دیا، مگر دوسرے مقدمہ کی سماعت جاری تھی کہ مارشل لاء کا زور ٹوٹ گیا اور آپ مکمل طور پر بری کر دیے گئے۔

۱۹۶۷ء میں جمعیت علمائے پاکستان کی تطہیر کے لیے مفتی صاحب نے ایک زبردست مہم چلائی۔ آپ جمعیت کو فعال بنانا چاہتے تھے اور حکومت کے وظیفہ خوار اور حاشیہ بردار علماء سے پاک کرنا چاہتے تھے، چنانچہ آپ کی کوششوں سے ملک بھر کے سنی علماء ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے اور شیخ القرآن علامہ عبد الغفور ہزاروی رحمہ اللہ کو جمعیت کا قائد چن لیا گیا۔[1]

صدر ایوب کے دور میں جب تمام علماء کو مرضی کے مطابق عید کی نماز پڑھانے کو کہا گیا، تو مفتی صاحب نے سخت احتجاج کیا، چنانچہ آپ کو دوسرے علماء کے ساتھ گرفتار کر کے مچھ جیل (بلوچستان) بھیج دیا گیا۔

۱۹۷۷ء کی تحریک نفاذ نظام مصطفےٰ میں آپ نے اپنے دار العلوم میں غزالی زماں

---

[1] حضرت شیخ القرآن علامہ عبد الغفور ہزاروی رحمہ اللہ کی قیادت میں بحالی جمہوریت کی خاطر سب سے پہلے یہی جماعت میدان میں آئی۔ اس وقت علامہ ہزاروی کی رفاقت میں صاحبزادہ محمود شاہ گجراتی، مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی، مولانا قاضی عبد النبی کوکب رحمہا اللہ اور ان کے دیگر رفقاء نے کارہائے نمایاں سر انجام دیے۔ (مرتب)

حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی مدظلہ کی صدارت میں علمائے اہلِ سنّت کا نمائندہ اجلاس بُلایا اور ایک قرارداد کے ذریعے تحریک میں حصہ لینے کو جہاد اور نظامِ مصطفےٰ کے نفاذ کی خاطر اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے والوں کو شہید قرار دیتے ہوئے اعلان کیا گیا کہ علماء اہلِ سنّت اس تحریک میں مکمل طور پر پوری قوم کے ساتھ ہیں۔ [1]

حضرت مفتی صاحب نہایت باہمت اور باشعور علمائیں شمار ہوتے ہیں۔ اپنی سیاسی بصیرت کی وجہ سے عالمِ اسلام کی نامور شخصیتوں کو دعوت دے کر جامعہ کی تقاریب میں جمع کرتے ہیں۔ چیف مارشل لاایڈمنسٹریٹر جنرل محمد ضیاء الحق نے جولائی ۱۹۷۷ء میں اسلامی مشاورتی کونسل کے لیے جن علماء کا انتخاب کیا ان میں آپ کا نام بھی شامل ہے۔

اشاعتِ علمِ دین

آپ نے ایک ماہنامہ مجلہ "عرفات" جاری کیا ہوا ہے، جو ہر مہینے علمی اور تحقیقی مضامین کے جلو میں قارئین کے سامنے آتا ہے۔

آپ نے قاضی عیاض رحمہ اللہ کی الشفاء، مولانا ابوالحسنات رحمۃ اللہ کی اوراقِ غم اور الخیرات الحسان کی اس وقت طباعت کرائی، جبکہ کوئی ناشران کی اشاعت کے لیے تیار نہ تھا۔

چند مشہور تلامذہ

آپ سے اکتسابِ فیض کرنے والے چند مشہور تلامذہ یہ ہیں:

۱۔ حضرت علامہ مولانا غلام رسول سعیدی، جامعہ نعیمیہ، کراچی

---

[1] روزنامہ وفاق، مورخہ ۱۴؍اپریل ۱۹۷۷ء

۲۔ خطیبِ اہلِ سنت مولانا الٰہی بخش، لاہور
۳۔ مولانا باغ علی نسیم، لاہور
۴۔ حضرت مولانا حافظ محمد عالم، سیالکوٹ
۵۔ مولانا محمد ارشد پناہوی، پناہ کے
۶۔ مولانا محمد اشرف کاظمی، آزاد کشمیر
۷۔ مولانا فیض الحسن تنویر،
۸۔ زینت القرأ قاری غلام رسول، لاہور
۹۔ مولانا محمد سعید نقشبندی، خطیب دربار حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ، لاہور
۱۰۔ حافظ حبیب اللہ، خطیب سرائے عالمگیر [1]

---

[1] علامہ پیرزادہ محمد اقبال احمد فاروقی، تذکرہ علماء اہل سنت لاہور، ص ۳۷۱

فاضل جلیل مولانا ابو الطاہر محمد رمضان، کراچی

شیخ الحدیث مولانا ابو الطاہر مفتی محمد رمضان ولد جناب گل محمد یکم رمضان المبارک ۱۷ اپریل ۱۳۴۱ھ / ۱۹۲۳ء میں موضع کرمشانی تحصیل عیسیٰ خیل ضلع میانوالی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے جد امجد محمد ٹھنگانہ سالک مجذوب تھے اور دادی صاحبہ سے زندگی بھر نماز تہجد بھی فوت نہیں ہوئی، رات کا اکثر حصہ عبادت میں گزارتی تھیں۔

مولانا مفتی محمد رمضان نے فارسی نظم اور صرف مولانا محمد سعید شاگرد رشید حضرت استاذ العلماء مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ سے پڑھی، جبکہ باقی علوم کی تکمیل مولانا سید پیر وارث شاہ ساکن عیسیٰ خیل، مولانا عبد الستار پائی خیل اور چند دیگر علماء سے کی۔ شرح عقائد نسفی، سراجی، قصیدہ بردہ شریف اور صحاح ستہ شریف کی تعلیم حضرت محدث اعظم مولانا محمد سردار احمد رحمہ اللہ سے حاصل کر کے جامعہ رضویہ فیصل آباد سے سند فراغت اور دستار فضیلت حاصل کی۔

فراغت کے بعد آپ نے حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے ارشاد سے اپنے گاؤں کرمشانی میں دار العلوم صدیقیہ رضویہ قائم کیا جہاں آپ درس نظامی کی ابتدائی اور درمیانی کتب کی تدریس فرماتے رہے اور جب علاقہ کے عوام کی عدم رغبت کی وجہ سے دار العلوم بند کرنا پڑا، تو ۱۹۷۱ء میں آپ خطیب پاکستان مولانا حافظ محمد شفیع اوکاڑوی کے دار العلوم جامعہ حنفیہ غوثیہ کراچی میں استاذ الحدیث کی حیثیت سے تشریف لے گئے۔ ۱۹۷۴ء میں کسی ذاتی مجبوری کے تحت واپس اپنے گاؤں کرمشانی آ گئے اور پھر ۱۹۷۶ء میں دوبارہ جامعہ حنفیہ غوثیہ میں دورہ حدیث پڑھانا شروع کیا جو تا حال جاری ہے۔

آپ نے ۱۹۵۰ء سے کرشانی کی مسجد اڈہ لاریاں میں خطابت شروع کی جو متواتر ۱۵ سال تک جاری رہی اور کئی گم گشتگانِ راہ، بدعقیدگی سے توبہ کر کے راہ راست پر آئے اور بے شمار افراد کو مذہبی شعور حاصل ہوا اور وہ صالح اور نیک بن گئے۔

تحریکِ پاکستان میں آپ مجاہدین تحریک کے قافلہ سالار حضرت مجاہدِ ملت مولانا عبدالستار خان نیازی کے دستِ راست کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ مجاہدِ ملت کا قیام آپ کی رہائش گاہ پر ہوتا اور آپ ان کے ساتھ پورے ضلع میانوالی میں پاکستان کے حق میں تقریریں کرتے۔ انگریزی دور میں لکھنؤ میں عظمتِ صحابہ کے سلسلے میں شیعہ سُنی فساد ہوا، تو آپ علاقہ کے علماء و فقراء کی قیادت میں ساٹھ آدمیوں کا قافلہ لے کر سُنیوں کے تعاون کے لیے لکھنؤ روانہ ہوئے۔ امرتسر سٹیشن سے قافلہ کو گرفتار کر لیا گیا۔ امرتسر اور لاہور کی جیلوں میں پندرہ دن مقید رہے اور پھر سنیوں کے مطالبہ کی منظوری پر رہائی ہوئی۔

آپ نے جہادِ کشمیر میں بھی نمایاں خدمات سرانجام دیں، اپنی بندوق خرید کر بھمبر (جموں کشمیر) کے علاقہ میں ایک ماہ تک کفار کا تعاقب کرتے رہے۔

تحریکِ ختمِ نبوت میں احتجاجی جلوسوں کی قیادت کرتے اور پولیس تھانہ کے سامنے مسلمانوں کے مطالبے (مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے) کے حق میں تقریریں کرتے تھے، چنانچہ حکومت نے انتقامی کارروائی کے طور پر آپ کی بندوق کا لائسنس ضبط کر لیا۔

تحریکِ نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۹۷۷ء میں آپ کی قیادت میں کراچی کے علماء نے جلوس نکالا جس پر حکومت نے گرفتار کر لیا اور سولہ دن بعد رہائی ہوئی۔

تحریکِ پاکستان کے وقت آپ مسلم لیگ سے وابستہ تھے اور علاقہ بھر کی نشر و اشاعت کا نظام آپ کے سپرد تھا۔ ۱۹۶۹ء میں آپ نے جمعیت علمائے پاکستان میں شمولیت

اختیار کی۔ آپ کو تحصیل عیسیٰ خیل ضلع میانوالی کا صدر منتخب کیا اور ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں آپ نے مخالفین کا بھرپور مقابلہ کیا۔ آپ جماعت اہل سنت کراچی کے صدر بھی رہ چکے ہیں۔

آپ نے ایک رسالہ "نور الایقان" کے نام سے تحریر فرما کر طبع کر دیا۔ یہ رسالہ سرگودھا کے مولوی محمد شفیع کے ایک رسالہ کلمۃ الایمان" کے رد میں لکھا گیا۔ مولوی موصوف نے اس رسالہ میں توحید و رسالت کا خود ساختہ مفہوم بیان کیا تھا۔ مسائل حج پر ایک رسالہ "الحج المبرور" بھی آپ کے زیر تالیف ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد رمضان کا روحانی تعلق اپنے علاقہ کے ایک بزرگ زبدۃ العرفاء حضرت علامہ مولانا فتح محمد نور اللہ مرقدہٗ سے ہے۔ حضرت مرشد موصوف تین سلسلوں نقشبندیہ مجددیہ، قادریہ اور چشتیہ میں مجاز تھے۔

۱۹۶۲ء میں آپ نے حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضۂ مطہرہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا شرف حاصل کیا۔

آپ سے بے شمار طلباء نے اکتساب فیض کیا جن میں سے چند مشہور تلامذہ یہ ہیں:

۱۔ مولانا صوفی محمد رمضان خطیب و امام لانڈھی کراچی

۲۔ مولانا محمد بلال ، ملتان

۳۔ مولانا فیض الحسن، خطیب میمن مسجد کراچی صدر

۴۔ مولانا غلام حسین نورانی، بلتستانی، کراچی

آپکے ہاں ایک بچی اور سات لڑکے تولد ہوئے، صاحبزادوں کے نام محمد طاہر، مشتاق احمد، اسرار احمد، محمد حسن، محمد مدنی، محمود احمد، محمد محبوب اللہ۔ اللہ تعالیٰ صاحبزادوں کو آپ کا صحیح جانشین بنائے۔[۱]

---

[۱] مکتوب حضرت علامہ مولانا محمد رمضان، بنام مرتب، ۲۱ر نومبر ۱۹۷۸ء

استاذ العلماء مولانا محمد سلیمان صاحب، لسبیلہ (بلوچستان)

حضرت مولانا محمد سلیمان ابن محمد صدیق صاحب (مرحوم) ۱۳۲۸ھ/ ۱۹۱۰ء کو بلوچستان کے مشہور مقام لس بیلہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق رونجہ قوم سے ہے۔

آباؤ اجداد

حضرت مولانا محمد سلیمان کے جدِ امجد حافظِ قرآن تھے اور آپ کے چچا قاضی عبدالرحمن صاحب عالمِ دین اور لسبیلہ (بلوچستان) کے قاضی تھے۔

تعلیم و تربیّت

آپ نے چار جماعتیں (اُردو) پڑھنے کے بعد علوم اسلامیہ کی کتب متداولہ اپنے چچا قاضی عبدالرحمن صاحب (جو بیلہ کے قاضی تھے) سے پڑھنی شروع کیں۔ ابھی آپ زلیخا تک فارسی کتب پڑھنے پائے تھے کہ آپ کے چچا کا انتقال ہوگیا اور ان کی جگہ مولانا حبیب اللہ صاحب قاضی مقرر ہوئے، تو آپ نے نور الانوار اور مشکواۃ شریف تک کتب ان سے پڑھیں۔ ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء میں قاضی حبیب اللہ کے دارِ فانی سے کوچ کے بعد پات شریف ضلع دادو (سندھ) میں حضرت خان محمد صاحب سے اکتسابِ فیض کیا اور شعبان ۱۳۵۶ھ/ اکتوبر ۱۹۳۷ء میں دستارِ فضیلت حاصل کی۔

۱۳۵۸ھ/ ۱۹۳۹ء میں دار العلوم حزب الاحناف لاہور میں مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد صاحب رحمہ اللہ سے دورۂ حدیث پڑھ کر ۱۳۵۹ھ/ ۱۹۴۰ء میں دار العلوم

حزب الاحناف سے سندِ فراغت اور دستارِ فضیلت دوبارہ حاصل کی۔

تدریس

فراغت سے لے کر آپ مسلسل علومِ اسلامیہ کی تدریس میں مصروف ہیں۔ آپ نے بیلہ میں ایک اسلامی مدرسہ جاری کیا، ابھی کچھ عرصہ وہاں پڑھایا گیا تھا کہ ان کے مرشد حضرت پیر حاجی عبدالسلام جان صاحب نے اپنے دارالعلوم میں تدریسی فرائض کی سرانجام دہی کے لیے آپ کو بلا لیا۔ اس کے بعد کنری ضلع تھرپارکر (سندھ) میں حضرت پیر ابراہیم جان صاحب کے مدرسہ میں ۹ محرم ۱۳۷۳ھ/ ۱۹ ستمبر ۱۹۵۳ء سے ۱۳۹۰ھ/ ۱۹۷۰ء تک پڑھاتے رہے۔ آج کل آپ مدرسہ حبیبیہ لسبیلہ کے صدر مدرس ہیں۔ اس کے علاوہ اپنی آبائی مسجد میں امامت و خطابت کے فرائض بھی سرانجام دیتے ہیں۔

بیعت

حضرت مولانا محمد سلیمان کے آباؤ اجداد کی روحانی نسبت حضرت پیر عبدالسلام جان سرہندی نقشبندی رحمۃ اللہ (ٹنڈو محمد خان) سے چلی آرہی ہے، چنانچہ آپ نے بھی اپنے آبائی مرشد کے ہاتھ پر شرفِ بیعت حاصل کیا اور پھر آپ کے وصال پر ۱۳۹۴ھ/ ۱۹۷۴ء میں پیر ابراہیم جان صاحب سرہندی سے شرفِ بیعت حاصل کیا۔

۱۳۹۲ھ/ ۱۹۷۲ء میں آپ حج بیت اللہ اور زیارت روضہ رسول سے مشرف ہوئے۔

آپ سے اکتسابِ فیض کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے، لیکن ان میں سے چند شاگردوں کے نام درج کیے جاتے ہیں:

۱۔ مولوی خلیل احمد ایرانی، امام مسجد (ایران)

۲۔ مولوی عبدالقیوم (مرحوم) سابق عربی مدرس تھرپارکر
۳۔ مولوی عبدالمجید ولد قاضی محمد اسماعیل خطیب امام مسجد بیلہ
۴۔ مولوی محمد، مدرس مدرسہ عربیہ مجددیہ کنری (سندھ)[1]

اولاد

آپ کے چار صاحبزادے اور آٹھ صاحبزادیاں ہیں۔[2]

---

[1] مولوی محمد صاحب حضرت مولانا محمد سلیمان صاحب کے صاحبزادہ ہیں۔ (مرتب)

[2] یہ تمام حالات حضرت مولانا محمد سلیمان صاحب نے ایک مکتوب بنام مرتب کے ذریعے ارسال کیے، جس کے لیے مرتب ان کا ممنون ہے۔

شیخ الحدیث مولانا محمد شریف رضوی، ملتان

فاضل جلیل شیخ الحدیث علامہ محمد شریف رضوی ولد جناب محمد حسن ولد مولانا صالح محمد بھکھڑا شریف (میانوالی) میں پیدا ہوئے۔[1]

آپ کے جدِ امجد مولانا صالح محمد جید عالم اور باکرامت ولی تھے۔ زمینداری کے علاوہ علومِ اسلامیہ کی تعلیم میں مصروف رہتے تھے اور طلباء کے کھانے کا انتظام خود اپنے گھر سے کرتے تھے۔

حضرت مولانا محمد شریف رضوی کے والد ماجد نے ابتدائی کتب صرف و نحو اور قرآن مجید اپنے والد محترم سے پڑھا اور پھر ان کے انتقال کی وجہ سے مزید تعلیم حاصل نہ کر سکے۔ قرآن پاک کی تلاوت ان کا بہترین مشغلہ ہے۔ علاوہ ازیں زمینداری کرتے ہیں اور گھر کے تمام امور اپنے ہاتھوں سرانجام دیتے ہیں۔

تحصیل علم

آپ نے فارسی کی ابتدائی تعلیم اپنے چچا حکیم گل محمد سے اپنے گاؤں میں ہی حاصل کی۔ آپ کے چچا ماسٹر تھے، اور فارسی میں ماہر تھے۔ آپ نے مزید تعلیم کے لیے پپلاں ضلع میانوالی کا قصد کیا، جہاں جامعہ محمودیہ رضویہ میں حضرت علامہ محمد حسین شوق اور علامہ مولانا سید احمد سے فنون کی تمام کتب پڑھیں۔ فقہ اسلامی کی مشہور کتاب درمختار سبقاً پڑھ کر جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام

---

[1] آپ کی تاریخ پیدائش کا پتہ نہیں چل سکا، البتہ عمر کے حساب سے تقریباً ۱۹۳۲ء بنتی ہے۔

فیصل آباد میں محدثِ اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ سے درس حدیث لیا اور ۱۹۵۶ء میں دستارِ فضیلت اور سندِ فراغت حاصل کی۔
اسی سال آپ کو حضرت محدثِ اعظم رحمۃ اللہ سے بیعت و خلافت کا شرف بھی حاصل ہوا۔

دینی و ملّی خدمات

آپ نے تدریسی زندگی کا آغاز جامعہ محمودیہ رضویہ پیلاں سے کیا، پھر حضرت محدّثِ اعظم رحمۃ اللہ کے حکم پر کچھ عرصہ راوہا کشن، شرقپور شریف اور بھائی پھیرو میں تدریسی فرائض سرانجام دینے کے بعد جامعہ رضویہ فیصل آباد میں بخاری شریف کا درس دینا شروع کیا۔
حضرت محدثِ اعظم رحمۃ اللہ کے وصال پر جناب صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول اور حضرت مولانا محمد حسین شوق کے مشورے سے اہل سنّت وجماعت کے مرکزی دینی درس گاہ مدرسہ عربیہ انوار العلوم ملتان میں صدر مدرّس اور شیخ الحدیث کی حیثیت سے چھ سال تک کام کرتے رہے اور پھر ۱۹۶۸ء میں حضرت مولانا مفتی محمد ہدایت اللہ کی معیت میں ملتان ہی میں جامعہ رضویہ مظہر العلوم کے نام سے ایک دینی ادارہ قائم کیا۔ جہاں آج بھی آپ بحیثیتِ مہتمم اور شیخ الحدیث، فرائضِ منصبی ادا فرما رہے ہیں۔ علاوہ ازیں آپ مختلف مساجد میں خطابت فرماتے رہے اور اب گیارہ سال سے ملتان کی بڑی جامع مسجد، مدینہ مسجد بیرون دہلی گیٹ میں بلامعاوضہ خطبۂ جمعہ ارشاد فرماتے ہیں۔
۱۹۶۳ء میں آپ سوادِ اعظم کی سیاسی جماعت، جمعیتِ علمائے پاکستان سے وابستہ ہوئے ابتداً آپ ملتان کے ضلعی ناظم کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ پھر آپ کو صوبہ پنجاب کا ناظمِ اعلیٰ بنا دیا گیا اور اب سینئر مرکزی نائب ناظم کی حیثیت سے جمعیت کے منشور کے مطابق نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کی خاطر مصروفِ عمل ہیں۔
سابق صدر محمد ایوب خان مرحوم کے دورِ اقتدار میں خلافِ شریعت اقدامات کے خلاف

احتجاج پر ۱۹۶۷ء میں آپ کو گرفتار کر کے مقدمہ چلایا گیا، جو یحییٰ خاں کی مارشل لاتک چلتا رہا۔

۱۹۷۲ء میں آپ کو بھٹو کے دورِ حکومت میں سوشلزم کے خلاف مہم میں بھرپور حصہ لینے کی وجہ سے دوبارہ گرفتار کیا گیا۔

۱۹۷۴ء کی تحریکِ ختمِ نبوت میں مجلس عمل تحفظِ ختمِ نبوت کے رُکن کی حیثیت سے آپ نے تحریک میں بھرپور حصہ لیا، جس پر آپ کو گرفتار کیا گیا۔

۱۹۷۷ء کے انتخابات میں آپ صوبائی اسمبلی کے امیدوار تھے۔ جس کا بعد میں قومی اسمبلی کے انتخاب میں وسیع پیمانے پر دھاندلی کی وجہ سے بائیکاٹ کیا گیا۔ انتخابات میں بھٹو حکومت کی مبینہ دھاندلی کے خلاف اور نفاذ نظام مصطفیٰ کی خاطر جب ملک بھر تحریک چلی، تو آپ نے ۱۵ مارچ ۱۹۷۷ء کو ملتان میں ایک بہت بڑے جلوس کی قیادت کی، جس پر سیکورٹی فورس کے غنڈوں نے بے تحاشہ آنسو گیس استعمال کی اور گولی چلائی۔ اس دوران آپ بیہوش ہو گئے۔

اس کے بعد آپ مسلسل جلوسوں میں نہ صرف شرکت کرتے رہے، بلکہ جلوس سے پہلے خطاب بھی فرماتے رہے۔

حج بیت اللہ شریف

۱۹۷۳ء میں آپ حج بیت اللہ شریف اور روضۂ رسول علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

چند مشہور تلامذہ

حضرت مولانا محمد شریف رضوی شعلہ بیان مقرر اور کامیاب مناظر ہونے کے علاوہ نہایت قابل مدرس ہیں، چنانچہ آپ سے کثیر التعداد طلبائے نے اکتساب فیض کیا۔ چند ایک کے

نام یہ ہیں :

۱۔ مولانا عبدالمجید مہتمم جامع سردار العلوم فیصل آباد
۲۔ مولانا خلیل احمد، چیچہ وطنی
۳۔ مولانا محمد ابراہیم صدر مدرس جامعہ غوثیہ فریدیہ شجاع آباد
۴۔ مولانا عزیز الرحمان، مہتمم جامعہ سلیمانیہ نظامیہ ڈیرہ اسماعیل خان
۵۔ حافظ نذیر احمد، متخصص جامعہ اسلامیہ بہاول پور، مدرس مظہر العلوم ملتان
۶۔ مولانا غلام رسول ” ”
۷۔ مولانا عبداللطیف، مدرس مدرسہ انوار الابرار ملتان
۸۔ مولانا محمد رفیق، کوٹ ادو
۹۔ مولانا امام بخش، حیدر آباد

اولاد

آپ کے چار صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں ہیں۔ بڑے صاحبزادے کا نام محمد عبدالعلیم ہے[1] اور وہ قرآن پاک پڑھنے کے علاوہ ساتویں جماعت کے متعلم ہیں۔ باقی تین صاحبزادوں کے نام محمد عبدالرحیم، محمد عبدالرؤف اور محمد عبدالرسول ہیں۔[2]

---

[1] یہ نام مبلغِ اسلام حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صاحب صدیقی، قادری، میرٹھی قدس سرہٗ العزیز، والد ماجد قائدِ اہلِ سنت علامہ شاہ احمد نورانی مدظلہٗ کے نام پر حضرت محدثِ اعظم پاکستان رحمۃ اللہ کے ارشاد پر رکھا گیا۔

[2] جملہ کوائف حضرت شیخ الحدیث صاحب سے جامعہ نظامیہ رضویہ کے دارالافتاء میں بالمشافہ حاصل کیے گئے۔ (مرتب)

فاضل جلیل مولانا محمد شریف نقشبندی، ڈسکہ

استاذ العلماء حضرت مولانا ابو اسحاق محمد شریف نقشبندی بن حضرت مولانا صوفی ضمیر احمد قادری نقشبندی، رمضان المبارک مارچ ۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۵ء میں موضع باجڑہ گڑھی ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔

آپ کے والد ماجد اگرچہ باقاعدہ درس نظامی کے فاضل نہیں تھے؛ تاہم انہوں نے مقامی عالمِ دین سے ابتدائی کتب پڑھیں اور پھر کتب فقہ و تصوف اور قرآن مجید کا ترجمہ و تفسیر کا مطالعہ کرنے سے دین کی کافی سمجھ پیدا کرلی۔ آپ عقائدِ اہل سنت پر پختگی اور عمل کی دولت سے مالامال تھے۔

علامہ مولانا محمد شریف نقشبندی نے فارسی، صرف و نحو اور فقہ کی ابتدائی کتب فقیہ اعظم حضرت مولانا علامہ محمد شریف محدث کوٹلوی رحمۃ اللہ (والد ماجد حضرت سلطان الواعظین مولانا محمد بشیر مدظلہٗ کوٹلی لوہاراں) سے پڑھیں، باقی تمام کتبِ فنون مدرسہ عالیہ نقشبندیہ علی پور سیداں شریف میں حضرت مفتی آل حسن سنبھلی مرادآبادی، سراج الملت حضرت مولانا الحاج پیر حافظ محمد حسین شاہ مدظلہٗ، علامہ حافظ محمد عبد الرشید جھنگوی اور حضرت مولانا پیر اختر حسین شاہ مدظلہٗ سے پڑھ کر محدثِ اعظم حضرت مولانا محمد سردار احمد قدس سرہ کی خدمت میں جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام فیصل آباد حاضر ہوئے جہاں آپ نے سراجی، شرحِ عقائد اور صحاح ستہ کا درس لے کر ۱۹۵۰ء میں سندِ فراغت حاصل کی۔

فراغت کے بعد آپ نے اپنے مشائخ و اساتذہ کے ارشاد کے مطابق منڈی واربرٹن میں جامع مسجد مدینہ کی بنیاد رکھی۔ یہاں آپ کو تبلیغی مشن میں اس قدر کامیابی

ہوئی کہ صرف چھ ماہ کے عرصہ میں مخالفین اہلِ سنت کو محلہ عید گاہ کا مدرسہ عربیہ دینیہ اور جامع مسجد غلہ منڈی خالی کرنا پڑی جہاں آپ نے حضرت علامہ مولانا نور محمد قادری کو خطیب اور مدرس مقرر کیا جو آج تک وہاں تبلیغی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔

منڈی واربرٹن میں سات سال قیام کے بعد آپ ڈسکہ ضلع سیالکوٹ میں منتقل ہو گئے جہاں آپ نے "جامع مسجد نور" کے نام سے ایک مسجد تعمیر کرائی اور ایک دارالعلوم قائم کیا۔ اس دارالعلوم میں حضرت علامہ کے علاوہ سات دیگر مدرسین تدریسی خدمات سرانجام دیتے ہیں۔ آپ فقہی مسائل پر فتویٰ نویسی کے علاوہ جامع مسجد میں خطابت اور درسِ قرآن کے ذریعے تبلیغِ اسلام کا فریضہ احسن طور پر انجام دے رہے ہیں۔

تحریکِ پاکستان میں آپ نے دیگر علماء اہلِ سنت اور بالخصوص امیرِ ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہٗ کی قیادت میں بھرپور حصہ لیا۔

تحریکِ ختمِ نبوت ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء میں مقامِ مصطفےٰ کے تحفظ کی خاطر تین ماہ پابندِ سلاسل رہے اور اس پاکیزہ مشن کی خاطر قید و بند کی صعوبتوں کو خندہ پیشانی سے قبول کیا۔

تحریکِ نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم (۱۹۷۷ء) میں ڈسکہ شہر کی کارکردگی پورے ملک میں مشہور رہی۔ آپ نے اس تحریک میں بھرپور حصہ لیا، بلکہ جمعیت علمائے پاکستان کے ضلعی صدر ہونے کی وجہ سے آپ تحریک کے قائدین میں سے تھے۔ اس تحریک میں اپنی شرکت کے بارے میں آپ نے راقم کے نام اپنے مکتوب میں لکھا ہے:

"میں نے تحریکِ نظامِ مصطفےٰ میں جو کام کیا ہے، اگر قبول ہو جائے، تو امید ہے کہ میری بخشش کے لیے یہی ایک کام کافی ہے۔"

آپ کو سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت امیرِ ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہٗ سے بیعت کا شرف حاصل ہے، جبکہ حضرت پیر حافظ

محمد حسین شاہ قدس سرہٗ سجادہ نشین و خلف الرشید حضرت محدث علی پوری رحمۃ اللہ سے سلسلۂ نقشبندیہ میں اور حضرت محدثِ اعظم مولانا محمد سردار احمد رحمہ اللہ سے سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ میں آپ مجاز ہیں۔

آپ پہلی مرتبہ ۱۹۵۵ء میں اور دوسری مرتبہ ۱۹۷۳ء میں حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضۂ پاک علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے شرف یاب ہوئے۔

آپ کے تلامذہ کافی تعداد میں ملک کے اطراف واکناف میں تبلیغِ دین میں مصروف ہیں۔ ؎

؎ مکتوب حضرت مولانا محمد شریف نقشبندی، بنامِ مرتب مورخہ ۳ر جولائی ۱۹۷۸ء

فاضل نوجوان مولانا محمد شریف ہزاروی، ہری پور

مجاہد تحریک نفاذ نظام مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت علامہ مولانا محمد شریف ہزاروی، سعیدی ولد مولانا عبدالجلیل ۲۵ رجب المرجب، ۱۲ اگست ۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۹ء میں بمقام کھبل علاقہ تربیلا (ہزارہ ڈویژن) پیدا ہوئے۔ آپ ایک علمی روحانی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ کے والد ماجد عالم باعمل ہیں اور فقہ کی جزئیات میں خصوصی دسترس رکھتے ہیں اور چچا مولانا عبدالباقی اور مولانا حبیب الرحمٰن علم و عمل کے زیور سے آراستہ ہیں۔ آپ کے دادا جان کے حقیقی بھائی حضرت علامہ مولانا میر محمود عرف خان مولانا علوم ظاہری و باطنی کے بحر ذخار اور زہد و تقویٰ کے مجسمہ ہیں۔

علامہ مولانا محمد شریف ہزاروی نے علوم اسلامیہ کی کتب متداولہ دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور ہزارہ جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد اور جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور سے پڑھیں۔ سند فراغت اور دستار فضیلت مدرسہ عربیہ انوار العلوم ملتان اور جامعہ نعیمیہ لاہور سے حاصل کی۔ آپ نے جن اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا، وہ یہ ہیں:

۱۔ حضرت غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی، ملتان

۲۔ استاذ العلماء مولانا مہر الدین جماعتی، لاہور

۳۔ فقیہ العصر حضرت مفتی اعجاز ولی خاں رحمۃ اللہ، لاہور

۴۔ حضرت مولانا عبدالقادر شہید رحمۃ اللہ

۵۔ حضرت علامہ مولانا غلام رسول شیخ الحدیث جامعہ رضویہ فیصل آباد

۶۔ حضرت مولانا مفتی نواب الدین، فیصل آباد

۷۔ حضرت مولانا حافظ احسان الحق، فیصل آباد

۸۔ حضرت مولانا مفتی محمد حسین نعیمی، لاہور

۹۔ حضرت مولانا قاضی غلام محمود ہزاروی لاہور

۱۰۔ حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی لاہور

۱۱۔ حضرت مولانا اللہ بخش رحمۃ اللہ علیہ، واں بھچراں

۱۹۶۰ء میں آپ نے علوم اسلامیہ کی تحصیل سے فراغت حاصل کی اور اس وقت سے آج تک مسلسل تدریس فرمارہے ہیں۔

تدریس کا آغاز احسن المدارس واہگہ باڈر سے کیا اور پھر جامعہ امینیہ گوجرانوالہ دارالعلوم چشتیہ قلعہ دیدار سنگھ (گوجرانوالہ) جامعہ نعمانیہ اور جامعہ فاروقیہ رضویہ گوجرانوالہ میں پڑھانے کے بعد آجکل دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور ہزارہ میں مسند تدریس پر فائز ہیں۔

آپ واہگہ باڈر کی مسجد، سراج المساجد گوجرانوالہ، جامع مسجد قلعہ دیدار سنگھ اور جامع مسجد صدیقیہ گوجرانوالہ میں خطبۂ جمعہ ارشاد فرماتے رہے اور آج کل جامع مسجد رحمانیہ ہری پور میں خطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

حضرت مولانا محمد شریف ہزاروی نہ صرف ماہر تدریس ہیں، بلکہ بے باک اور نڈر مقرر بھی ہیں۔ تحریک ختم نبوت میں آپ نے بھرپور حصہ لیا۔ جہلم سے لے کر لاہور تک جگہ جگہ تقریروں کے ذریعے ختم نبوت کی اہمیت کو واضح کیا۔

تحریک نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ نے صوبہ سرحد کے مجاہدین کے سالار قافلہ کی حیثیت سے کام کیا۔ صوبہ سرحد بالخصوص ہزارہ ڈویژن میں آپ کو تحریک نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عظیم مجاہد کی حیثیت سے پہچانا جاتا

ہے۔ تمام مکاتب فکر کے علماء اور عوام نے آپ کی قیادت میں تحریک میں حصہ لیا اور آپ نے نہایت جرأت اور پامردی سے تحریک کو آگے بڑھایا۔

سیاسی طور پر آپ کا تعلق جمعیت العلماء پاکستان (سوادِ اعظم اہل سنت کی نمائندہ سیاسی تنظیم) سے ہے۔ آپ جمعیت العلمائے پاکستان ہزارہ ڈویژن کے صدر ہیں۔

آپ کو اپنے دادا جان کے بھائی حضرت مولانا غلام میر محمود عرف خان مولانا صاحب سے بیعت کا شرف حاصل ہے۔

آپ نے "علم غیب اور ملا علی قاری" کے عنوان سے ایک رسالہ اور ایک کتابچہ غیر مقلدوں کے رد میں "قربانی، عید اور دو دن بعد ہے" کے عنوان سے تحریر کیے۔ جو زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکے ہیں۔

حضرت مولانا محمد شریف ہزاروی کے ہاں تین صاحبزادے محمد سعید، مظہر سعید، اعجاز احمد اور پانچ صاحبزادیاں تولد ہوئیں[۱]۔ اللہ تعالیٰ تمام صاحبزادوں کو آپ کا صحیح جانشین بنائے۔

نوٹ: مرتب کو حضرت استاذِ محترم مولانا محمد شریف ہزاروی سے شاگردی کا شرف حاصل ہے۔

---

[۱] مکتوب حضرت استاذِ محترم بنام مرتب، اکتوبر ۱۹۸۷ء

الحاج مولانا ابوداؤد محمد صادق، گوجرانوالہ

عالم باعمل، حق گو مبلغ الحاج مولانا ابوداؤد محمد صادق بن جناب شاہ محمد مرحوم ۱۳۵۰ھ ۱۹۳۱ء میں کوٹلی لوہاراں (مشرقی) ضلع سیالکوٹ میں اعوان خاندان کے ایک باعظمت گھرانے میں پیدا ہوئے۔

حصولِ علم

قرآن مجید (ناظرہ) اور پرائمری تک اردو تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ نے علوم عربیہ کے منتخب نصاب درس نظامی کی کتب جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف، مدرسہ نقشبندیہ علی پور شریف اور جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد میں پڑھیں اور ۱۵ شعبان المعظم ۱۳۶۹ھ کو سندِ فراغت حاصل کی۔

آپ کے اساتذہ میں فقیہ اعظم مولانا محمد شریف کوٹلوی علیہ الرحمہ (م ۱۵ جنوری ۱۹۵۱ء) مولانا حاجی عبدالغنی صاحب خطیب کوٹلی لوہاراں (مشرقی) قاری یوسف علی بریلوی علیہ الرحمۃ، مولانا محمد آل حسن سنبھلی، مولانا محمد عبدالرشید جھنگوی اور محدثِ اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد رحمہ اللہ (۲۹ دسمبر بروز جمعہ ۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۲ء) کے اسماء گرامی شامل ہیں۔

دینی و ملی خدمات

فراغت کے بعد آپ نے جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد سے تدریسی زندگی کا آغاز فرمایا تدریس کے ساتھ ساتھ آپ جامع مسجد نانک پورہ فیصل آباد میں جمعہ کا خطبہ بھی ارشاد فرماتے

رہے ۔ ایک سال بعد گوجرانوالہ تشریف لائے، اس وقت سے اب تک زینت المساجد (جامع مسجد اہل سنت وجماعت) میں بڑی استقامت کے ساتھ خطابت کے فرائض ادا فرما رہے ہیں۔ ۱۴ شوال ۱۳۷۴ھ میں آپ نے جامعہ حنفیہ رضویہ سراج العلوم کے نام سے ایک دینی ادارہ بھی قائم فرمایا، جہاں دیگر مدرسین کے علاوہ آپ خود بھی تدریس فرماتے ہیں۔ گوجرانوالہ میں اپنی نوعیت کا یہ مثالی ادارہ ہے۔

مولانا ابوداؤد محمد صادق نے گوجرانوالہ ہی میں تبلیغ واشاعتِ دین کے سلسلے میں جماعت رضائے مصطفےٰ قائم کی اور ماہنامہ "رضائے مصطفےٰ" کا اجرا فرمایا جو ہر دور میں کلمۂ حق بلند کرنے اور اہلِ باطل کی فتنہ انگیزیوں کا مسکت جواب دینے میں اپنا ایک انفرادی مقام رکھتا ہے۔ رضائے مصطفےٰ پہلے ہفت روزہ پھر پندرہ روزہ نکلتا رہا۔ کچھ عرصہ سے اہل سنّت کے اس امتیازی رسالہ نے ماہ بہ ماہ اپنی خدمات انجام دینی شروع کر رکھی ہیں، اللہ تعالیٰ اسے اس پر استحکام مرحمت فرمائے۔ اہل سنّت کے ہر فرد کو اس کی سرپرستی فرمانی چاہیے تاکہ اس کا معیار روز بروز بلند تر ہو۔

حضرت مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب مدظلہ تحفظ نبوّت کے لیے ہر دو تحریکوں (۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء) میں میدان عمل آئے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوّت میں آپ تین ماہ تک کے لیے گوجرانوالہ اور ملتان میں پابندِ سلاسل رہے۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں مسلکِ خون کی اشاعت نے قید و بند تک پہنچایا۔

۱۹۷۴ء کی تحریکِ ختم نبوّت میں آپ مجلسِ عمل تحفظِ ختم نبوّت گوجرانوالہ کے متفقہ صدر چنے گئے۔ اصلاحِ معاشرہ و درستگیٔ عقائد کی خاطر آپ کی سعیٔ پیہم ایک قابلِ تقلید مثال ہے۔

سیاسی ذوق

تحریکِ پاکستان کے موقعہ پر آپ نظریۂ پاکستان سے گہری دلچسپی و وابستگی رکھتے ہوئے مسلم لیگ کے جلسوں اور جلوسوں میں شمولیت فرماتے رہے اور اب نظامِ مصطفےٰ کے نفاذ اور

مقام مصطفےٰ کے تحفظ کی خاطر سوادِ اعظم کی نمائندہ جماعت "جمعیت علماء پاکستان" سے وابستہ ہیں اور قائدِ اہلِ سنت مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی کی قیادت میں جمعیت کے منشور کے مطابق ملکِ پاکستان کو صحیح معنی میں اسلامی قلعہ بنانے میں بھرپور سعی کر رہے ہیں۔ آپ جمعیتِ علماء پاکستان گوجرانوالہ کے سرپرست ہیں۔ ۱۹۷۰ء میں آپنے جمعیت کے ٹکٹ پر قومی اسمبلی کا الیکشن لڑا اور اٹھارہ ہزار ووٹ حاصل کیے۔

بیعت و خلافت

آپ محدثِ اعظم حضرت مولانا محمد سردار احمد قدس سرہ، کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے اور تاجِ خلافت سے بھی مشرف ہوئے۔

حج بیت اللہ

آپ نے ۱۳۸۳ھ میں اپنی والدہ ماجدہ کے ہمراہ حج بیت اللہ اور زیارت روضۂ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف حاصل کیا۔

تصانیف

حضرت علامہ مولانا محمد صادق مدظلہ، صاحبِ قلم شخصیت ہیں، جس کی ایک جیتی جاگتی تصویر ماہنامہ "رضائے مصطفےٰ" ہے، اس کے علاوہ آپ نے مندرجہ ذیل کتب تصنیف فرمائیں:

۱۔ نورانی حقائق (میلاد پاک)

۲۔ روحانی حقائق (مسائلِ تصوف)

۳۔ تاریخی حقائق (تحریکِ نجدیت)

۴۔ شاہ احمد نورانی (قائدِ اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی کے حالات زندگی

۵۔ کرنل قذافی (لیبیا کے صدر کرنل معمر قذافی کے حالاتِ زندگی)
۶۔ تحقیقِ اہل حدیث (موضوع نام سے ظاہر ہے)
۷۔ دیوبندی حقائق (" ")
۸۔ مودودی حقائق (" ")
۹۔ دو جماعتیں (تبلیغی جماعت اور جماعتِ اسلامی کا کردار)
۱۰۔ نذرانۂ عقیدت (ہندو شعراء کے نعتیہ کلام کی ترتیب)

مندرجہ بالا کتب کے علاوہ مختلف موضوعات پر تقریباً ستر ہزار سے زائد مقبولِ عام مدلل اور مفصل تبلیغی اشتہارات بھی آپ نے تحریر فرمائے، جن کی قبولیت وافادیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ پاکستان بھر کی تقریباً تمام سنی مساجد میں آویزاں نظر آتے ہیں۔

تلامذہ: آپ کے چند مشہور تلامذہ یہ ہیں:

۱۔ مولانا الحاج الحافظ سید مراتب علی شاہ، سیالکوٹ
۲۔ مولانا محمد اکرم رضوی، گوجرانوالہ
۳۔ مولانا محمد صدیق، اونچی مسجد، گوجرانوالہ
۴۔ مولانا محمد شریف، راولپنڈی

نیز آپ کے مریدین کی خاصی بڑی تعداد ہے، ایسے ہی معتقدین نے تحصیل شکرگڑھ میں ایک گاؤں کا نام صادق آباد آپ کے نام کی نسبت سے رکھا اور وہاں کی خوبصورت مسجد کے دروازہ پر بھی نام کی نسبت کا اظہار ہوتا ہے۔

اولاد: آپ کی ایک صاحبزادی اور ایک صاحبزادہ بقیدِ حیات ہیں اور ایک صاحبزادی اور ایک صاحبزادہ اس دارِ فانی سے کوچ کر چکے ہیں۔ صاحبزادہ صاحب کی عمر اس وقت بارہ تیرہ سال کی ہوگی، جو قرآن پاک حفظ کر چکے ہیں اور علومِ دینیہ کی تحصیل میں مصروف ہیں۔[1]

---

[1] تمام کوائف حضرت علامہ مولانا محمد صادق مدظلہٗ کے مکتوب بنام مرتب سے ماخوذ ہیں۔

استاذالاساتذہ مولانا ابونعیم محمد صالح نعیمی ، لاڑکانہ

استاذالعلماء حضرت علامہ مولانا ابونعیم محمد صالح نعیمی بن حاجی فیض محمد بن حاجی لال بخش ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء میں بمقام آگانی ضلع لاڑکانہ (سندھ) پیدا ہوئے۔

ابتدائی کتب درس نظامی کی تعلیم ، گھوٹکی (   ) میں مولانا محمد اسماعیل سے حاصل کی۔ فنون کی کتب خان پور ضلع رحیم یار خان میں سراج الفقہاء حضرت مولانا سراج احمد رحمۃ اللہ سے پڑھیں۔ دورۂ حدیث مرادآباد میں صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ سے پڑھا اور ۱۹۴۶ء میں سندِ فراغت اور دستارِ فضیلت حاصل کی۔

دینی خدمات

آپ نے تدریسی زندگی کا آغاز اپنے آبائی گاؤں سے کیا ، جہاں آپ تقریباً نو سال تک پڑھاتے رہے۔ چار سال دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد اور نو سال مدرسہ منظورالاسلام ، صدرجی بھٹی ، ضلع خیرپور میں پڑھانے کے بعد آجکل دارالعلوم جامعہ نعیمیہ ، قاسمیہ مسجد لاڑکانہ میں تدریس فرماتے ہیں اور خطبۂ جمعہ ارشاد فرماتے ہیں۔ قبل ازیں کچھ مدت جامع مسجد ، صدرجی بھٹی (یہ مسجد گیارہویں صدی میں یار محمد کلہوڑا نے بنوائی تھی) میں اور چند سال جامع مسجد عمر الاسلام حیدرآباد میں بھی جمعہ پڑھاتے رہے۔

تحریکِ پاکستان کے دوران آپ مرادآباد میں درجہ حدیث کے طالب علم تھے۔ جب اہل سنت وجماعت نے بنارس میں سنی کانفرنس منعقد کر کے مطالبۂ پاکستان کیا تو آپ بھی اس کانفرنس میں شریک ہوئے۔

تحریکِ ختمِ نبوت اور تحریکِ نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ نے بھرپور حصہ لیا۔ آپ نے تصوف کے موضوع پر تقریباً اسی صفحات پر مشتمل ایک کتابچہ "رسالہ غفاریہ" کے نام سے لکھا۔

حج و عمرہ

۱۹۷۰ء میں آپ نے عمرہ شریف کی سعادت حاصل کی اور ۱۹۷۷ء میں حج بیت اللہ شریف کا فریضہ ادا کیا اور روضۂ رسول علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی زیارت شریف سے مشرف ہوئے۔

بیعت

۱۹۶۷ء میں آپ نے حضرت پیرِ طریقت منظور حسین صاحب مدنی (مدینہ منورہ) کے دستِ حق پرست پر سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت کا شرف حاصل کیا۔

چند مشہور تلامذہ

حضرت مولانا محمد صالح نعیمی نے فراغت سے لے کر اب تک تقریباً بتیس سال کا عرصہ علومِ اسلامیہ کی تدریس میں گزارا۔ اس دوران بے شمار طلباء نے آپ سے علمی اکتساب کیا، تاہم چند فاضل تلامذہ یہ ہیں:

۱۔ مولانا کریم بخش، صدر مدرس جامعہ راشدیہ پیر جوگوٹھ ضلع خیرپور

۲۔ مولانا عزیز اللہ الحبوی، مدرس جامعہ نعیمیہ لاڑکانہ

۳۔ مولانا ہدایت اللہ، مدرس مدرسہ حسینیہ رضویہ خیر محمد آریجہ، لاڑکانہ

۴۔ مولانا خلیفہ نور محمد، بانی درگاہ نقشبندیہ نور پور شریف، خیرپور

۵۔ مولانا خیر محمد بروہی، مدرّس مدرسہ عربیہ جمعہ گوٹھ، لاڑکانہ

۶۔ مولانا مفتی اللہ ڈنہ، مدرس مدرسہ اشاعت العلوم لاہوری محلہ، لاڑکانہ

۷۔ مولانا عبدالرحیم بروہی، صدر مدرس مرکزی ادارہ اہل سنت وجماعت غوثیہ رضویہ خضدار (بلوچستان)

۸۔ مولانا نثار احمد، صدر مدرس، مدرسہ جیلانیہ، لاڑکانہ

۹۔ مولانا عبدالکریم، ثانی مدرس " "

۱۰۔ مولانا حافظ احمد، مدرس مدرسہ غفاریہ، رحمت پور شریف، لاڑکانہ

اولاد

اولاد میں سے آپ کے ہاں ایک صاحبزادہ غلام نعیم الدین تولّد ہوئے جو درسِ نظامی کی ابتدائی کتب پڑھنے کے علاوہ نویں جماعت کے طالب علم ہیں۔ [1]

---

[1] ۲۳ر اپریل ۱۹۷۸ء بروز اتوار حضرت مولانا محمد صالح نعیمی مدظلہٗ جامعہ نظامیہ رضویہ میں تشریف لائے یہ تمام کوائف اسی موقعہ پر حاصل کیے گئے (مرتب)

استاذ العلماء علامہ مولانا حافظ محمد عالم، سیالکوٹ

استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا حافظ محمد عالم بن الحاج مولانا شاہ محمد ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء میں موضع راجن تحصیل وضلع جموں (مقبوضہ کشمیر) کے مقام پر پیدا ہوئے۔

علوم اسلامیہ کا حصول

آپ نے قرآن پاک اپنے پھوپھا حافظ احمد دین محلہ بجلی گھر سیالکوٹ سے حفظ کیا۔ ۱۹۳۸ء میں حضرت مولانا محمد نبی بخش حلوائی کے درس (لاہور) میں داخل ہوئے۔ ابتدائی کتب حضرت استاذ العلماء مولانا مہر الدین جماعتی (حال شیخ الحدیث دار العلوم حزب الاحناف لاہور) سے پڑھیں اور پھر دار العلوم حزب الاحناف میں داخلہ لیا۔ ۱۹۴۵ء میں تکمیل علوم نقلیہ وعقلیہ اور دورۂ حدیث کے بعد اسی دار العلوم (حزب الاحناف) سے سندِ فراغت اور دستارِ فضیلت حاصل کی۔ آپ کو مفتیٔ اعظم حضرت علامہ ابو البرکات سید احمد رحمہ اللہ سے شرفِ تلمذ حاصل ہے۔

تدریس وخطابت

آپ کو اللہ تعالیٰ نے ذہن راسخ کے ساتھ ساتھ محنت کا جذبہ وافر عطا فرمایا ہے۔ فراغت کے بعد آپ نے لال حویلی کی مسجد اندرون اکبری گیٹ لاہور میں امامت کے فرائض سرانجام دینے شروع کیے اور مولانا سلطان محمود کی وفات کے بعد جامع مسجد شاہ محمد غوث رحمہ اللہ میں خطیب مقرر ہوئے۔ علاوہ ازیں مسلم ماڈل ہائی سکول میں بھی تدریسی فرائض

سرانجام دیتے رہے۔

۱۹۵۳ء میں جب حضرت علامہ مفتی محمد حسین نعیمی نے چوک دالگراں لاہور میں دارالعلوم نعیمیہ کی بنیاد رکھی، تو حضرت علامہ مولانا محمد عالم ان چند اولین مدرسین میں سے تھے جنہوں نے اعزازی طور پر پڑھانا شروع کیا۔

۱۹۵۷ء میں آپ نے سیالکوٹ دو دروازہ کی جامع مسجد میں جامعہ حنفیہ کے نام سے دارالعلوم جاری فرمایا۔ مولانا محمد یوسف کے تعاون سے مسجد مولانا عبدالحکیم میں جامعہ عبدالحکیم قائم کیا اور علم دین کی اشاعت میں مصروف ہو گئے۔ آپ کی علمی شہرت نے طلباء کو جوق در جوق داخلہ لینے پر آمادہ کیا اور سینکڑوں تشنگان سیراب ہو کر نکلے۔ آج بھی آپ دارالعلوم جامعہ حنفیہ میں مسندِ تدریس پر فائز ہیں اور درسِ حدیث دیتے ہیں۔

دینی و ملی خدمات

حضرت مولانا محمد عالم نے ۱۹۵۳ء کی تحریکِ ختمِ نبوت میں بھرپور حصہ لیا؛ چنانچہ مارشل لاء حکام نے آپ کو گرفتار کر کے فوجی عدالت میں پیش کیا۔ کچھ عرصہ لاہور قلعہ میں زیرِ حراست رہے اور تحریک کے خاتمے پر رہا کر دیے گئے۔

۱۹۷۰ء کے انتخابات میں آپ نے جمعیت علماء پاکستان کے ٹکٹ پر سیالکوٹ سے قومی اسمبلی کا انتخاب لڑا۔ آپ جمعیت علماء پاکستان کے ضلعی صدر ہیں۔

۱۹۷۴ء کی تحریکِ ختمِ نبوت میں بھی آپ نے نمایاں کارنامے سرانجام دیے اور پچیس مرزائی آپ کے ہاتھ پر حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔[۱]

آپ محکمہ اوقاف سے منسلک ہو کر ڈسٹرکٹ خطابت کے عہدے پر فائز ہوئے اور پھر تحریکِ نظامِ مصطفےٰ پر اس خطابت کو قربان کر دیا۔[۲]

۱؎ روزنامہ نوائے وقت لاہور و روزنامہ مشرق لاہور ۱۹۷۴ء بحوالہ ضیائے حرم ختمِ نبوت نمبر دسمبر ۱۹۷۴ء ص ۱۲۱

۲؎ پیرزادہ علامہ محمد اقبال فاروقی، تذکرہ اکابرِ اہلِ سنت لاہور، ص ۳۴۸، ۳۴۹

۱۹۷۷ء میں جب تحریک نظامِ مصطفےٰ شروع ہوئی، تو آپ کو نام نہاد بم کیس میں گرفتار کر لیا گیا۔ رہا ہوتے ہی آپ نے جمعۃ المبارک کی نماز کے بعد ایک عظیم الشان جلوس کی قیادت کی۔ اس جلوس پر سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اس وقت کی حکومت نے فائرنگ کرائی بہت سے مسلمان شہید ہوئے اور مخالفین کی جانب سے ببانگِ دہل یہ اعلان کیا گیا کہ مولانا محمد عالم اور مفتی محمد مختار احمد بچ کر نہ جائیں، چنانچہ آپ کو گولیوں کا نشانہ بنایا گیا اور زخمی حالت میں ہسپتال میں داخل کر دیا گیا، لیکن آپ نے نظامِ مصطفےٰ کی خاطر ان تمام تکالیف کا خندہ پیشانی سے استقبال کیا۔[1]

آپ کو عوام و خواص میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ یکم رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ کو راقم اور مولانا عبدالستار نظامی، جامعہ نظامیہ رضویہ کے سالانہ جلسہ کے سلسلے میں سلطان الواعظین حضرت مولانا محمد بشیر صاحب کو دعوت دینے کوٹلی لوہاراں جا رہے تھے۔ سیالکوٹ سے ہم حضرت حافظ صاحب کے شریکِ سفر ہوئے۔ کوٹلی لوہاراں میں پہنچنے کے بعد حضرت علامہ کا استقبال دیدنی تھا۔ بچے، بوڑھے، مرد اور عورتیں سبھی جگہ جگہ کھڑے ہو جاتے اور سلام عرض کرتے۔[2]

بیعت

پہلے پہل حضرت مولانا نبی بخش حلوائی کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے اور آپ کے وصال کے بعد حضرت پیر فیض محمد قندھاری، مدفن تاندلیانوالہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔[3]

---

[1] یہ تمام کارروائی ملکی اخبارات میں آ چکی ہے اور اس واقعہ کے بعد سیالکوٹ میں کرفیو لگا دیا گیا تھا (مرتب)

[2] مرتب (محمد صدیق ہزاروی) کا ذاتی مشاہدہ

[3] پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی، تذکرہ علماء اہل سنت لاہور، ص ۳۴۸، ۳۴۹

تلامذہ

آپ سے کثیر التعداد تلامذہ نے اکتسابِ فیض کیا، تاہم چند مشہور تلامذہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ حضرت پیر ارشاد حسین ، چوراہی

۲۔ خطیبِ اہلِ سنت مولانا الٰہی بخش ، لاہور

۳۔ زینت القرا قاری غلام رسول ، لاہور

۴۔ حافظ محمد اشرف مجددی ، سیالکوٹ

۵۔ مولانا محمد ضیاء اللہ القادری ، سیالکوٹ

۶۔ مولانا عطاء المصطفےٰ جمیل ایم اے (گولڈ میڈلسٹ) (صاحبزادہ سلطان الواعظین مولانا محمد بشیر کوٹلی لوہاراں)

۷۔ صاحبزادہ غلام حیدر شاہ ، برادر میر محمد شفیع

۸۔ مولانا عبد السلام قدسی ، کوٹلی بہرام (مصنف علم خیر الانام)

۹۔ مولانا غلام مصطفےٰ ، مفتی آزاد کشمیر

۱۰۔ مولانا الطاف محی الدین (جامعہ اسلامیہ) وغیرہم

عمدۃ المدرسین مولانا محمد فرید رضوی، گوجرانوالہ

فاضل جلیل عمدۃ المدرسین حضرت ابوالریاض الحاج مولانا محمد فرید رضوی ہزاروی بن الحاج مولانا عبدالجلیل بن مولانا امیر غلام ۵ رشعبان ۱۳۵۶ھ/۱۱ اکتوبر ۱۹۳۷ء کو موضع جھار مضافات تربیلہ (ہزارہ) میں پیدا ہوئے۔ مشہور پٹھان قوم عیسیٰ خیل کے مورث اعلیٰ عیسیٰ خان آپ کے جد اعلیٰ تھے۔ ایک اور جد اعلیٰ عبدالرشید خان قندھار کے حاکم اعلیٰ ہو گزرے ہیں۔

آپ علمی و روحانی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ والد ماجد مولانا الحاج عبدالجلیل کے شب و روز تبلیغ دین میں گزرتے ہیں۔ آپ کے جد امجد کے حقیقی بھائی پیر طریقت علامہ امیر محمود اپنے علاقہ کے مرکز رشد و ہدایت ہیں، سینکڑوں طلباء نے ان سے اکتساب فیض کیا۔ نہایت سادہ منش اور پابند شریعت بزرگ ہیں۔ نہ صرف اپنی اولاد کو علوم دینیہ سے بہرہ ور کیا، بلکہ دامادی کے لیے بھی اصحاب علوم اسلامیہ کا انتخاب کیا۔

حضرت مولانا محمد فرید رضوی مدظلہ نے ابتدائی تعلیم بعض مساجد میں حاصل کی۔ پھر والد ماجد کی وساطت سے ہزارہ ڈویژن کے روحانی و علمی مرکزی دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ میں داخل ہوئے۔ مولانا قاضی حبیب الرحمٰن اور مولانا قاضی غلام محمود سے علمی استفادہ شروع کیا۔ اول الذکر حضرت علامہ قاضی عبدالسبحان کھلابٹی رحمۃ اللہ کے داماد اور آخر الذکر آپ کے صاحبزادہ ہیں۔ جب حضرت قاضی رحمۃ اللہ دارالعلوم میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے تشریف لائے، تو ان سے بھی علمی اکتساب کیا۔ ایک نہایت ہی محنتی اور مشفق استاد مولانا حافظ محمد یوسف سے بھی ابتدائی اسباق پڑھے۔ چار سال بعد جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد میں داخلہ لیا۔ دو سال بعد حضرت محدث اعظم رحمۃ اللہ حج پر تشریف لے گئے تو

مولانا محمد عزیز رضوی جامعہ نعیمیہ لاہور آگئے۔ یہاں آپ نے تقریباً سات سال کے عرصہ میں حضرت مولانا مفتی محمد حسین نعیمی کے زیر سایہ درس نظامی کی آخری کتب میر زاہد، ملا جلال، حمد اللہ، قاضی، شمس بازغہ وغیرہ، حضرت مولانا حسین امام، مولانا قاضی حبیب الرحمٰن اور مولانا قاضی عزیز الرحمٰن مردانوی سے پڑھیں۔ ہدایہ حضرت فقیہ العصر مفتی اعجاز ولی خاں رحمہ اللہ سے پڑھا۔ بخاری شریف کا درس مولانا مفتی محمد حسین نعیمی سے لیا۔ ان کے علاوہ کچھ اسباق حضرت مولانا مفتی عزیز احمد بدایونی سے بھی پڑھے۔

۱۹۵۹ء میں جامعہ نعیمیہ سے دستارِ فضیلت اور سندِ فراغت حاصل کی۔ ۱۹۶۰ء میں مدرسہ عربیہ انوار العلوم ملتان میں حضرت غزالیٔ زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی مدظلہ سے علم حدیث پڑھ کر سندِ فراغت اور دستارِ فضیلت حاصل کی۔

آپ نے تدریسی زندگی کا آغاز جامعہ گنج بخش لاہور سے کیا۔ یہ ادارہ حضرت مولانا مفتی اعجاز ولی خاں رحمۃ اللہ کی سرپرستی میں قائم کیا گیا تھا۔ یہاں آپ نے ابتدائی اور متوسط کتب پڑھائیں۔ دو سال جامعہ امینیہ گوجرانوالہ میں اور دو سال دار العلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور میں مسندِ تدریس پر فائز رہے۔

۱۹۶۶ء میں حضرت غزالیٔ زماں علامہ احمد سعید کاظمی مدظلہ کے ارشاد پر مدرسہ جامع العلوم خانیوال میں صدر مدرس کی حیثیت سے تدریسی فرائض انجام دینے شروع کیے۔ بندۂ ناچیز (محمد صدیق ہزاروی) نے ایک سال ہری پور اور دو سال خانیوال میں آپ سے علمی استفادہ کیا۔ آپ نہایت مشفق اور مہربان استاد ہیں۔ طالب علم کی علمی ضرورت ہی نہیں، بلکہ ہر قسم کی ضروریات کو پورا کرنا اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں۔ جس شفقت اور ہمدردی سے آپ نے بندہ کی تربیت فرمائی، وہ ناقابلِ فراموش احسان ہے۔

دو سال (۷۲-۱۹۷۱ء) جامعہ فضل العلوم ڈسکہ میں مدرس رہے اور اب عرصہ چھ سال سے جامعہ فاروقیہ رضویہ تعلیم القرآن گوجرانوالہ میں بطورِ صدر مدرس علومِ اسلامیہ کی

تدریس میں مصروف ہیں۔ دو دفعہ دورۂ حدیث بھی پڑھا چکے ہیں۔

دارالعلوم کی مسجد، جامع مسجد فاروقیہ میں خطابت کے فرائض بھی انجام دیتے ہیں۔ اس سے قبل شاہدرہ موڑ (لاہور) واہگہ موڑ، گوجرانوالہ شہر، نوشہرہ ورکاں، ہری پور ہزارہ، خانیوال، جہانیاں (ضلع ملتان)، اور جامع عمر ڈسکہ میں خطیب رہ چکے ہیں۔

آپ کی سیاسی وابستگی، سوادِ اعظم کی نمائندہ جماعت جمعیت علمائے پاکستان سے ہے۔ تحریکِ جمہوریت ۱۹۶۹ء میں آپ نے خانیوال میں بڑے بڑے جلوسوں کی قیادت کی، حالانکہ آپ جس دارالعلوم سے متعلق تھے، وہ محکمہ اوقاف کے زیرِ اہتمام ایک مسجد میں قائم تھا، لیکن آپ نے خطرات کی پروا کیے بغیر تحریک میں حصہ لیا۔ تحریکِ ختمِ نبوت ۱۹۷۴ء میں بھرپور حصہ لیا۔ گوجرانوالہ میں متعدد جلسوں میں لوگوں کو فتنۂ مرزائیت سے آگاہ کیا۔ تحریکِ نظامِ مصطفےٰ ۱۹۷۷ء میں آپ کی کارکردگی پر گوجرانوالہ کی تاریخ شاہد ہے۔ ایک دو کے علاوہ ہر جلوس کی قیادت میں شریک رہے اور بعض جلوسوں کی قیادت تو بلا شرکتِ غیرے کی۔

جمعۃ المبارک کی نماز کے بعد چوک گھنٹہ گھر سے مولانا الحاج ابوداؤد محمد صادق مدظلہٗ اور مولانا عبدالعزیز چشتی کے ہمراہ گرفتاری پیش کی۔ دو دن اور راتیں صدر تھانہ گوجرانوالہ میں رہے اور اس کے بعد رہائی ہوئی۔

خانیوال میں قیام کے دوران "انجمن اصلاح المسلمین" سے وابستگی رہی اور انجمن کے زیرِ اہتمام بڑی سرگرمی سے تبلیغی و اصلاحی کام کیے۔

خانیوال اور گوجرانوالہ میں متعدد بار بدعقیدہ لوگوں سے مناظرے ہوئے اور بفضلہٖ تعالیٰ کامیابی حاصل ہوئی۔ مولوی غلام اللہ (راولپنڈی) سے بحث ہوئی اور دیوبندی مکتبۂ فکر کے نورالحسن شاہ بخاری کو میدانِ مناظرہ سے بھگایا۔ خانیوال کے ایک مناظرہ میں دیوبندی عالم بے شمار کتابیں لے کر آئے، جبکہ حضرت استاذِ محترم کے پاس صرف

قصیدہ بردہ شریف تھا، لیکن آپ نے ابتدائی گفتگو میں ہی مخالفین کو میدان چھوڑنے پر مجبور کر دیا

فیاضِ مطلق نے آپ کو تدریسی اور تقریری خوبیوں کے علاوہ جوہرِ قلم سے سرفراز فرمایا ہے؛ چنانچہ آپ نے گوناگوں مصروفیات کے باوجود درجِ ذیل کتب تصنیف فرمائیں:

۱۔ صداقتِ میلاد بجواب حقیقتِ میلاد — مطبوعہ

۲۔ "حاضر و ناظر اور علم غیب" ملا علی قاری کی نظر میں — مطبوعہ

۳۔ اثبات الدعا بعد الجنازہ بجواب دعا بعد الجنازہ — غیر مطبوعہ

۴۔ رسالہ علمِ غیب — غیر مطبوعہ۔ ۵۔ ملا علی قاری اور سرفراز گکھڑوی

حضرت غزالیٔ زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی مدظلہ سے شرفِ تلمذ آپ کو پہلے ہی تھا۔ ۱۹۶۶ء میں آپ نے جامعہ اسلامیہ بہاول پور حاضر ہو کر سلسلۂ چشت میں شرفِ بیعت بھی حاصل کیا اور حضرت کی جانب سے بیعت کی اجازت (خلافت بھی مرحمت ہوئی)

۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء میں آپ کو جناب والد ماجد کی معیت میں حج بیت اللہ شریف اور گنبدِ خضریٰ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔

کثیر التعداد طلبار نے آپ سے علمی استفادہ کیا۔ چند مشہور تلامذہ یہ ہیں:-

۱۔ مولانا سید بشیر حسین شاہ، گوجرانوالہ

۲۔ مولانا خالد حسن مجددی، 〃

۳۔ مولانا سعید احمد مجددی، 〃

۴۔ مولانا گل احمد عتیقی، فیصل آباد

۵۔ مولانا صداقت علی

۶۔ مولانا قاضی محمد یوسف

۷۔ مولانا حافظ محمد علی

۸۔ مولانا قاری عبد الرزاق

۹۔ مولانا محمد حنیف اختر، خانیوال

۱۰۔ محمد صدیق ہزاروی، لاہور (مرتب)

روحانی اولاد کے علاوہ آپ کی چار صاحبزادیاں اور ایک صاحبزادہ مسمی محمد ریاض الرحمان ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اولاد کو صالح اور پابندِ شریعت بنائے اور علم دین سے بہرہ ور فرمائے۔[1]

---

[1] مکتوب حضرت استاذ محترم مولانا محمد غلام فرید رضوی، بنام مرتب مؤرخہ ۱۳ اپریل ۱۹۷۸ء

شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد محمود الوری، حیدر آباد

فاضلِ یگانہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد محمود الوری بن حضرت مولانا رکن الدینؒ بن حضرت فرید الدینؒ ۵ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ/ ۴-۱۹۰ء جمعۃ المبارک کی شب کو الور (ہندوستان) کے مقام پر پیدا ہوئے۔

آپ ایک علمی گھرانے کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ کے والد ماجد اور جد امجد رحمہما اللہ ممتاز علماء تھے[1]

آپ نے ابتدائی تعلیم گھر پر ہی اپنے والد ماجد اور جدِ امجد سے حاصل کی۔ فارسی میں گلستاں اور بوستاں اور عربی میں ہدایۃ النحو تک کتب پڑھنے کے بعد اجمیر شریف تشریف لے گئے۔ اجمیر شریف کے مدرسہ معینیہ عثمانیہ میں قطبی شرح جامی اور شافیہ وغیرہ کتب پڑھیں اور پھر دہلی کے مدرسہ عالیہ جامع مسجد فتح پوری میں پہنچے۔ یہاں آپ نے مولانا علامہ برکات احمد ٹونکی کے تلمیذ رشید مولانا عبد الرحمان سے کتبِ منطق، قطبی تک اور فلسفہ میں ہدیہ سعیدیہ کے علاوہ شرح وقایہ شرح جامی اور مختصر المعانی وغیرہ پڑھیں اور پھر بھوپال تشریف لے گئے۔ بھوپال کے مدرسہ احمدیہ میں آپ نے مولانا محمد حسن سے کتبِ احادیث مشکوٰۃ شریف ترمذی شریف، البخاری شریف اور مسلم شریف کا درس لیا۔ اس کے بعد دوبارہ اجمیر شریف حاضر ہوئے اور مدرسہ معینیہ عثمانیہ میں داخل ہو کر اصولِ فقہ، علمِ کلام، ادب، تفسیر اور کتبِ احادیث دوبارہ پڑھیں۔ علاوہ ازیں منطق کی بعض کتب اور علمِ ریاضی میں اقلیدس پڑھنے کے بعد یہاں سے بھی سندِ فراغت حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں جلیل القدر اکابر

---

[1] آپ کے والد ماجد مولانا رکن الدین رحمہ اللہ فقہ کی مشہور کتاب "رکن الدین" (اردو) کے مؤلف گزرے ہیں (مرتب)

اہل سنت کے نام آتے ہیں۔ مثلاً مولانا معین الدین رحمۂ اللہ، مولانا امجد علی رحمۃ اللہ، مولانا حضرت شاہ محمد مسعود کے فرزندارجمند وتلمیذ رشید مولانا عبدالمجید اور حضرت مفتی اعظم محمد مظہر اللہ خطیب شاہی مسجد فتح پوری دہلی۔ مؤخرالذکر سے آپ نے علم الفرائض میں سراجی پڑھی اور علم توقیت بھی حاصل کیا۔

آپ نے علوم عقلیہ ونقلیہ سے فراغت کے بعد دہلی کے حکیم جمیل الدین سے طب میں شرح مُوجز، کلیاتِ نفیسی، شرح حمیات القانون للشیخ الرئیس بوعلی سینا وغیرہ پڑھیں اور سندِ طب حاصل کی۔ حکیم جمیل الدین مشہور ومعروف طبیب حکیم اجمل کے استاد اور بانی طبیہ کالج دہلی حکیم عبدالمجید کے تلمیذ رشید تھے[۱]

سندِ طب کے حصول کے بعد آپ نے حکیم عبدالمجید کے صاحبزادے اور حکیم اجمل خان کے جانشین حکیم محمد ظفر خان دہلوی کے مطب میں عملی تجربہ کیا اور سندِ تجربہ حاصل کی۔

حضرت مولانا مفتی محمد محمود الوری تکمیلِ علوم اور سندِ فراغ کے حصول کے بعد ۱۳۴۵ھ میں واپس اپنے وطن مالوف تشریف لائے اور جامع مسجد الور میں چھ سات سال میں قرآن کریم کی تفسیر کا درس مکمل کیا۔ اس دوران آپ نے تفسیر کبیر علامہ رازی کا بالاستیعاب مطالعہ کیا۔

"۱۹۴۷ء میں تقسیمِ ہند کے وقت راجپوتانہ میں زبردست فسادات پھوٹ پڑے تھے؛ چنانچہ آپ کو چاروناچار الور چھوڑکر دہلی آنا پڑا۔ آپ کا عظیم کتب خانہ جو علمی نوادرات سے معمور تھا، فسادات کی نذر ہوگیا۔ دہلی میں قیام کیے ہوئے کچھ عرصہ نہ گزرا تھا کہ یہ سرزمین بھی فسادات کے شعلوں کی لپیٹ میں آگئی اور یہاں کی وسیع وعریض فضائیں مسلمانوں کے لیے تنگ ہوگئیں؛ چنانچہ آپ نے یہاں سے بھی ہجرت کی اور حیدرآباد (پاکستان) میں مستقل قیام فرمایا۔

---

[۱] آفتاب احمد قرشی، حکیم:

حیدر آباد کے محلہ ہیرا آباد میں آپ کے مکان کے قریب آزاد میدان کے نام سے ایک وسیع و عریض قطعہ تھا۔ آپ نے بسم اللہ کہہ کر اس میدان میں نماز باجماعت ادا کی۔ ان سجدوں کا یہ اثر ہوا کہ کچھ عرصہ بعد یہاں عارضی مسجد بن گئی۔ پھر ایک نیک دل انسان حاجی محبوب الٰہی مرحوم نے زرِ کثیر صرف کر کے شاندار مسجد تعمیر کرادی، جو اب جامع مسجد آزاد میدان کے نام سے مشہور ہے۔ آپ نے کچھ عرصہ حیدر آباد کی مرکزی مساجد، مسجد مائی خیری اور مدینہ مسجد میں بھی درسِ قرآن کریم دیا جس نے قبولِ عام شرف حاصل کیا۔ جامع مسجد آزاد میدان میں آپ نے ایک دار العلوم رُکن الاسلام جامعہ مجددیہ کے نام سے قائم کیا، جہاں علومِ عقلیہ و نقلیہ کے علاوہ فنِ تجوید و قرأت کا بھی اہتمام ہے۔

آپ کا بیشتر وقت خدمتِ خلق میں گزرتا ہے، لیکن اس کے باوجود آپ نے مندرجہ ذیل کتب تحریر فرمائی ہیں:

۱۔ مصباح السالکین فی احوال رُکن الملت والدین			مطبوعہ
۲۔ رُکن دین	حصہ تیسرا	کتاب الصیام	"
۳۔ رُکن دین	حصہ چوتھا	کتاب الحج	"
۴۔ رُکن دین	حصہ پانچواں	کتاب الزکوٰۃ	غیر مطبوعہ
۵۔ خلاصہ مثنوی			"

حضرت مفتی صاحب دورانِ تعلیم ہی اپنے والد ماجد قدس سرہٗ العزیز سے بیعت ہو گئے تھے، لیکن طلبِ علم اور شوقِ مطالعہ نے حضرت مرحوم کی روحانی مجالس میں شرکت کا موقع نہ دیا۔ تحصیلِ علم سے فراغت کے بعد بھی یہی حال رہا؛ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت مرحوم نے آپ سے فرمایا:

"علم دو قسم کے ہوتے ہیں۔ علمِ سفینہ اور علمِ سینہ۔ تم نے علمِ سفینہ (علم کتابی) تو حاصل کیا ہے، مگر یاد رکھو کہ علمِ سینہ کتابوں سے نہیں ملتا، صحبتِ اہل اللہ سے حاصل ہوتا ہے،

اس پُرتاثیر نصیحت کا حضرت مفتی صاحب پر پورا پورا اثر ہوا اور مجلس اقدس میں حاضر ہونے لگے۔ مکتوبات امام ربانی حضرت والد ماجدؒ سے پڑھنا شروع کر دیے۔ دس سال تک مجاہدات وریاضت اور روحانی تربیت کے بعد ۸ شوال المکرم ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء کو والد ماجد و مرشد گرامی نے ہر سہ سلاسل میں اجازت مرحمت فرمائی اور مسندِ خلافت و جانشینی سے سرفراز فرمایا۔

حضرت مفتی محمد محمود الوری نے اپنی زندگی بے نیازانہ گزاری ہے۔ مخلوق خدا کی بے لوث خدمت میں ہمہ وقت مصروف رہتے ہیں۔ اپنے علم وفضل، اپنی روحانیت اور اپنے کمالِ طبابت سے جس طرح بھی ممکن ہو، خلق خدا کی خدمت فرماتے ہیں۔

لہ مولانا حافظ محمد اشرف مجددی، ناشر رکن الدین حصہ چہارم ص ۹، مطبوعہ مکتبہ نعمانیہ اقبال روڈ سیالکوٹ

فاضل نوجوان مولانا محمد منشا تابش قصوری، مُریدکے

ادیب شہیر حضرت مولانا محمد منشاء تابش قصوری (سیالوی) بن جناب میاں اللہ دین ۱۳۶۳ھ/۱۹۴۴ء کو موضع ہری ہر ضلع قصور میں پیدا ہوئے۔

قرآن پاک گھر پر پڑھا اور مڈل تک اردو تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۵۶ء ہائی سکول گنڈا سنگھ والہ میں داخلہ لیا اور میٹرک کیا۔

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد عمر اچھروی اور مقرر خوش بیان حضرت مولانا محمد شریف نوری رحمہما اللہ کی تقریروں سے علمِ دین حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا جو آپ کو کشاں کشاں بصیر پور لے گیا۔

۱۳۷۷ھ میں آپ دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور میں داخل ہوئے اور آٹھ سال تک فقیہِ اعظم الحاج مولانا محمد نور اللہ نعیمی مدظلّہ، حضرت مولانا محمد باقر ضیاء اور حضرت مولانا صاحبزادہ محمد نصر اللہ نوری سے درس نظامی کی کتب متداولہ پڑھنے اور درسِ حدیث لینے کے بعد ۱۳۸۵ھ میں سندِ فراغت حاصل کی۔ اس موقعہ پر مولانا ضیاء القادری بدایونی نے مرصع نظم کہی جس کا مقطع یہ ہے ؎

منشائے محمد کو منشائے خدا سمجھا!
تاریخ ضیاء کہیئے، ابرارِ شریعت آ
۱۳۸۵ھ

حضرت مولانا تابش قصوری شاعر بھی ہیں اور شاعری میں آپ نے مولانا ضیاء القادری کی شاگردی کی۔

مولانا تابش قصوری نہایت مخلص مستعد اور باعمل عالم ہیں، مسلکِ اہلِ سنت کی خدمت کا جذبہ اور تڑپ آپ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔

ملکی رسائل وجرائد میں آپ کے نہایت تحقیقی مضامین چھپتے ہیں۔ ان مضامین کے علاوہ آپ نے بہت سی کتب ورسائل بھی تحریر کیے۔ چند ایک یہ ہیں :

۱۔ محمد "نور"، ۲۔ تذکرۃ الصدیق، ۳۔ انوار الصیام، ۴۔ گنجِ شکر، ۵۔ اظہارِ حقیقت

۶۔ تصحیح کنز الایمان مع خزائن العرفان وترتیب مطالب القرآن (مطبوعہ چاند کمپنی)

۷۔ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کا تاریخی جائزہ

۸۔ تحریکِ نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

۹۔ تذکرہ حضرت محدثِ اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد رحمہ اللہ

آپ کی کوششوں سے زلزلہ اور کربلا کا مسافر پاکستان میں چھپا اور باغی ہندوستان کی طباعت میں حضرت مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری لاہور کی معاونت کی۔

آپ نے مریدکے میں مکتبہ اشرفیہ قائم کیا۔ علاوہ ازیں مکتبہ قادریہ لاہور کے قیام میں بھی آپ کا تعاون شامل ہے۔ مولانا تابش جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے شعبہ تصنیف وتالیف کے ناظم ہیں اور جامع مسجد فردوس ٹبّہ نزد مریدکے میں تبلیغ دین کے فرائض بھی سرانجام دیتے ہیں۔ مرکزی انجمن حزب الرحمان بصیر پور کے نائب رہ چکے ہیں اور ماہنامہ نور الحبیب کی اشاعت میں آپ کی کاوشوں کو بڑا دخل ہے۔

۱۹۷۱ء میں آپ نے شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔

۱۹۷۳ء میں مولانا تابش حج بیت اللہ کی سعادتوں سے بہرہ ور ہوتے اور مسجدِ نبوی میں بیٹھ کر اپنے استاذِ محترم مولانا محمد نور اللہ بصیر پوری سے دوبارہ دورۂ حدیث کیا اور گنبدِ خضریٰ کے سامنے دستارِ فضیلت حاصل کی۔ ۱۹۸۱ء میں آپ کو دوبارہ یہ سعادت نصیب ہوئی۔

لہ محمد اقبال فاروقی پیرزادہ : تذکرہ علمائے اہلِ سنت و جماعت لاہور ص ۴۰۸، ۴۰۹ (باستثنا چند باتوں کے)

فقیہِ اعظم مولانا الحاج ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی، بصیرپور

استاذ الاساتذہ فقیہِ اعظم حضرت مولانا الحاج ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی بن حضرت مولانا الحاج ابوالنور محمد صدیق چشتی علیہ الرحمہ (م ۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۱ء) بن حضرت مولانا احمد دین علیہ الرحمہ (م ۱۹۴۲ء) دیپالپور (ساہیوال) کے ایک مشہور قصبے سوجیکے میں ۱۶ رجب المرجب ۱۳۳۲ھ / ۲۲ جون ۱۹۱۴ء کو پیدا ہوئے۔

آپ کا تعلق ارائیں خاندان کے ایک علمی و روحانی گھرانے سے ہے جو نسلاً بعد نسل علوم اسلامیہ کا امین چلا آرہا ہے۔

آپ نے قرآن پاک، فارسی، صرف اور نحو کی تعلیم اپنے والد ماجد اور جدِ امجد سے حاصل کی۔ پھر علوم متداولہ کی تحصیل کے لیے ۱۳۴۵ھ میں مدرسہ عربیہ مفتاح العلوم گھمنڈ پور میں داخل ہوئے۔ جہاں چھ سال کا عرصہ محقق دوراں حضرت مولانا الحاج فتح محمد صاحب محدث بہاول نگری علیہ الرحمۃ (م ۱۳۸۹ھ / ۱۹۶۹ء) سے اکتسابِ فیض کر کے متعدد علوم و فنون میں مہارت حاصل کی۔

۱۳۵۱ھ میں مرکزی دار العلوم حزب الاحناف لاہور میں داخل ہوئے، جہاں امامِ اہل سنت حضرت مولانا الحاج سید ابو محمد محمد دیدار علی شاہ محدثِ اعظم الوری رحمہ اللہ (م ۱۳۵۴ھ / ۱۹۳۵ء) اور حضرت مفتئ اعظم پاکستان حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری رحمہ اللہ سے علم حدیث کی تعلیم پائی۔ دورۂ حدیث کی جماعت میں آپ کو ایک امتیازی مقام حاصل تھا۔ ۲۳ نومبر ۱۹۳۳ء / ۱۶ شعبان المعظم ۱۳۵۲ھ کو آپ نے مرکزی دار العلوم حزب الاحناف لاہور سے سندِ فراغت اور دستارِ فضیلت حاصل کی۔ امامِ اہل سنت

نے آپ کو خصوصی سندات بھی عطا فرمائیں اور "ابوالخیر" کی کنیت سے نوازا۔ جبکہ مفتی اعظم پاکستان حضرتِ مولانا ابوالبرکات سیّد احمد قادری مدظلہ نے بعد میں آپ کو فقیہِ اعظم کے لقب سے نوازا۔

آپ نے اپنی عملی زندگی کا آغاز درس وتدریس سے فرمایا۔ ۱۳۵۲ھ سے ۱۳۵۶ھ تک موضع واسوسالم میں تدریسی خدمات انجام دیں، البتہ ۱۳۵۴ھ میں تقریباً ایک سال کے لیے مولانا محمد اکبر چشتی بصیر پوری کے مدرسہ میں بصیرپور میں مسندِ تدریس پر فائز رہے، چونکہ آپ کی خداداد صلاحیتیں اعلیٰ تعمیری کام کی متقاضی تھیں، اس لیے آپ نے دیبال پور ایسے جہالت زدہ علاقے میں مدرسہ فریدیہ کے نام سے ۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۸ء میں ایک دارالعلوم کی بنیاد رکھی، جہاں علمی ذوق رکھنے والے آمدورفت کی سہولتوں کے فقدان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے جوق درجوق آنا شروع ہوئے؛ چنانچہ آپ کی قابلیت اور پُرتاثیر شہرہ کی بنا پر روز بروز طلباء کی تعداد بڑھتی گئی۔

۱۳۶۳ھ/ ۱۹۴۴ء میں آپ نے اسی مقام پر بخاری شریف سے دورۂ حدیث کا آغاز فرمایا۔

چونکہ طلباء کی تعداد دن بدن بڑھتی جارہی تھی، اس لیے آپ نے مدرسہ کو عظیم الشان دارالعلوم کی شکل میں منتقل کرنے کا مصمم ارادہ فرماتے ہوئے ساہیوال کے ایک مشہور قصبہ بصیرپور کا انتخاب کیا۔

۱۳۶۴ھ/ ۱۹۴۵ء میں دارالعلوم فریدیہ، فریدیہ پور سے بصیرپور منتقل ہوگیا اور یہاں یہ دارالعلوم "دارالعلوم حنفیہ فریدیہ" کے نام سے اپنی منزل کی طرف گامزن ہوا۔ دارالعلوم کی تعمیر وتاسیس سے عروج وارتقاء کے مرحلے طے کرنے میں آپ کو بڑے صبر آزما امتحان سے گزرنا پڑا، مگر آپ نے صبر واستقامت سے ہر آزمائش کا مقابلہ کیا اور دارالعلوم کو نازک ترین لمحات میں ترقی کی راہ پر ہی چلاتے ہوئے نظر آئے۔

ابتدا میں چار کچے کمرے بنائے گئے اور نماز کے لیے ایک قطعۂ زمین پر چھپر ڈال کر مسجد بنائی گئی۔ بعد ازاں مختلف مراحل طے کرتا ہوا دارالعلوم اس مقام پر پہنچ چکا ہے کہ آج پاکستان کے عظیم الشان مرکز کی حیثیت سے اپنا نام پیدا کر چکا ہے۔

پچاس سے زائد پختہ کمرے، متعدد برآمدے اور درس گاہیں، دوسری منزل پر چند کمروں کے علاوہ وسیع و عریض ہال کی صورت میں دارالحدیث آپ کے جذبۂ عشق رسول کی عملی تصویر پیش کر رہا ہے۔

اور اب نہایت ہی خوبصورت جامع مسجد جو زیارت کے قابل ہے، ۱۳۶۸ھ/۱۹۴۹ء سے ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۸ء تک جس کی تعمیر کا کام مسلسل جاری رہا۔ اپنی دل آویز اور خوبصورتی میں ایک منفرد شان رکھتی ہے۔

حضرت فقیہِ اعظم نے باوجود تدریسی انہماک کے سیاسی طور پر اہم خدمات انجام دیں۔ تحریکِ پاکستان میں اہلِ سنّت و جماعت کے تمام مشائخ و اکابر علماء کے ہمراہ مسلم لیگ کی بھرپور حمایت کی۔

اپنے پیر و مرشد حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ کے مشن کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کی خاطر نمایاں کردار ادا کیا۔ یہاں تک کہ بزرگانِ دین اور علماءِ اہلِ سنّت کی مساعئ جمیلہ سے دُنیا کے نقشے پر ایک نظریاتی اسلامی ملک کا قیام عمل میں آگیا۔ جہادِ کشمیر میں غازئ کشمیر حضرت مولانا علامہ ابوالحسنات قادری علیہ الرحمہ کا ساتھ دیا۔

تحریکِ ختمِ نبوت ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء میں خصوصیت سے حصہ لیا اور قید و بند کی صعوبتوں کو خندہ پیشانی سے قبول کرتے ہوئے ساہیوال جیل میں اپنے والد ماجد حضرت مولانا ابوالنور محمد صدیق اور اپنے اکابر تلامذہ حضرت مولانا ابوالضیاء محمد باقر نوری اور حضرت مولانا ابوالنصر منظور احمد ہاشمی وغیرہما کے ساتھ قید ہوتے۔ آپ کو ایک سال قید بامشقت کی سزا سنائی گئی، مگر تین ماہ بعد رہا کر دیے گیے۔

۱۹۷۴ء میں جب سانحۂ ربوہ کے باعث تحریکِ ختمِ نبوت کا آغاز ہوا، تو آپ نے تحفظ ناموسِ رسالت کا نعرہ بلند کرتے ہوئے تحریک میں ناقابلِ فراموش کردار کا مظاہرہ کیا۔
۷ مارچ ۱۹۷۷ء میں ہونے والے انتخابات میں جمعیت علماء پاکستان کے نمائندہ کی حیثیت سے قومی اتحاد کے ٹکٹ پر آپ نے نظامِ مصطفیٰ کے نفاذ اور مقامِ مصطفیٰ کے تحفظ کی خاطر انتخاب میں حصہ لیا۔ ملک کے دوسرے مقامات کی طرح یہاں بھی اس وقت کی حکومتی پارٹی (پیپلز پارٹی) نے دھاندلی سے کام لیا اور آپ کے مقابل کو کامیاب قرار دے دیا گیا۔ جب انتخابات میں دھاندلی کے خلاف تاریخ کی بے مثال تحریک شروع ہوئی تو اس تحریکِ نظامِ مصطفیٰ میں آپ نے بھرپور حصہ لیا۔ ۲۳ مارچ ۱۹۷۷ء کو ایک جلوس کی قیادت کرتے ہوئے آپ نے گرفتاری پیش کی۔ آپ کو رہا کرنے کی متعدد کوششیں ہوئیں، مگر آپ نے رہا ہونے سے انکار کر دیا؛ چنانچہ جب تک تحریک جاری رہی۔ آپ سنٹرل جیل ساہیوال میں رہے اور جیل کے اندر بھی اپنے مشن کو جاری رکھتے ہوئے درسِ قرآن کریم کے علاوہ بخاری شریف بھی متعدد قیدی طلباء و علماء کو پڑھاتے رہے۔

۱۹۶۰ء میں آپ نے پہلی بار حج و زیارت کی سعادتِ عظمیٰ حاصل کی اور پھر بارگاہِ رسالت سے ایسا کوئی کرم ہوا کہ بار بار حج و زیارت کی نعمت سے سرفراز ہوتے رہے۔ آٹھ مرتبہ حج و زیارت اور دو مرتبہ عمرہ شریف اور مدینہ طیبہ میں جانے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔ اس طرح آپ دس مرتبہ حرمین شریفین (زادہما اللہ شرفا) جا چکے ہیں۔
دورۂ حدیث کے دوران آپ نے اکثر گنبدِ خضراء کے سائے میں احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پڑھانے کی آرزو کا اظہار کیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس آرزو کو پورا فرمایا۔ دو تین مرتبہ آپ روضۂ پاک کے سامنے درسِ قرآن دینے اور بخاری شریف کا دورہ پڑھانے کی نعمت حاصل کر چکے ہیں۔

آپ کو صدر الافاضل حضرتِ علامہ مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ سے بیعت کا شرف حاصل ہوا اور مرشد نے عین آپ کی خواہش کے مطابق درس و تدریس اور خدمتِ قرآن و حدیث کا وظیفہ دیا۔

درس و تدریس، وعظ و تبلیغ اور سیاسی مصروفیات کے باوجود آپ نے میدانِ تحریر میں معتد بہ حصّہ لیا، چنانچہ آپ کی تصنیفات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ فتاویٰ نوریہ (چار جلد مکمل، پانچواں زیرِ تکمیل) اوّل، دوم مطبوعہ باقی زیرِ طباعت
۲۔ مکبّر الصوت
۳۔ حدیث الحبیب
۴۔ فئ الزوال (عربی)
۵۔ نعمائے بخشش (نعتیہ دیوان)
۶۔ نور القوانین (مجموعہ قواعد منظوم بزبان پنجابی)
۷۔ حُرمتِ زاغ
۸۔ مسئلۂ سایہ
۹۔ روزہ اور ٹیکہ
۱۰۔ ابداء البشریٰ بقبول الصلوٰۃ فی الضحوۃ الکبریٰ
۱۱۔ نورِ نعیمی (یہ تمام مطبوعہ ہیں)

غیر مطبوعہ میں ایک نعتیہ دیوان عربی، فارسی، پنجابی اور اُردو پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ بخاری شریف اور مسلم شریف پر حواشی لکھے۔

فقیہِ اعظم حضرت مولانا محمد نور اللہ نعیمی کی چار صاحبزادیاں اور تین صاحبزادے ہیں۔ صاحبزادوں کے اسماء گرامی یہ ہیں:

۱۔ حضرت مولانا الحاج ابو الفضل محمد نصر اللہ نوری

۲- مولانا الحاج ابوالعطا محمد ظہور اللہ نوری

۳- حضرت مولانا الحاج محمد محب اللہ [1]

آپ کے تلامذہ کا حلقہ کافی وسیع ہے، تاہم چند مشہور تلامذہ یہ ہیں:

۱- مولانا محمد باقر نوری، مدرّس جامعہ حنفیہ فریدیہ بصیر پور

۲- مولانا صاحبزادہ محمد نصر اللہ رحمۃ اللہ

۳- مولانا عبدالعزیز، مہتمم دارالعلوم غوثیہ، حویلی لکھا، ساہیوال

۴- مولانا محمد شریف نوری علیہ الرحمہ

۵- مولانا احمد علی قصوری، جمعیت علماء پاکستان

۶- مولانا ابوالنصر منظور احمد شاہ، مہتمم جامعہ فریدیہ ساہیوال

۷- مولانا شبیر احمد ہاشمی، بورے والا

۸- مولانا علی محمد نوری، وہاڑی

۹- مولانا محمد منشا تابش قصوری، ناظم شعبۂ تصنیف و تالیف جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

---

[1] محمد منشا تابش قصوری "تعارف فقیہ اعظم" فتاویٰ نوریہ جلد دوم، انجمن حزب الرحمان بصیر پور

اُستاذ العلماء علامہ مولانا محمد مہر الدین جماعتی، لاہور

استاذ العلماء امام الادب والفنون شیخ الحدیث علامہ مولانا مہر الدین بن چودھری روشن دین ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۱ء میں ضلع امرتسر کے موضع خاصہ کے مقام پر ایک زمیندار راجپوت گھرانے میں پیدا ہوئے۔

ابھی آپ کی عمر سوا سال تھی کہ والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا۔ موضع لباں والا کے سکول میں ابھی چار جماعتیں ہی پڑھنے پائے تھے کہ نو سال کی عمر میں والد ماجد کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا۔ بھائیوں کے ساتھ مل کر کاشت کاری کا سلسلہ شروع کیا اور ساتھ ہی قرآن مجید بھی پڑھنے لگے۔ ابھی ایک پارہ قرآن پاک کا پڑھا تھا کہ بڑے بھائی چودھری فضل دین بھی انتقال فرما گئے۔ اٹھارہ سال کی عمر میں ایک بھائی اور بہنوئی کے ساتھ مل کر زمینداری کا سلسلہ چلاتے رہے اور پھر دو سال محکمۂ راشن کے ساتھ منسلک رہے۔ اس طرح اس نادرِ روزگار شخصیت کی عمر کے بیس سال یوں ہی گزر گئے جس کو اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم مقصد کے لیے تخلیق فرمایا تھا اور جس نے بقول مولانا غلام مہر علی اپنے دور کا ابن حجر عسقلانی بننا تھا۔[1]

عمر کی بیس منزلیں طے کرنے کے بعد آپ کی زندگی میں انقلاب آنا شروع ہو گیا اور آپ کے دل میں قرآن پاک کے معانی و مطالب کے حصول کا ذوق اس قدر پیدا ہوا کہ آپ ۱۹۲۱ء میں ملازمت ترک کر کے مرجع چشت حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ (اجمیر شریف) میں پہنچ گئے تھے، لیکن اجنبیت کی وجہ سے دل نہ جما اور واپس تشریف لے آئے۔

---

[1] غلام مہر علی مولانا: الیواقیت المہریہ، ص ۱۳۰

واپسی پر حضرت مولانا صوفی غلام رسول سے موضع بوچھل ضلع امرتسر میں قرآن مجید پڑھا مدرسہ کریمیہ جالندھر میں مولانا محمد عبداللہ اور مولانا عبدالاحد سے ابتدائی علوم کی تحصیل کی پھر جامعہ فتحیہ اچھرہ لاہور میں بعض فنون کی کتب مولانا محمد ابراہیم، مولانا حبیب اللہ اور مولانا محمد چراغ سے پڑھیں۔ معقولات کی کتب حضرت مولانا مہر محمد سے جامعہ فتحیہ ہی میں پڑھیں۔

صحاح ستہ کا درس دارالعلوم حزب الاحناف میں محدث اعظم حضرت مولانا سید ابو محمد دیدار علی شاہ رحمہ اللہ اور مفتی اعظم مولانا ابوالبرکات سید احمد رحمۃ اللہ سے لیا اور یہیں سے ۱۹۲۹ء میں سندِ فراغت و دستارِ فضیلت حاصل کی۔

حزب الاحناف میں تعلیم کے دوران آپ نے مولانا حبیب شاہ سے کتب طب موجز القانون اور قانونچہ کا درس لیا اور ۱۹۵۴ء میں دارالعلوم طبِ جدید مشرق شاہدرہ لاہور سے افتخار الاطباء کی سند حاصل کی۔

فراغت کے بعد آپ نے مختلف مقامات پر علومِ اسلامیہ کا فیض جاری فرمایا۔ ایک سال مدرسہ کوٹ فیصل آباد میں مسندِ تدریس پر فائز رہے۔ تین سال جامعہ نعمانیہ لاہور (پہلی مرتبہ) تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے۔ دو سال مسجد شکر خان، احمد آباد (دیوپی) اور دس سال دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں علومِ اسلامیہ کے پیاسوں کی تشنگی دور فرماتے رہے۔ ۱۹۴۶ء میں دوبارہ جامعہ نعمانیہ سے منسلک ہوئے، لیکن منتظمین کی بے توجہی کی وجہ سے جامعہ کو چھوڑ کر نیویں مسجد (نیا بازار) میں مدرسہ لاثانیہ قائم کیا۔ چار سال بعد حالات کی ناسازگاری کی وجہ سے مدرسہ کراؤن چوک بیرون موچی دروازہ کی مسجد میں منتقل کر دیا۔

علاوہ ازیں ایک سال برکات العلوم مغلپورہ اور ایک سال جامعہ حنفیہ قصور میں بھی پڑھاتے رہے۔

مذکورہ بالا مدارس کے علاوہ آپ نے گجرات میں پیر ولایت شاہ کے مدرسہ، شیخوپورہ میں جامع مسجد کے درس اور مدرسہ غوثیہ شیخوپورہ میں بھی تدریس فرمائی۔ لاہور میں شاہ ابوالمعالی

مسجد راجپوتاں قلعہ گوجر سنگھ اور مولانا نبی بخش حلوائی رحمہ اللہ کے مدرسہ میں بھی تعلیم دیتے رہے ۱۹۶۹ء میں چاہ میراں میں ایک دارالعلوم جامعہ امینیہ کی بنیاد رکھی۔[1]

علاوہ ازیں آپ نے چند مساجد بھی تعمیر کرائیں، مثلاً مسجد غوثیہ قلعہ گوجر سنگھ مسجد شاہ ابو المعالی کے بعض کمرے اور مینارہ جدید ضلع جہال پور تیسری مرتبہ دارالعلوم انجمن نعمانیہ سے متعلق ہوئے اور کچھ عرصہ درس حدیث دیا اور پھر ۱۹۷۵ء سے ۱۹۷۷ء تک جامعہ نظامیہ رضویہ (لاہور) میں شیخ الحدیث کے فرائض سر انجام دیتے رہے۔[2]

استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا مہر الدین یگانہ روزگار مدرس اور بلند پایہ محقق ہیں؛ چنانچہ آپ نے تدریسی امور کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ چند بلند پایہ تحقیقی کتب بھی سپرد قلم کیں جو حسب ذیل ہیں:

۱۔ تسہیل المبانی شرح مختصر المعانی[3] (علم معانی و بیان کی درسی کتاب مختصر المعانی کی شرح)

۲۔ فیصلہ شرعیہ بر حرمت تعزیہ (محرم کے دنوں میں شیعوں کے تعزیہ نکالنے کی حرمت کا ثبوت)

۳۔ حل قطبی (غیر مطبوعہ) (منطق کی درسی کتاب قطبی کی اردو شرح)

۴۔ مسائل رمضان

۵۔ حیات عیسیٰ علیہ السلام

۶۔ الندا بحرف الیاء

۷۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھنے کا جواز

---

[1] پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی (تذکرہ علماء اہل سنت لاہور ۲۴۶، ۲۴۷)

[2] مرتب (محمد صدیق ہزاروی) جامعہ نظامیہ رضویہ میں آپ کے ابتدائی شاگردوں میں سے ہیں۔

[3] یہ کتاب نہایت بلند پایہ تحقیقی کتاب ہے اور اب دینی کتب خانہ اردو بازار کی طرف سے چھپ چکی ہے (مرتب)

۸۔ مسائل شب برات
۹۔ ردِ خاکسار
۱۰۔ مسئلہ شفاعت

مدرسہ اسلامیہ (ہرسہ کوٹ ضلع فیصل آباد) میں تدریس کے دوران آپ نے پیرِ طریقت امیرِ ملت حافظ جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔

آپ ۱۹۷۳ء میں حج بیت اللہ شریف و زیارت روضۂ رسول علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے مشرف ہوئے۔

درایں اثنا مکہ معظمہ کے شیخ الحرم مفتی سعودیہ محمد سلیمان حنیفی اور ناظمِ اعلیٰ اوقاف سعودیہ جناب عبدالحمید سے علماء و عوام کے ایک جمِ غفیر کی موجودگی میں آپ نے مختلف فیہا مسائل پر بحث بھی کی۔ ترجمانی کے فرائض علامہ عبدالمصطفےٰ الازہری نے سرانجام دیے۔[1]

آپ نہایت سادہ طبیعت، مخلص اور خلیق انسان ہیں۔ آپ کو دیکھ کر اسلاف کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ بڑا ہو یا چھوٹا ہر ایک کے ساتھ نہایت شفقت کا سلوک فرماتے ہیں۔ دینِ اسلام اور مذہب اہل سنت کا دُرد رکھتے ہیں۔ اسلام کے خلاف آواز اُٹھے، تو آپ آبدیدہ ہو جاتے ہیں۔ کہیں سے سربلندیِ اسلام کی بات سُنیں، تو چہرے پر خوشی کے آثار نمایاں ہو جاتے ہیں۔ آپ کی شخصیت لائقِ زیارت ہے۔ اس بڑھاپے کی عمر میں بھی چہرہ باطنی پاکیزگی و روحانی صفائی کی بنا پر نورانیت سے جگمگاتا نظر آتا ہے۔ بڑھاپے کے اس عالم میں بھی اکثر پیدل چلتے ہیں، حالانکہ شہر میں ہر قسم کی سواری کی سہولت میسر ہے۔

اگرچہ آپ کی جسمانی طور پر اولاد تو صرف ایک صاحبزادی صاحبہ ہیں، لیکن روحانی

---

[1] یہ بات حضرت قبلہ استاذِ محترم نے دورانِ تدریس بیان فرمائی (محمد صدیق ہزاروی)

طور پر آپ کثیر الاولاد ہیں۔ سینکڑوں کی تعداد میں علوم اسلامیہ کے شائقین نے آپ سے اکتساب فیض کیا اور تبلیغ میں مصروف ہو گئے۔ (مرتب کو بھی آپ سے تلمذ کا شرف حاصل ہے۔

چند مشہور تلامذہ کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱۔ سلطان الواعظین ابوالنور مولانا محمد بشیر، کوٹلی لوہاراں

۲۔ مولانا غلام دین رحمہ اللہ، خطیب لوکو شیڈ، لاہور

۳۔ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی، مہتمم جامعہ نظامیہ لاہور

۴۔ مولانا محمد سعید احمد نقشبندی، خطیب دربار حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ

۵۔ مولانا مظفر اقبال رضوی، لاہور

۶۔ مولانا سید مزمل حسین شاہ [۱]

---

[۱] علامہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی: تذکرہ علماء اہل سنت ص ۲۴۷

عمدۃ المدرسین مولانا محمد یوسف تونسوی، ملتان

صاحبِ علم وعمل اور تجربہ کار مدرس حضرت مولانا محمد یوسف تونسوی بن حضرت مولانا محمد اسحاق تونسوی، بسال شریف ضلع اٹک میں پیدا ہوئے۔ اِس وقت (۱۹۷۸ء میں) آپ کی عمر پینتالیس سال ہے۔ آپ کے والد ماجد جید عالم دین اور بلوچی شاعر ہیں۔

آپ کا آبائی وطن ضلع لورالائی ہے جہاں سے آپ کے والد ماجد بسال شریف اور پھر تونسہ شریف منتقل ہو گئے۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ بچپن میں آپ (مولانا محمد اسحاق) بکریاں چرا رہے تھے کہ ادھر سے حضرت خواجہ امیر احمد رحمۃ اللہ (بسال شریف) کا گزر ہوا۔ کسی نے بتایا کہ یہ لڑکا بلوچی زبان میں شعر کہتا ہے اور حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ کی تعریف میں بھی اس نے شعر کہے ہوئے ہیں، چنانچہ جب آپ نے شعر سنایا تو خواجہ امیر احمد رحمۃ اللہ نے آپ کے لیے دعا فرمائی اور اپنے ساتھ بسال شریف لے گئے جہاں آپ نے علوم دینیہ حاصل کیے اور ایک جید عالم دین بن گئے۔ مدت دراز تک بسال شریف میں اور پھر چالیس سال کا عرصہ تونسہ شریف میں پڑھاتے رہے اور آج کل (۱۹۷۸ء میں) نواب پور ضلع ملتان کے مدرسہ عربیہ غوثیہ میں پڑھا رہے ہیں۔

حضرت مولانا محمد یوسف تونسوی نے ابتدائی کتب بسال شریف میں اپنے والد ماجد سے پڑھیں اور ان کی عدم موجودگی میں مولانا اللہ بخش بلوچ (آپ کے والد کے شاگرد) سے پڑھتے رہے۔ باقی تمام کتب مدرسہ محمودیہ تونسہ شریف میں حضرت مولانا ظفر محمد اور حضرت مولانا عبد الستار بہلانی (دار الامام پور کے فارغ) سے پڑھ کر فراغت حاصل کی۔
آپ نے تدریسی زندگی کا آغاز شاہ دین صدر ضلع ڈیرہ غازی خان سے کیا۔ ایک

سال جامع العلوم خانیوال ایک سال مدرسہ عربیہ سراج العلوم خان پور اور چند ماہ انوار القرآن ملتان میں پڑھاتے رہے اور اب تقریباً سولہ سترہ سال سے اہل سنت وجماعت کی مرکزی درس گاہ مدرسہ عربیہ انوار العلوم ملتان میں علوم اسلامیہ کی تدریس میں مصروف ہیں۔ آپ نے چند سال نیو سنٹرل جیل ملتان میں جمعہ پڑھایا اور اب کئی سالوں سے مظفر گڑھ میں خطبۂ جمعہ ارشاد فرماتے ہیں۔

تحریک نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (۱۹۷۷ء) میں آپ متواتر ایک ماہ تونسہ شریف میں رہے اور احتجاجی جلوسوں اور جلسوں سے خطاب کرتے رہے۔ سیاسی طور پر آپ کا تعلق سوادِ اعظم کی نمائندہ جماعت، جمعیت العلمائے پاکستان سے ہے۔ آپ نے حضرت خواجہ نظام الدین تونسوی رحمہ اللہ سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔

آپ سے سینکڑوں طلبا نے اکتساب فیض کیا جن میں سے چند مشہور تلامذہ یہ ہیں:-

قاضی محمد غوث منصور، سعودی عرب ، مولانا غلام قادر ، بہاول نگر

مولانا احمد دین ، بہاول نگر

صاحبزادہ شیر محمد ایم اے ، بہاول نگر

مولانا غلام رسول قمری ، بہاول نگر

شیخ غلام محمد نظامی ، تونسہ شریف

حافظ محمد بخش نظامی ، "

مولانا ظہور احمد ، خطیب جامع مسجد دربار حضرت شاہ جمال رحمۃ اللہ، ملتان

آپ کے صاحبزادگان میں سے کوئی سن بلوغ کو نہ پہنچا، اب ایک صاحبزادہ تولد ہوا ہے جن کا نام محمد صدیق رکھا گیا[1]۔ اللہ تعالیٰ انہیں زندگی عطا فرمائے اور حضرت علامہ کا صحیح جانشین بنائے۔ آمین۔

---

[1] مورخہ ۳ر دسمبر ۱۹۷۷ء کو مدرسہ عربیہ انوار العلوم ملتان میں حضرت علامہ سے ملاقات کے وقت تمام کوائف حاصل کیے گئے۔

علامہ سیّد محمود احمد رضوی لاہور

ماہرِ علومِ عقلیہ و نقلیہ حضرت علامہ سیّد محمود احمد رضوی بن مفتیِ اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سیّد احمد بن امام المحدثین حضرت علامہ ابو محمد سیّد دیدار علی شاہ (م ۲۲ رجب المرجب، ۲۰ اکتوبر ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء) بن سیّد نجف علی، ۱۳۴۳ھ/ ۱۹۲۴ء میں آگرہ (ہند) میں پیدا ہوئے۔

آپ کا سلسلۂ نسب حضرت امام موسیٰ کاظم رضا تک پہنچتا ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد مشہد سے ہندوستان آئے اور الور میں قیام پذیر ہو گئے۔ آپ کا خاندان علم و حکمت اور روحانیت کا سرچشمہ ہے۔

آپ کے جدِ امجد حضرت علامہ مولانا سیّد دیدار علی شاہ رحمۃ اللہ علم و فضل کے سمندر تھے۔ کسی مسئلے پر گفتگو شروع کرتے، تو گھنٹوں بیان جاری رہتا۔ سورۂ فاتحہ کا درس ایک سال میں ختم ہوا۔ سُنیت اور حنفیت کے تحفظ اور فروغ کے لیے آپ نے نہایت اہم خدمات انجام دیں۔ [۱]

علامہ سیّد محمود احمد رضوی کے والد گرامی مفتیِ اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سیّد احمد رحمۃ اللہ بھی کسی تعارف کے محتاج نہیں، ان کے علم و عمل اور زہد و تقویٰ کا ایک عالم گواہ ہے۔

غازیِ کشمیر قائدِ تحریکِ ختمِ نبوت اور صدر جمعیت علماء پاکستان مولانا سیّد ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ (م ۲ شعبان المعظم، ۲ جنوری ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۱ء) علامہ رضوی کے عمِ مکرم تھے۔

---

[۱] عبدالحکیم شرف قادری، مولانا: تذکرہ اکابرِ اہلِ سنت، ص ۱۴۰

علامہ محمود احمد رضوی نے چونکہ ایک علمی و روحانی ماحول میں آنکھ کھولی، اس لیے آپ کی تربیت بھی اسی انداز پر ہوئی۔

مرکزی دار العلوم حزب الاحناف آپ کے جدِ امجد امام المحدثین ابو محمد سید دیدار علی شاہ رحمۃ اللہ نے قائم فرمایا تھا۔ اس دار العلوم سے بڑی بڑی نابغۂ روزگار شخصیتیں فراغت حاصل کر کے میدانِ عمل میں آئیں۔ علامہ رضوی نے بھی تمام علوم کی تکمیل اور دورۂ حدیث اسی دار العلوم سے کیا۔ آپ کے اساتذہ میں استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا عطا محمد بندیالوی، شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا مہر الدین جماعتی اور رئیس المناطقہ حضرت مولانا محمد دین بدھوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابر کے نام آتے ہیں۔

حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی نہ صرف قابل مدرس اور فاضل مقرر ہیں، بلکہ میدانِ تحریر کے بھی شہسوار ہیں۔ سیاسی اور دیگر ملکی و ملی مسائل پر نہ صرف گہری نظر رکھتے ہیں، بلکہ آپ کی صواب رائے قابلِ تحسین و داد ہوتی ہے۔

مرکزی دار العلوم حزب الاحناف میں تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے۔ دار العلوم کے جملہ انتظامی امور کی نگرانی اور مختلف مساجد اہل سنت میں خطبۂ جمعہ کے علاوہ ملک کے اطراف و اکناف میں تبلیغی و اصلاحی اجلاسوں سے بھی خطاب فرماتے ہیں۔ ملکی و ملی مسائل پر آپ کے علمی و تحقیقی مضامین رسائل و جرائد میں چھپتے ہیں جو قوم کے لیے خضرِ راہ ثابت ہوتے ہیں۔

تحریکِ ختمِ نبوت ۱۹۵۳ء میں آپ کے عمِ مکرم حضرت مولانا سید ابو الحسنات قادری رحمۃ اللہ تحریک کے قائد تھے۔ علامہ رضوی نے حضرت علامہ مفتی محمد حسین نعیمی کے تعاون سے اپنی ذاتی مشین پر پمفلٹ چھاپ کر فوج اور پولیس کے نوجوانوں کو تحریک کی افادیت اور اہمیت سے آگاہ کیا۔

لہ علامہ اقبال احمد فاروقی پیرزادہ، تذکرہ علمائے اہل سنت و جماعت لاہور، ص ۳۷۲

تحریکِ ختمِ نبوت ۱۹۷۴ء میں آپ کو تمام مکاتبِ فکر کے اتحاد سے وجود میں آنے والی مجلسِ عمل تحفظِ ختمِ نبوت کا مرکزی ناظمِ اعلیٰ مقرر کیا گیا۔ آپ کی قیادت میں ملک بھر میں ملتِ اسلامیہ پاکستان نے تحفظِ ختمِ نبوت کے لیے جدوجہد کی۔ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور بالآخر، ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی پاکستان نے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔

۱۹۷۱ء میں برطانیہ کے ایک بدطینت ڈاکٹر منہاس نے ایک دل آزار کتاب لکھی جس میں اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی۔ اس کتاب کی اشاعت کے خلاف اور اس کی ضبطی کے مطالبہ میں جمعیت علماء پاکستان نے لاہور میں احتجاجی جلوس نکالے جس پر حکومت نے ۱۰ جنوری ۱۹۷۱ء کو علامہ سید محمود احمد رضوی اور مولانا اکرام حسین مجددی کو گرفتار کر لیا، جبکہ مولانا فیض القادری، پیرِ طریقت حضرت صاحبزادہ جمیل احمد شرقپوری پہلے ہی گرفتار کیے جا چکے تھے۔

ان راہنماؤں کی رہائی کے سلسلے میں ۱۱ جنوری کو حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی سابق صدر جمعیت علمائے پاکستان لاہور تشریف لائے اور ۲۰ جنوری کو پیرِ طریقت مجاہدِ تحریکِ نظامِ مصطفےٰ حضرت مولانا حامد علی خان کی قیادت میں جمعیت علماء پاکستان کے راہنماؤں نے اس وقت کے گورنر پنجاب جنرل عتیق الرحمان سے ملاقات کر کے گرفتار شدگان راہنماؤں کی رہائی کا مطالبہ کیا اور ۲۱ جنوری کو علامہ سید محمود احمد رضوی اور دوسرے راہنماؤں کو رہا کر دیا گیا۔ [۱]

آپ سیاسی طور پر جمعیت علماء پاکستان سے متعلق رہے ہیں۔ اب اگرچہ عملی طور پر میدانِ سیاست میں نہیں ہیں، لیکن آپ کی تمام تر ہمدردیاں اور تعاون جمعیت کے ساتھ ہے۔ آپ جمعیت کے مرکزی ناظم بھی رہ چکے ہیں۔

---

[۱] محمد صدیق ہزاروی، مولانا، ذاتی ڈائری ۱۹۷۱ء

ٹوبہ ٹیک سنگھ (دارالسلام) میں منعقد ہونے والی عظیم الشان سنی کانفرنس میں آپ کی کاوشیں قابلِ قدر ہیں۔

۱۹۷۱ء کے انتخابات میں آپ نے جمعیت کے ٹکٹ پر حلقہ نمبر ۱ لاہور سے قومی اسمبلی کا انتخاب لڑا۔ ۲۸ جنوری ۱۹۷۹ء کو آپ مختلف مکاتبِ فکر کی مشترکہ تنظیم "مجلس تحفظ حقوق عالم اسلامی" کے صدر منتخب ہوئے۔ رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ میں آپ کو رویتِ ہلال کمیٹی کا چیئرمین منتخب کیا گیا۔ اس سے قبل اہل سنت کے ممتاز عالمِ دین حضرت مولانا شاہ عارف اللہ قادری یہ فرائض سرانجام دیتے تھے۔

آپ کو میدانِ تحریر میں یدِ طولیٰ حاصل ہے۔ مختلف رسائل و جرائد میں علمی و تحقیقی مضامین کے علاوہ آپ کی زیرِ ادارت ماہنامہ "رضوان" کے نام سے ایک رسالہ جاری ہے جس میں مختلف عنوانات کے تحت علمی و تحقیقی مضامین کے علاوہ فقہی مسائل بھی پیش کیے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں آپ نے بہت سی کتب تصنیف فرمائیں، جو یہ ہیں:

۱۔ فیوض الباری (شرح صحیح بخاری)، ۷ جلد
۲۔ ذکرِ اخیار
۳۔ برکاتِ شریعت
۴۔ جواہر پارے حصہ اول، دوم
۵۔ جامع الصفات
۶۔ روحِ ایمان
۷۔ رزقِ حلال
۸۔ مسائلِ نماز
۹۔ المباح والمحظور
۱۰۔ مذاکرہ علمی حصہ اول، دوم، سوم
۱۱۔ دینِ مصطفےٰ
۱۲۔ شانِ مصطفےٰ
۱۳۔ خصائصِ مصطفےٰ
۱۴۔ معراج النبی
۱۵۔ بصیرت
۱۶۔ اسلامی تقریبات
۱۷۔ شانِ صحابہ
۱۸۔ حدیثِ قرطاس
۱۹۔ مکالمہ رضوی و گوجروی [۱]

[۱] عبدالستار نظامی، مولانا: تصانیف علماء اہل سنت

شیخ الحدیث علامہ مشتاق احمد چشتی، ملتان

استاذ العلما حضرت علامہ مشتاق احمد چشتی ابن حافظ غلام محمد صاحب (مرحوم) ۱۶ ار ذوالحجہ ۱۳۵۹ھ / میں بمقام بستی بختاور (بھکر) ضلع میانوالی میں بلوچ چانڈیہ خاندان کے ایک عظیم علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔

آپ کے خاندان کے اکثر افراد علوم دینیہ سے بہرہ ور ہونے کے علاوہ حفظِ قرآن کی طرف بھی گہرا شغف رکھتے ہیں۔ آپ کے آباؤ اجداد میں سے حضرت فقیر محمد عیسیٰ قدس سرہ علاقہ بھکر کے مشہور بزرگ ہوئے ہیں۔ ان کے علاوہ حضرت فقیر غلام حیدر، فقیر غلام اسحاق، حافظ غلام محمد، مولانا محمد موسیٰ اور مولانا اللہ بخش صاحب اہلِ علم و روحانیت بزرگ گزرے ہیں۔

اس وقت آپ کے دو بڑے بھائیوں علامہ مولانا فیض احمد صاحب (مفتی وصدر مدرس دار العلوم غوثیہ دربارِ عالیہ گولڑہ شریف) اور مولانا سید احمد (آپ کے استاذِ محترم) کے علاوہ دو بھتیجے مولانا امتیاز احمد اور مولانا کریم بخش علوم اسلامیہ کے مدرس ہیں۔

آپ نے قرآن پاک حفظ کرنے کے بعد علوم عربیہ کے منتخب نصاب (درسِ نظامی) کی مدرسہ محمودیہ پپلاں ضلع میانوالی، جامعہ غوثیہ گولڑہ شریف ضلع راولپنڈی اور مدرسہ عربیہ انوار العلوم ملتان سے تکمیلِ تحصیل کی۔

۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء میں مدرسہ عربیہ انوار العلوم ملتان سے سندِ فراغت حاصل کی۔ جامعہ اسلامیہ (اسلامی یونیورسٹی) بہاولپور سے تخصص فی التفسیر والحدیث (مماثل ایم اے) کی ڈگری حاصل کی۔ اس کے علاوہ آپ نے بورڈ آف سکینڈری ایجوکیشن لاہور سے فاضل فارسی اور ایف اے کا امتحان بھی پاس کیا۔

آپ نے علومِ عربیہ کی تحصیل مولانا سید احمد صاحب مدرّس مدرسہ محمودیہ پیلاں (میانوالی) مولانا فیض احمد مدرّس و مفتی دربارِ عالیہ گولڑہ شریف اور غزالیٔ زماں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی مدظلہٗ سے کی۔

آپ ایک فاضل مدرّس ہیں۔ آپ نے کچھ مدت دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ میں تدریس فرمائی اور پھر کچھ عرصہ جامعہ غوثیہ گولڑہ شریف میں علومِ اسلامیہ پڑھانے کے بعد آج کل مدرسہ عربیہ انوارالعلوم ملتان میں تشنگانِ علمِ حدیث کی پیاس بجھا رہے ہیں۔

تدریس کے علاوہ آپ تبلیغِ دین کے سلسلے میں مختلف مقامات پر فرائضِ خطابت بھی سرانجام دیتے چلے آتے ہیں۔ آغازِ خطابت مدرسہ عربیہ انوارالعلوم کی جامع مسجد سے کیا۔ عیدگاہ ملتان کے نائب خطیب رہے اور آجکل جامع مسجد مہریہ شمس آباد کالونی ملتان میں خطابت فرما رہے ہیں۔ ۱۹۷۴ء کی تحریکِ ختمِ نبوّت میں مجلسِ عمل تحفظِ ختمِ نبوت میں اہلِ سنت وجماعت کی نمائندگی کی۔

آپ نے ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۴ء میں حضرت پیر غلام محی الدین شاہ (المعروف بابوجی) صاحب رحمہٗ اللہ خلف الرشید حضرت قطبِ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب قدس سرہٗ العزیز کے دستِ مبارک پر سلسلۂ چشتیہ میں شرفِ بیعت حاصل کیا۔

۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء میں آپ نے حج بیت اللہ شریف وزیارت روضۂ رسول کی سعادت حاصل کی اور اسی سال حضرت پیر صاحب سید غلام محی الدین شاہ رحمہ اللہ کی معیت میں بغداد شریف، کربلا معلّٰی اور نجف اشرف حاضری دی۔

آپ نے تین مبسوط مقالے قرآن وحدیث کے سلسلے میں تحریر کیے:

۱۔ مقامِ سنّت (مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور)

۲۔ جمع وترتیب قرآن

۴۔ فنِ تفسیر

کثیر التعداد طلباء نے آپ سے اکتساب فیض کیا جن میں سے چند مشہور تلامذہ یہ ہیں :

۱۔ مولانا عبدالستار سعیدی مدرس مدرسہ عربیہ علی پور

۲۔ مولانا فضل احمد صاحب مدرس مدرسہ رحمت العلوم

۳۔ مولانا غلام فرید سعیدی مدرس مدرسہ رُکن الاسلام جامعہ مجددیہ حیدر آباد۔

آپ کے دو صاحبزادے غلام محبوب سبحانی اور غلام جیلانی ہیں جو بالترتیب چھ اور تین سال کی عمر کے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ دونوں صاحبزادوں کو علوم دینیہ سے بہرہ ور فرمائے۔

مکتوب حضرت مولانا محمد مشتاق احمد صاحب چشتی ، بنام مرتب

فاتح عیسائیت مولانا ابوالنصر منظور احمد شاہ ہاشمی ساہیوال

پیکرِ عشقِ رسالت حضرت مولانا ابوالنصر منظور احمد شاہ صاحب ہاشمی بن حضرت مولانا چراغ علی شاہ ۲۴ رجب المرجب ۱۳۳۹ھ / ۱۵ دسمبر ۱۹۲۰ء میں موضع جوہان ضلع فیروزپور (انڈیا) کے مقام پر پیدا ہوئے۔ آپ نسبًا ہاشمی ہیں اور آپ کا سلسلۂ نسب چالیس واسطوں سے سیدنا امام مسلم رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے والد ماجد مولانا چراغ علی شاہ مستند عالم ہونے کے علاوہ طبیب بھی ہیں۔ علم الانساب میں کافی دسترس حاصل ہے۔ "بدر قریش" آپ کی مشہور تالیف ہے۔ جلال آباد کی مرکزی جامع مسجد میں خطیب رہ چکے ہیں۔

آپ نے فارسی اور صرف کی کتب (مکمل) اپنے والد ماجد سے ہندوستان میں ہی پڑھیں، اور پھر جلال آباد غربی ضلع فیروز آباد کے مدرسہ امداد العلوم میں پڑھتے رہے۔ تقسیمِ ہند کے وقت جب پاکستان کی طرف ہجرت کر کے ضلع ساہیوال کے موضع ڈھپئی میں سکونت اختیار کی تو موضع ٹوانہ میں مولانا ابوالبصیر مولانا محمد اسماعیل فاضل بصیرپوری علیہ الرحمہ سے کنز الدقائق، قدوری اور کافیہ وغیرہ کتب پڑھیں، مشکوٰۃ شریف اور جلالین شریف کا درس پاکپتن شریف کے مولانا الحاج محمد شریف نقشبندی سے لیا اور پھر اہل سنت کی مرکزی درسگاہ دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور میں داخل ہوئے۔ یہاں آپ دو تین سال تک فقیہ اعظم ابوالخیر مولانا مفتی محمد نور اللہ نعیمی سے شرفِ تلمذ حاصل کرتے رہے اور بالآخر اسی دار العلوم سے ۱۹۵۲ء میں سندِ فراغت اور دستارِ فضیلت حاصل کی۔

آپ نے درس نظامی کے نصاب کی تکمیل کے علاوہ میٹرک، فاضل عربی اور فاضل فارسی

کے امتحانات بھی پاس کیے۔ جامعہ اسلامیہ بہاول پور سے درجہ تخصص (ایم اے) کی ڈگری حاصل کی۔ علاوہ ازیں آپ علماء اکیڈمی کوئٹہ ویسٹ ورک کے بھی فاضل ہیں۔

۱۹۵۲ء میں آپ نے درس نظامی کی تحصیل کے بعد ساہیوال کے محلہ حیدری سے تبلیغ دین کا آغاز کیا۔ صحیح عقائد کی ترویج اور اصلاح معاشرہ کے فرائض، بے شمار رکاوٹوں کے باوجود احسن طریقے سے سرانجام دیتے رہے۔ کچھ عرصہ مسجد قصاباں بیرون غلہ منڈی میں خطابت فرمائی اور پھر شہری مسجد گول چکر میں تشریف لائے جہاں اب تک تبلیغ کا سلسلہ جاری ہے۔ یہاں آپ نے ایک دینی ادارہ کی بنیاد ڈالی جو پہلے دارالعلوم عربیہ اور پھر جامعہ حنفیہ کے نام سے موسوم ہوا۔ بارہ سال اسی دارالعلوم میں مہتمم اور مدرس کے طور پر کام کرنے کے بعد آپ نے ۱۹۶۳ء میں ایک نیا دارالعلوم جامعہ فریدیہ کے نام سے قائم کیا، جو آپ کی نگرانی میں اپنی عمر کی تیرہ منزلیں طے کر چکا ہے۔

تحریک پاکستان کے وقت آپ کا دور طالب علمی تھا۔ آپ نے طلبہ کے وفود کی نمائندگی کرتے ہوئے مختلف قصبات و دیہات میں عوام کو تحریک کے مقاصد اور اہمیت سے روشناس کرایا۔

پاکستان بننے کے بعد مرزائیت کے ناسور کو ختم کرنے کی خاطر مسلمانان پاکستان نے دو مرتبہ ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء) تحریک چلائی جو بالآخر کامیابی سے ہمکنار ہوئی اور پاکستان کی قومی اسمبلی نے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ ان دونوں تحریکوں میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک میں آپ نے ساہیوال میں تحریک کے صدر کی حیثیت میں کام کیا اور دس ماہ کی قید پائی۔ ۱۹۷۴ء میں ضلع ساہیوال میں دورے کیے اور مرزائیوں کے عقائد سے عوام کو روشناس کرایا۔ "مرزائیوں سے بائیکاٹ کی شرعی حیثیت" نامی رسالہ دس ہزار کی تعداد میں چھپوا کر تقسیم کیا۔ مختلف باطل فرقوں کے مبلغین بالخصوص مشہور عیسائی پادریوں سے آپ کے بہت سے مناظرے ہوئے اور انہی مناظروں میں اسلام کی حقانیت کا اقرار کرتے ہوئے

ایک ہزار عیسائی مسلمان ہوئے (وللہ الحمد)

حضرت مولانا سید منظور احمد نے میدانِ تحریر میں کافی کام کیا ہے۔ آپ کی تالیفات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ حضور الحرمین، ۲۔ آئینۂ حق، ۳۔ مقالۂ علمیہ
۴۔ لاتثلیث فی التوحید، ۵۔ مسیح کون ہے، ۶۔ بہائی اصول
۷۔ اسلام اور ماہِ صیام، ۸۔ اسلام اور انفاق فی سبیل اللہ، ۹۔ اسلام اور حفظانِ صحت
۱۰۔ اسلام اور سوشلزم، ۱۱۔ اسلام اور عید قربان، ۱۲۔ فلسفۂ زکوٰۃ
۱۳۔ فلسفۂ جہاد، ۱۴۔ علم القرآن، ۱۵۔ جنگِ مصر
۱۶۔ مرزائیوں سے بائیکاٹ کی شرعی حیثیت، ۱۷۔ فیوضاتِ فریدی (زیرِ طبع)

الفرید کے نام سے آپ کی سرپرستی میں ایک ماہوار تبلیغی رسالہ بھی شائع ہونے لگا۔ آپ نے ۱۹۵۴ء میں شیخ الاولیا حضرت میاں علی محمد رحمۃ اللہ علیہ آف بستی شریف سے بیعت اختیار کی۔ تائید خداوندی سے آپ ۱۹۷۶ء تک گیارہ مرتبہ حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضۃ الانور سے مشرف ہو چکے ہیں۔ (ایں سعادت بزور بازو نیست)

آپکو پاکیزہ صاف ستھری شاعری سے بھی شغف ہے، چنانچہ آپنے عشق رسالت میں ڈوبی ہوئی چند نعتیں تحریر کیں۔ آپ کے چند مشہور تلامذہ یہ ہیں:

۱۔ مولانا اصغر علی مدرس جامعہ فریدیہ ساہیوال، ۲۔ مولانا نعمت علی ناظم مکتبہ فریدیہ ساہیوال
۳۔ مولانا محمد یوسف خطیب مسجد مائی والی و مدرس جامعہ فریدیہ ساہیوال
۴۔ مولانا ظفر اقبال فریدی مدرس جامعہ فریدیہ ساہیوال۔ ۵۔ مولانا ابو الفتح شبیر احمد ہاشمی خطیب بوریوالہ وہاڑی

آپ کے چار صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں ہیں۔ [۲]

---

[۱] فیوضاتِ فریدی حضرت شاہ صاحب کے مختلف دینی و تحقیقی مضامین کا مجموعہ ہے جسکو منظور حسین قاسم رضوی ایم اے مرتب کر رہے ہیں۔
[۲] یہ تمام حالات منظور حسین شاہ قاسم رضوی نائب ناظم اشاعت "الفرید" نے مرتب کے نام ارسال فرمائے۔

حضرت مولانا مفتی نواب دین، فیصل آباد

فاضل جلیل حضرت علامہ ابوالکامل مولانا مفتی نواب الدین ولد چودھری جمال الدین ۱۳۴۳ھ/ دسمبر ۱۹۲۴ء میں بمقام خان کوٹ[1] تحصیل وضلع امرتسر (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ آپ کا خاندانی پیشہ کاشت کاری ہے۔ جدِ امجد ہندوستان میں باندہ کے مقام پر تھانیدار تھے اور آپ کے والد ماجد چوہدری جمال دین نے فارسی کا تمام نصاب (کریما سے ابوالفضل) تک پڑھا اور اردو میں بھی مہارت حاصل کی۔ آپ اردو ہی میں بات چیت کرتے اور اپنی برادری کو تبلیغ اسلام بھی کرتے رہتے تھے۔

حضرت مفتی صاحب نے قرآن مجید اپنے آبائی گاؤں میں ہی حفظ کیا۔ درس نظامی کی کتب متداولہ کریما سے مشکوٰۃ شریف تک (منطق ومعقول کے علاوہ) امرتسر کی مسجد شیخ بڈھ (چوک فرید) اور مسجد خیرالدین ہال بازار (امرتسر) میں مولانا عبدالرحمٰن اور مولانا محمد محسن سے پڑھیں۔

منطق ومعقول کی تعلیم اچھرہ لاہور میں امام الفنون والادب مولانا مہر محمد رحمہ اللہ سے حاصل کی۔ اس دوران حضرت مولانا غلام رسول شیخ الحدیث جامعہ رضویہ فیصل آباد حضرت مفتی صاحب کے ہم سبق رہے۔

صحاح ستہ (کتب احادیث) کا درس محدثِ اعظم حضرت مولانا محمد سردار احمد رحمہ اللہ سے لے کر ۱۹۵۲ء میں جامعہ رضویہ فیصل آباد سے سندِ فراغت ودستار فضیلت کا شرف حاصل کیا۔

---

[1] یہ گاؤں امرتسر سے مشرق کی جانب جالندھر کی طرف جانے والی ریلوے لائن اور سڑک کے درمیان تقریباً چار میل کے فاصلے پر ہے (مکتوب حضرت مفتی صاحب بنام مرتب)

آپ نے تدریسی زندگی کا آغاز جامعہ رضویہ فیصل آباد سے کیا۔ حضرت محدثِ اعظم رحمۃ اللہ کے ارشاد پر کریما سے آغاز کیا اور پھر ترقی کرتے کرتے فقہ، ہدایہ اخیرین تک منطق و معقول حمد اللہ تک، فلسفہ میبذی تک اور تفسیر میں جلالین و بیضاوی شریف کی تدریس تک پہنچے۔

جب حضرت محدثِ اعظم قدس سرہٗ العزیز بوجہ علالت کراچی تشریف لے گئے، تو حضرت مفتی صاحب عیادت کے لیے حاضر ہوئے۔ آپ نے دورۂ حدیث پڑھانے کا حکم فرمایا اور ساتھ ہی فرمایا کہ پہلے نسائی شریف شروع کرائیں۔ چنانچہ آپ نے جامعہ رضویہ فیصل آباد میں ۱۹۵۲ء سے ۱۹۶۷ء تک پندرہ سال کا عرصہ تدریس فرمائی۔

علاوہ ازیں آپ جامعہ میں ناظمِ تعلیمات کی حیثیت سے بھی کام کرتے رہے۔

آج کل آپ نے جامعہ گیلانیہ گلبرگ فیصل آباد میں علومِ اسلامیہ کا فیضان جاری کیا ہوا ہے۔ حضرت مفتی صاحب نے اپنی زندگی اشاعتِ اسلام اور تحفظ مسلکِ اہل سنت کے لیے وقف کر رکھی ہے۔ اسی سلسلہ میں آپ نے پرانی غلہ منڈی فیصل آباد میں حفظ و ناظرہ کی تعلیم کے لیے ایک مدرسہ قائم کیا۔ غلام محمد آباد میں بھی ادارہ قائم کیا۔

آپ انجمن دستگیری غلام محمد آباد کے صدر ہیں۔ اس انجمن کے تحت درجہ حفظ و ناظرہ کی تعلیم کا کام ہو رہا ہے اور اب تک ایک وسیع دار العلوم کا قیام زیرِ غور ہے۔ علاوہ ازیں آپ انجمن حنفیہ رضویہ غلام محمد آباد کے بھی صدر ہیں جہاں حفظ و ناظرہ قرآن پاک کا انتظام ہے۔ حضرت مفتی صاحب مسجد پرانی غلہ منڈی فیصل آباد میں خطابت کے فرائض بھی سرانجام دیتے ہیں۔

تحریکِ قیامِ پاکستان کے وقت (۱۹۴۶-۴۷ء) میں حضرت مفتی صاحب قصور پورہ راوی روڈ لاہور کی لال مسجد میں خطیب تھے۔ آپ تحریک پاکستان کے سرگرم رکن رہے؛ چنانچہ جون ۱۹۴۷ء میں آپ کو گرفتار کیا گیا اور اسمبلی ہال کے نزدیک تھانہ کی حوالات میں قید کیا گیا۔

نیز آپ نے تحریکِ ختمِ نبوت ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء میں بھی تحفظِ مقامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور پھر ۱۹۷۷ء کی تحریک نظامِ مصطفےٰ علیہ السلام میں بھی آپ سوادِ اعظم اہلِ سنت و جماعت کی صف میں پوری قوم کے دوش بدوش کام کرتے رہے۔
حضرت مفتی محمد نواب الدین مدظلہ کو حضرت مفتی اعظم ہند علامہ مولانا مصطفےٰ رضا خان سے بذریعہ تحریر بدست حضرت محدثِ اعظم رحمہ اللہ ۲۴ ذی قعدہ ۱۳۷۲ھ/۱۹۵۴ء میں شرفِ بیعت حاصل ہوا۔
حضرت مفتی صاحب محکمہ اوقاف کے زیرِ تحویل مسجد میں خطابت کے فرائض سر انجام دیتے ہیں۔ آپ نے محکمہ اوقاف کے زیرِ اہتمام منعقدہ امتحان (۱۹۷۱ء) درجہ دوم میں پاس کیا۔ اعزازی طور پر آپ کو نقرئی تحفہ دیا گیا اور اول درجہ میں رجسٹریشن کی گئی۔
حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے اپنی تمام زندگی تدریس میں گزاری اور طلباء کی کثیر تعداد آپ سے اکتسابِ فیض کر کے ملک کے اطراف و اکناف میں پھیل گئی اور تبلیغی منصب سنبھالا۔ تلامذہ کی اس فہرست سے حضرت مفتی صاحب کی علمی شخصیت اُجاگر ہوتی ہے چند مشہور تلامذہ کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱۔ مولانا شمس الزماں قادری مہتمم جامعہ رحیمیہ غوث العلوم لاہور
۲۔ مولانا ابو الفتح اللہ بخش رحمہ اللہ، واں بھچراں (میانوالی)
۳۔ مولانا حبیب الرحمن شاہ، مظفر آباد
۴۔ مولانا مفتی محمد حسین (سابق ایم پی اے سندھ اسمبلی) سکھر
۵۔ مولانا سید مراتب علی شاہ، گجرات
۶۔ مولانا سید زاہد علی شاہ رحمہ اللہ، فیصل آباد
۷۔ مولانا سید محمد منیر، مسجد نئی غلہ منڈی، فیصل آباد
۸۔ مولانا منیر الزماں
۹۔ مولانا شاہ محمد، مبلغ انگلینڈ [۱]

---

[۱] یہ تمام کوائف ۱۹ جولائی ۱۹۷۷ء بمطابق یکم شعبان ۱۳۹۷ھ کو حافظ محمد رفیق مہتمم تجوید جامعہ نظامیہ رضویہ کے ذریعے حاصل ہوئے۔ (مرتب)

استاذ العلماء مولانا مفتی محمد وقار الدین، کراچی

استاذ العلماء شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ محمد وقار الدین صاحب بن حافظ حمید اللہ ۱۴ صفر المظفر ۱۳۳۳ھ / یکم جنوری ۱۹۱۵ء میں موضع کھمریا ضلع پیلی بھیت (ہندوستان) کے ایک شیخ گھرانے میں پیدا ہوئے۔

آپ نے مڈل تک اردو اور کچھ انگریزی کی تعلیم حاصل کی اور پھر علوم اسلامیہ کی تحصیل مدرسہ آستانہ شبتیریہ پیلی بھیت، مدرسہ منظر اسلام بریلی شریف اور مدرسہ حافظیہ سعیدیہ دادوں ضلع علی گڑھ میں حضرت مولانا حبیب الرحمان، حضرت مولانا عبدالحق (شاگردان حضرت محدث سورتی رحمۃ اللہ) حضرت محدث اعظم پاکستان ابوالفضل مولانا محمد سردار احمد صاحب اور صدر الشریعۃ مولانا محمد امجد علی رحمہم اللہ سے کی۔

سند فراغت مدرسہ حافظیہ سعیدیہ دادوں ضلع مظفر گڑھ سے ۱۹۳۸ء میں حاصل کی۔

حضرت علامہ مولانا وقار الدین مدظلہٗ کا شمار ممتاز علماء کرام میں ہوتا ہے۔ آپ نے اپنے علم سے خلق خدا کو نفع پہنچایا۔ ۱۹۳۸ء سے ۱۹۴۷ء تک مدرسہ مظہر اسلام بریلی شریف میں منصب تدریس پر فائز رہے۔ ۱۹۵۴ء سے ۱۹۶۱ء تک چٹاگانگ (مشرقی پاکستان) کے جامعہ احمدیہ سنیہ میں علوم اسلامیہ کی تدریس فرماتے رہے اور ۱۹۷۲ء سے تاحال جامعہ امجدیہ کراچی میں ناظم تعلیمات اور استاذ حدیث کی حیثیت سے مصروف عمل ہیں۔

ہندوستان میں قیام کے دوران مختلف شہروں میں اور پھر مشرقی پاکستان کے گوشے گوشے میں تبلیغ دین کی خاطر دورے فرماتے رہے۔

تحریک پاکستان کے دوران جگہ جگہ جلسوں میں کانگریسیوں کا رد فرماتے اور مسلم لیگی

اُمّید وار کے حق میں رائے عامہ کو بیدار کرتے رہے۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء میں آپ نے بھرپور حصہ لیا۔

بریلی شریف میں غیر مقلدوں سے مناظرہ ہوا۔ ڈھاکہ میں اشرف العلوم کے بانی عبدالوہاب سے کئی مرتبہ مناظرے ہوئے اور الحمد للہ ہر مناظرے میں آپ کو کامیابی ہوتی رہی اور مخالفین مناظر میدان چھوڑ کر بھاگتے رہے۔

آپ نے ۱۹۲۸ء میں حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خان رحمۃ اللہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ ۱۹۶۸ء میں حج بیت اللہ شریف کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔

آپ کی عمر کا زیادہ تر وقت تدریس میں گزرا، تاہم آپ نے چند رسائل تحریر فرمائے جو یہ ہیں:

۱۔ تعلیم ارکان (فقہ) اردو
۲۔ مسائل زکوٰۃ ″
۳۔ مسائل قربانی ″

آپ کے ہاں چار صاحبزادے اور پانچ لڑکیاں تولد ہوئیں، جبکہ روحانی اولاد کثیر التعداد ہے، چند ایک تلامذہ یہ ہیں:

۱۔ مولانا معین خان (بھارت)
۲۔ مولانا محمد ادریس، مہتمم دارالعلوم رضویہ (بنگال)
۳۔ مولانا اشرف علی
۴۔ مولانا سلامت اللہ } یہ تینوں حضرات مدرس ہیں۔
۵۔ مولانا ابو طاہر
۶۔ مولانا محمد جلال، شیخ الحدیث، چٹاگانگ [1]

---

[1] مکتوب حضرت مولانا وقار الدین بنام مرتب۔

حضرت علامہ مولانا ولی محمد، اچھرہ لاہور

حضرت علامہ مولانا ولی محمد صاحب آج سے ۷۵ سال[1] پہلے موضع ہر چوکی تحصیل چونیاں ضلع قصور کے ایک زمیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کاشت کاری کرتے تھے۔

آپ نے علوم عربیہ کی متداول کتب مختلف مقامات پر پڑھیں۔ لاہور کے جامعہ فتحیہ اچھرہ سے آغاز کیا اور یہاں اکثر کتب کا درس استاذ العلماء حضرت مولانا مہر محمد سے لیا۔ اس کے بعد بھیرہ میں مولانا ظہور احمد بگوی کے مدرسہ عزیزیہ بگویہ کا رخ کیا اور یہاں مولانا عبدالحمید سے اکتساب فیض کیا۔ چھچھ ہزارہ میں بھی کچھ مدت تعلیم حاصل کی۔ چھپڑ شریف علاقہ سون سکیسر میں اکثر کتب منطق و فلسفہ حضرت علامہ مولانا سلطان اعظم سے پڑھیں۔ ملوالی ضلع کیمبل پور میں حضرت مولانا نور محمد سے بھی پڑھتے رہے۔ کچھ عرصہ حضرو (کیمبل پور) کے مضافات میں حضرت مولانا عبدالحق سے فیض حاصل کرنے کے بعد ترگ شریف (کالا باغ) تشریف لے گئے اور یہاں ہی سے علوم و فنون کی تکمیل کے بعد سند فراغت حاصل کی۔

تدریس کا آغاز آپ نے ترگ شریف سے ہی کیا اور تین چار سال تک یہاں پڑھاتے رہے۔ بعد ازاں بیماری کی وجہ سے آپ کو لاہور آنا پڑا۔ یہاں اپنے استاد محترم مولانا مہر محمد رحمۃ اللہ کی نگرانی میں تدریس شروع کی، لیکن کچھ عرصہ بعد بوجوہ آپ کو تدریس ترک کرنا پڑی۔ اسی اثناء میں آپ مسجد رسول پورہ اچھرہ میں امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ اس مسجد میں تقریباً ستائیس اٹھائیس سال سے امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دینے کے بعد آج کل آپ اپنا سارا وقت یاد خداوندی میں گزارتے ہیں۔

---

[1] تاریخ پیدائش معلوم نہیں ہو سکی۔ (مرتب)

حضرت مولانا ولی محمد نہایت سادہ منش ہیں اور تکلفات سے دُور رہتے ہیں۔ آج کل تجرد کی زندگی گزارتے ہیں۔

طالب علمی کے زمانے میں جبکہ آپ ہدایۃ النحو وغیرہ پڑھتے تھے، اپنے استاذِ محترم مولانا مہر محمد رحمۃ اللہ کے مشورہ اور حکم پر حضرت خواجہ پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ (گولڑہ شریف) کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔

آپ ایک مرتبہ پیدل حج پر تشریف لے گئے۔ یہ فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں کا دورِ حکومت تھا۔ گوادر سے واپس کر دیا گیا اور دوسرے سال بذریعہ بس پہنچے اور حج و زیارت کے شرف سے مشرف ہوئے۔

حضرت مولانا ولی محمد نے ملاقات کے دوران منطق سے اپنا عدم لگاؤ اور اس پر حضرت خواجہ پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ کی تنبیہ کا عجیب واقعہ سنایا، آپ خود فرماتے ہیں:

"میں تلوالی ضلع کیمبلپور میں منتہی کتب کا طالب علم تھا اور چھوٹے اسباق بھی پڑھاتا تھا۔ ایک مرتبہ میں نے کہا کہ منطق کی تعلیم و تعلم وقت کا ضیاع ہے۔

جمعرات کی رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت پیر صاحب تشریف لائے۔ میں نے انہیں چارپائی پر بٹھایا اور ان کے لیے لالٹین لے کر آیا۔ آپ نے فرمایا منطق کی کتابیں حمد اللہ قاضی میر زاہد وغیرہ لاؤ۔ جب میں وہ کتب لایا، آپ نے مجھے پڑھانا شروع کر دیا اور فرمایا ابھی تم نے نہیں پڑھی ہیں۔ ساری رات مجھے پڑھاتے رہے، یہاں تک کہ بوقتِ وضو بھی پڑھاتے رہے۔

جب میں بیدار ہوا، تو حیران تھا کہ کیا ماجرا ہے؛ چنانچہ تین چار گھنٹے بیہوش رہا اور پھر جب ہوش میں آیا، تو اپنے سابقہ الفاظ واپس لیے اور حضرت پیر صاحب کی تربیت پر خوشی ہوئی۔"[1]

---

[1] یہ تمام کوائف مورخہ ۱۵ رجولائی ۱۹۷۷ء/۲۷ رجب المرجب ۱۳۹۷ھ کو حضرت مولانا سے بالمشافہ معلوم ہوئے۔ (مرتب محمد صدیق ہزاروی)

فاضل جلیل مولانا ولی النبی، فیصل آباد

استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا ولی النبی ابن ابو المظفر الشاہ غلام حیدر ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۶ء میں بمقام تور ڈھیر تحصیل صوابی ضلع مردان میں پیدا ہوئے۔ آپ درانی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ کے والد ماجد اپنے دور کے روحانی راہنما تھے۔ زمینداری پیشہ تھا اور تمام پٹھانوں کے ہاں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ حضرت ضیائ معصوم مجددی رحمۃ اللہ سے چاروں سلسلوں میں مجاز تھے، آج بھی ان کا عرس شریف منعقد ہوتا ہے۔

حضرت علامہ مولانا ولی النبی مدظلہ نے تمام علوم دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں حاصل کر کے وہیں ۱۹۳۶ء میں سندِ فراغت حاصل کی۔

حضرت مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ کے علاوہ درج ذیل علمائے کرام سے بھی شرفِ تلمذ حاصل کیا:

۱۔ مولانا مفتی امتیاز احمد، ۲۔ مولانا عبد المجید، ۳۔ مولانا عبد الحیٔ
۴۔ مولانا عبد اللہ قندہاری ۵۔ حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی رحمۃ اللہ

دار العلوم سے چھٹی کے بعد علامہ عبد المصطفےٰ الازہری، حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ سے شرح جامی پڑھتے تھے، تو آپ بھی شریکِ درس رہتے۔

آپ نے تدریس کا آغاز جامعہ رضویہ فیصل آباد سے کیا۔ درمیان میں کچھ عرصہ اپنے وطن مالوف تشریف لے گئے اور وہاں بھی فیضان جاری رکھا۔ واپسی پر دوبارہ جامعہ رضویہ فیصل آباد میں مسندِ تدریس پر فائز ہوئے اور پھر جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد

ہیں تدریس کے فرائض کی انجام دہی میں مشغول ہو گئے اور آج تک وہیں سلسلہ جاری ہے تحریکِ پاکستان کے وقت آپ نے مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کر کے قیامِ پاکستان کے لیے بھرپور جدّوجہد کی صوبہ سرحد کے ریفرنڈم میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا اور خود جا کر اپنا ووٹ بھی استعمال کیا۔

آپ نے زمانۂ طالب علمی میں سیّد جمال الدین افغانی کی تصنیف القضاء والقدر کا ترجمہ کیا اور اب حضرت شیخ محمد شعیب رحمۃ اللہ (مرشد حضرت اخوند صاحب سوات) کی تصنیف مرآۃ الاولیاء کا ترجمہ کیا جو ابھی تک غیر مطبوعہ ہے۔

آپ کو حضرت مفتیٔ اعظم ہند دامت برکاتہم العالیہ سے اجازت طریقت و اجازت حدیث حاصل ہے۔

حضرت علامہ مولانا ولی النبی مدظلہٗ نے تمام عمر علوم اسلامیہ کی تدریس میں صرف فرمائی اور سینکڑوں طالبانِ علم کی علمی پیاس کو بجھایا۔ چند مشہور تلامذہ کے اسماءِ گرامی یہ ہیں:

۱۔ حضرت مولانا مفتی محمد حسین، سکھر
۲۔ حضرت مولانا غلام رسول سعیدی، کراچی
۳۔ حضرت مولانا مفتی محمد حسین، عباس پور، آزاد کشمیر [۱]
۴۔ حضرت مولانا سیّد زاہد علی شاہ رحمۃ اللہ، فیصل آباد [۲]

---

[۱] الصیہ تمام کوائف (حوالہ نمبر ۲ کے علاوہ) مولانا محمد فاضل صدانی متعلم جامعہ رضویہ فیصل آباد کی وساطت سے معلوم ہوئے
[۲] مکتوب حضرت سیّد زاہد علی شاہ رحمۃ اللہ، بنام مرتب

فاضلِ جلیل مولانا ہدایت الحق حضرو، کیمبل پور

استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی ابوالاحسان ہدایت الحق ابن مولانا احمد نبی صاحب ۱۳۴۵ھ/۱۹۲۶ء میں سنگل کوٹ (دبٹل)، مانسہرہ، ہزارہ کے ایک کھٹان خیل گھرانے میں پیدا ہوئے۔

آپ نے اردو تعلیم چار جماعتیں پڑھنے کے بعد علوم عربیہ کی کتب متداولہ مختلف مقامات پر ماہرینِ فنِ تدریس علماء کرام سے پڑھیں۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا ضیاء الدین مکھڈ شریف، حضرت مولانا ولی احمد بہاول پور، حضرت مولانا عبدالحق غور غشتی اور مولانا محب النبی رحمۃ اللہ کے اسمائے گرامی آتے ہیں۔

تکمیلِ فنون اور کتبِ حدیث پڑھنے کے بعد ۱۳۵۹ھ/۱۹۴۰ء میں دارالعلوم انجمن نعمانیہ لاہور سے سندِ فراغت و دستارِ فضیلت حاصل کی۔

درسِ نظامی میں شامل تمام فنون کی کتب متداولہ اور کتبِ حدیث کئی مرتبہ پڑھا چکے ہیں۔ تین ماہ جامعہ نعیمیہ لاہور میں مسندِ تدریس پر فائز رہے اور اس کے بعد تا حال جامعہ عربیہ حقائق العلوم حضرو میں تدریسی فرائض کی انجام دہی میں مصروف ہیں۔

آپ جامع مسجد مقبرہ حضرو میں فرائض خطابت سر انجام دینے کے علاوہ ملک کے مختلف علاقوں میں تبلیغ و اشاعتِ دین کی خاطر دورے بھی فرماتے ہیں۔

آپ کی روحانی نسبت سلسلۂ نقشبندیہ میں حضرت پیر غلام محی الدین غزنوی علیہ الرحمۃ سجادہ نشین دربار نیریاں شریف (آزاد کشمیر)، سے ہے۔ تقریباً سولہ سال قبل آپ نے ان سے شرفِ بیعت و خلافت حاصل کیا۔

۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء میں آپ حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضۂ رسول کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔

حضرت مولانا ہدایت الحق نے تحریک ختم نبوت میں ناظم مجلس عمل حضرو کی حیثیت سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اس مقدس مشن کو آگے بڑھانے میں شب و روز محنت کی۔

آپ نے خطابت و تدریس کے ساتھ مختلف موضوعات پر چند کتب تصنیف فرمائیں، جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ نافع المسلمین (مختلف مسائل) ۲۔ گنجینۂ تصوف، ۳۔ مقاصد ابرار
۴۔ اوضح البیان فی جواز حیلۃ الاسقاط مع دوران القرآن (حیلۂ اسقاط کا ثبوت)
۵۔ جواہر البیان المسمیٰ خلاصۃ القرآن، (مضامین قرآن پر مشتمل رسالہ)

آپ کے جاری کردہ فیضان علوم اسلامیہ سے جن علماء نے اکتساب کیا، ان میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ مناظر و خطیب اہل سنت مولانا محمد عبدالمالک لقمانوی خطیب اعظم مانسہرہ ہزارہ
۲۔ مولانا عبدالقیوم سرحدی، خطیب دیولی سادات
۳۔ سید مولانا جیلانی شاہ، خطیب چکار (آزاد کشمیر)
۴۔ مولانا خلیل الرحمٰن، قندھار (کابل)
۵۔ مولانا سید ابرار شاہ، سوات

آپ کے تین صاحبزادے ہیں، جن کے نام یہ ہیں:

۱۔ صاحبزادہ احسان الحق
۲۔ صاحبزادہ مفتاح الحق
۳۔ صاحبزادہ اظہار الحق [۱]

---

[۱] یہ تمام کوائف حضرت مولانا ہدایت الحق نے راقم کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرمائے۔

ضمیمہ

فہرست ضمیمہ

۱	مولانا سید شجاعت علی قادری، کراچی	۳۶۵
۲	مولانا سید شریف احمد شرافت، ساہنپال شریف	۳۶۹
۳	مولانا حافظ محمد شفیع اوکاڑوی، کراچی	۳۷۳
۴	مولانا قاضی عبدالنبی کوکب، لاہور	۳۷۶
۵	مولانا قاضی غلام محمود ہزاروی، لاہور	۳۸۱
۶	مولانا محمد سعید شبلی، ساہیوال	۳۸۵
۷	مولانا سید محمد فاروق القادری، گڑھی اختیار خاں	۳۹۴
۸	پروفیسر محمد مسعود احمد، سندھ	۳۹۸
۹	مولانا حافظ محمد مظہر الدین، راولپنڈی	۴۰۶
۱۰	مولانا پیر سید معروف حسین قادری، برطانیہ	۴۱۰
۱۱	مولانا محمد منظور احمد فیضی، احمد پور شرقیہ	۴۱۴
۱۲	حکیم محمد موسیٰ امرتسری، لاہور	۴۱۸
۱۳	مولانا قاری محمد یوسف صدیقی	۴۲۲

نوٹ:۔ تعارف علماء اہل سنت کی کتابت مکمل ہونے کے بعد بعض اہم شخصیات کے کوائف میسر ہوئے، جنہیں ضمیمہ کی صورت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

فاضل اجل مولانا مفتی سید شجاعت علی قادری، کراچی

قدیم وجدید علوم کے متبحر عالم، ادبِ عربی کے ماہر استاد اور اہل سنت کے مایہ ناز مفتی حضرت مولانا مفتی سید شجاعت علی قادری بن حضرت علامہ مفتی سید مسعود علی قادری بن حافظ سید احمد علی (رحمہما اللہ) ۱۱ر ذی الحجہ، ۱۰ر جنوری ۱۳۵۹ھ / ۱۹۴۱ء میں مرکز علم و حکمت بدایوں (ہندوستان) میں پیدا ہوئے۔

آپ ایک علمی روحانی سید گھرانے کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ کے والد ماجد علامہ مفتی سید مسعود علی قادری رحمۃ اللہ (م ۹ محرم الحرام ۱۳۹۳ھ) نہ صرف خود اہل سنت وجماعت کے ممتاز عالم دین اور بلند پایہ فقیہ تھے، بلکہ انہوں نے اپنی اولاد کو بھی زیورِ علم سے آراستہ کیا۔ جس کی روشن مثال حضرت علامہ مفتی سید شجاعت علی قادری اور حضرت مولانا مفتی سید سعادت علی قادری کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔

مولانا مفتی سید شجاعت علی قادری نے علوم اسلامیہ کی تحصیل کا آغاز مدرسہ عربیہ حافظیہ سعیدیہ دادوں سے کیا۔ یہاں آپ نے حافظ غلام ربانی، شیخ عبدالاحد سیتاپوری اور شیخ محمد یونس بدایونی کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔

۱۹۵۱ء میں حضرت علامہ سید مسعود علی قادری رحمۃ اللہ نے ہندوستان سے ہجرت کی، اور اہل سنت وجماعت کی مرکزی درس گاہ مدرسہ عربیہ انوار العلوم ملتان میں مدرس، مفتی اور نائب مہتمم کے منصب پر فائز ہوئے، تو مفتی شجاعت علی قادری مدظلہ نے اسی دار العلوم میں داخل ہو کر علوم عربیہ کی تکمیل کی اور علم حدیث بھی یہیں پڑھ کر ۱۳۸۰ھ میں سندِ فراغت حاصل کی۔

مدرسہ عربیہ انوار العلوم ملتان میں آپ نے جن جلیل القدر اساتذہ کی شاگردی کا شرف حاصل کیا، ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں؛

غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی دامت برکاتہم العالیہ

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امید علی خان رحمۃ اللہ

حضرت مولانا مفتی محمد عبد الحفیظ حقانی رحمۃ اللہ

حضرت علامہ مولانا ولی النبی مردانوی حال شیخ الحدیث جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد

حضرت علامہ مولانا عبد الکریم ملتانی

حضرت علامہ مولانا شیخ جان عالم مردانوی رحمۃ اللہ،

حضرت علامہ مولانا شیخ محمد جعفر ملتانی رحمہ اللہ

علاوہ ازیں آپ اپنے والد ماجد رحمہ اللہ سے بھی پڑھتے رہے۔

۱۹۵۹ء میں آپ نے "پنجاب یونیورسٹی" سے فاضل عربی کا امتحان پاس کیا۔

۱۹۶۰ء میں میٹرک، ۱۹۶۶ء میں ایف اے اور ۱۹۶۹ء میں بی اے امتحانات پاس کئے

۱۹۷۱ء میں آپ نے "جامعہ کراچی" سے علوم اسلامیہ میں ایم اے کیا اور ۱۹۷۴ء میں ایم اے عربی کا امتحان پاس کیا۔

آپ نے اپنی تدریسی زندگی کا آغاز مظہر العلوم جامع مسجد آرام باغ کراچی سے کیا۔ عرصہ دراز تک جامعہ امجدیہ کراچی میں مدرس اور مفتی کی حیثیت سے کام کرتے رہے اور پھر بعض دیگر علماء کرام کی رفاقت میں دار العلوم نعیمیہ کی بنیاد رکھی، جہاں آپ علم حدیث اور دیگر علوم وفنون کا درس دیتے ہیں۔

آپ ایک قابل اور محنتی استاد ہیں، تفسیر، حدیث، کلام، منطق، فلسفہ غرضیکہ ہر فن کی تدریس میں مہارت تامہ رکھتے ہیں۔

علاوہ ازیں آپ "لیاقت کالج کراچی" اور "جامعہ کراچی" کے شعبہ عربی میں بھی بطور

لیکچرر کام کر رہے ہیں۔

۱۵ فروری ۱۹۷۸ء کو آپ سعودی حکومت کے خرچ پر جامعہ ریاض تشریف لے گئے، جہاں آپ نے شعبۂ لغت عربیہ میں داخلہ لے کر عربی زبان کی تدریس کے طریقے سیکھے۔ اسی دوران آپ متعدد بار حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

تدریس کے علاوہ آپ فن خطابت سے بھی گہرا شغف رکھتے ہیں۔ آپ کی تقریر تحقیقی مدلل اور اثر انگیز ہوتی ہے۔ آپ خطبۂ جمعہ کے علاوہ دیگر اسلامی تقاریب اور عظیم قومی و بین الاقوامی کانفرنسوں سے بھی خطاب فرماتے ہیں۔

حضرت علامہ مفتی سید شجاعت علی قادری کو اللہ تعالیٰ نے گوناگوں صفات سے نوازا ہے، چنانچہ آپ ایک بلند پایہ ادیب اور مصنف ہیں۔ اخبارات و جرائد میں آپ کے علمی و تحقیقی مضامین چھپتے رہتے ہیں۔

علاوہ ازیں آپ نے کئی عربی کتب کا اردو میں اور بعض اردو کتب کا عربی میں ترجمہ کیا اور کئی عنوانات پر کتب تالیف فرمائیں۔

آپ کی تصنیفات و تالیفات میں سے چند کتب کے اسماء یہ ہیں:

مواہب اللدنیہ (پہلا حصہ) (اردو ترجمہ)

شرح الصدور "

الخیرات الحسان "

۴۔ مقصود کائنات کا عربی ترجمہ، بعنوان (ثمرة الكون)

۵۔ انشاء عربیہ (چار حصے)

۶۔ فقہ اہل سنت، تین حصے (پہلا حصہ مطبوعہ)

۷۔ عقائد و اعمال

۸۔ سیرت رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) (مطبوعہ مکتبۂ اشرفیہ مرید کے ضلع شیخوپورہ)

۹- اسلامی نظریۂ حیات

۱۰- اسلام کا اقتصادی نظام

۱۱- مجدد الامۃ (عربی) (اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ کا بے مثل تعارف)

آپ نے پیرِ طریقت حضرت کفایت علی شاہ رحمہ اللہ (م ۲؍جمادی الثانی ۱۳۸۹ھ) کے دستِ اقدس پر شرفِ بیعت حاصل کیا۔

حضرت پیر کفایت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نہایت متقی اور متوکل علی اللہ بزرگ گزرے ہیں۔ "قادری مسجد پیر کالونی کراچی" میں آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔

حضرت مولانا مفتی شجاعت علی قادری نے فراغت کے بعد کراچی ہی سے اپنی چچازاد بہن کی صاحبزادی سے شادی کی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین صاحبزادے عطا فرمائے ہیں:

صاحبزادہ سید فراست علی، متعلم آدم جی سائنس کالج

صاحبزادہ سید محمد علی، آٹھویں جماعت میں پڑھتے ہیں۔

صاحبزادہ سید ناصر علی، "دارالعلوم نعیمیہ" میں قرآن پاک حفظ کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام صاحبزادگان کو حضرت مفتی صاحب کا صحیح جانشین بنائے۔ آمین [1]

---

[1] غلام رسول سعیدی، مولانا، ترجمۃ المولف "مجدد الامۃ" ص ۲ تا ۱۶

عمدۃ المحققین مولانا سید شریف احمد شرافت نوشاہی ساہنپال شریف

صاحبِ تصانیفِ کثیرہ حضرت پیر ابو الظفر سید شریف احمد شرافت علوی، قادری نوشاہی بن سید غلام مصطفےٰ نوشاہی (م ۱۳۸۴ھ) بن سید حافظ محمد شاہ (م ۱۳۳۷ھ) ۱۹ر شعبان ۱۳۲۵ھ/ ۲۸ر ستمبر ۱۹۰۷ء میں بمقام ساہن پال شریف تحصیل پھالیہ ضلع گجرات پیدا ہوئے۔[1]

سید شرافت نوشاہی، برصغیر کے معروف مذہبی، روحانی، علمی اور ادبی خاندان "نوشاہیہ" کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ کا شجرہ نسب گیارھویں پشت میں بانی سلسلۂ نوشاہیہ شیخ الاسلام حضرت سید حافظ حاجی محمد نوشہ گنج بخش سے ملتا ہے۔

حاجی محمد نوشہ گنج بخش قادری، امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ، کی اولاد امجاد سے تھے۔ قرآن پاک کے حافظ ہونے کے علاوہ علوم عقلیہ و نقلیہ کے جید عالم تھے خصوصاً تفسیر، حدیث، فقہ، طب، تصوف اور فن زرنگاری میں کامل دسترس رکھتے تھے۔ اردو اور پنجابی کے صاحبِ دیوان شاعر تھے۔[2]

سید شرافت نوشاہی مدظلہ کے والد ماجد حضرت مولانا سید غلام مصطفےٰ نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ کی دینی، تبلیغی، علمی، ادبی اور تاریخی خدمات ان گنت ہیں۔ آپ کئی کتابوں کے مصنف تھے جن میں سے آپ کا عظیم قلمی شاہکار "انوار شاہی" المعروف "فیض محمد شاہی" ہے۔ یہ کتاب دس ضخیم جلدوں میں بیاض کی صورت میں ہے۔

سید حافظ محمد شاہ نیک اختر نوشاہی (جد امجد حضرت سید شرافت نوشاہی) بہت بڑے عالم و

---

[1] محمد اقبال مجددی: احوال و آثار سید شرافت نوشاہی، ص ۱۱

[2] شفیق الرحمٰن نوشاہی، سید: "معارف شرافت" غیر مطبوعہ (بیاض)

فنون کے حامل تھے۔ کثرتِ تلاوت کی وجہ سے آپ کو قرآن پاک حفظ ہو گیا تھا۔ آپ کی بے شمار تصانیف میں سے کتاب الفوائد نہایت بلند پایہ تصنیف ہے جو تصوف، تاریخ، ادب اور ایسے کئی دوسرے اہم علوم پر مشتمل ہے۔

حضرت سید شریف احمد شرافت کو بزرگانِ دین کے معمول کے مطابق چار سال چار ماہ چار دن کی عمر میں جدِ امجد علیہ الرحمۃ نے بسم اللہ شریف شروع کراتے ہوئے ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ کو پہلا سبق دیا۔

آپ نے قرآن مجید اور فارسی کی درسی کتب اپنے جدِ امجد سید حافظ محمد شاہ رحمہ اللہ سے پڑھیں عربی کی کتب متداولہ اپنے والد ماجد سے سبقاً سبقاً پڑھیں اور فنِ کتابت مولانا محمد حسین مبارک رقم (مرحوم) ساکن عادل گڑھ ضلع گوجرانوالہ سے سیکھا۔ کتابت میں آپ کا تخلص "نفیس رقم" ہے۔ آپ نے سلسلۂ قادریہ نوشاہیہ میں اپنے والد ماجد قدس سرہ سے بیعت کی اور خلافت و اجازت کا شرف حاصل کیا۔ والد ماجد قدس سرہ نے آپ کو شمس الفقراء کا خطاب دیا۔ [1]

حضرت پیر سید شرافت نوشاہی بلند پایہ مصنف ہیں۔ آپ کی تصانیف نہایت علمی و تحقیقی مضامین پر مشتمل ہیں۔ تصانیف و تالیف کی تعداد دو سو کے لگ بھگ ہے جن میں سب سے زیادہ ضخیم و جمیم تالیف "شریف التواریخ" ہے جو تقریباً سات ہزار صفحات تقریباً سینتیس ہزار (۳۷،۰۰۰) بنتے ہیں۔ [2]

مخدوم اہلِ سنت جناب حکیم محمد موسیٰ امرتسری دامت برکاتہم العالیہ لکھتے ہیں:

حضرت شرافت زید مجدہٗ، ظاہری علوم و فنون میں بھی ایسے باکمال ہیں کہ ان کے علوم کی گہرائی، گیرائی اور ان کے بے مثل علمی و تحقیقی کارناموں کو دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے اور آج سے صدیوں پہلے کے علماء و فضلاء اور مصنفین کی علمی کاوشوں کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔

---

[1] محمد اقبال مجددی: احوال و آثار سید شرافت نوشاہی، ص ۱۲

[2] محمد موسیٰ امرتسری حکیم: تقریب احوال و آثار سید شرافت نوشاہی، ص ۳

اور اس قابلِ قدر خصوصیت کے باعث پنجاب کے سجادگان میں ان کا مقام بالکل ممتاز اور خاص شان کا حامل نظر آتا ہے۔ ؎

حضرت سید شریف احمد شرافت نوشاہی کا ذوق مطالعہ اور وسعتِ علمی کا نقشہ جناب محمد اقبال مجددی نے ان الفاظ میں کھینچا ہے:

لاہور کے مشہور علم پرور بزرگ مولانا محمد شمس الدین (مرحوم) (تاجر کتب نادرہ متوفی ۱۱ جنوری ۱۹۶۸ء) کی دکان (زیر مسلم مسجد انارکلی لاہور) پر پہلی مرتبہ ۱۹۶۴ء میں مؤلف احقر (مولانا محمد اقبال مجددی) کا مولانا سید شرافت نوشاہی مدظلہ سے اس طرح تعارف ہوا کہ مخدومی ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی کو کتاب "مقاماتِ داؤدی" اور اس کے مصنف کے بارے میں معلومات درکار تھیں۔ ڈاکٹر صاحب، مولوی شمس الدین (مرحوم) کی دکان پر تشریف لائے اور مذکورہ کتاب اور اس کے مصنف کے بارے میں دریافت کیا۔ مولوی صاحب مرحوم نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ تقریباً ایک ماہ بعد ایک سن رسیدہ، مگر توانا بزرگ (سید شرافت نوشاہی) مولوی صاحب مرحوم کی دکان پر تشریف لائے۔ مولوی صاحب مرحوم نے ڈاکٹر صاحب کی مطلوبہ کتاب اور اس کے مصنف کے بارے میں استفسارات کیے۔ انہوں نے مولوی صاحب مرحوم کے سوالات کے جواب میں فرمایا کہ "مقاماتِ داؤدی" شیخ کرمانی شیر گڑھی متوفی ۹۸۲ھ کے حالات پر مشتمل ہے اور اس کے مصنف عبدالباقی بن جان محمد حجی قادری ہیں۔ سال تصنیف لفظ "شفوظ" (۱۰۵۶ھ) سے برآمد ہوتا ہے اور اس کا ایک قلمی نسخہ میرے ذاتی کتب خانہ میں بھی موجود ہے۔ ؎

اس واقعہ سے جہاں مولانا کی وسعتِ علمی کا پتہ چلتا ہے۔ آپ کی علم دوستی، کتب سے گہرا لگاؤ اور خداداد قوتِ حافظہ کا بھی علم ہوتا ہے۔ ؎

؎ محمد موسیٰ امرتسری، حکیم: "تقریب" احوال و آثار سید شرافت نوشاہی" ص ۴

؎ محمد اقبال مجددی، مولانا، مقدمہ احوال و آثار سید شرافت نوشاہی" ص ۷

آپ کی اَن گنت تصانیف میں سے چند کتب کے اسماء یہ ہیں:

۱۔ علوم القرآن (تفسیر)

۲۔ الروض الجنان فی احادیث سید الانس والجان (صلی اللہ علیہ وسلم) (حدیث)

۳۔ انوار السیادت فی آثار السعادت (فقہ)

۴۔ برکات المحبوب فی زیارت السالک والمجذوب (تصوف)

۵۔ اعجاز التواریخ (تاریخ)

۶۔ تاریخ سلاطین (〃)

۷۔ شریف التواریخ (〃)

۸۔ تاریخ عباسی (〃)

۹۔ تذکرۃ المخدرات (تذکرہ)

۱۰۔ ارمغان امینیہ (فارسی، اردو نظمیں)

۱۱۔ رموز الطب (طب) [۱]

نوٹ: حضرت مولانا سید شرافت نوشاہی کی تصانیف کی مکمل فہرست "احوال و آثار سید شرافت نوشاہی" میں ملاحظہ فرمائیے۔

---

[۱] محمد اقبال مجددی، "احوال و آثار سید شرافت نوشاہی"، مختلف صفحات۔

خطیبِ پاکستان علامہ حافظ محمد شفیع اوکاڑوی، کراچی

شہسوارِ خطابت، عمدۃ المحققین حضرت علامہ مولانا حافظ محمد شفیع اوکاڑوی بن میاں کرم الہٰی ۱۳۴۹ھ / ۱۹۳۰ء میں کھیم کرن (پنجاب) کے تجارت پیشہ گھرانے میں پیدا ہوئے۔ گھر کا ماحول خالص دینی ہونے کی وجہ سے آپ کی تربیت مذہبی بنیادوں پر ہوئی۔

آپ نے قرآن پاک حافظ کرم الہٰی (کھیم کرن) سے حفظ کیا۔ ابتدائی اردو، فارسی، عربی کی تعلیم اوائل عمر میں حاصل کی۔ تقسیمِ ہند کے وقت پاکستان کی طرف ہجرت کر کے اوکاڑہ ضلع ساہیوال میں سکونت اختیار کی اور علومِ اسلامیہ کی تعلیم میں منہمک ہو گئے۔

درسِ نظامی کی بعض کتب حضرت مولانا عبدالحق کیمبلپوری سے پڑھیں، جبکہ دیگر کتب فنون اور علمِ حدیث کے حصول کے لیے شیخ القرآن حضرت مولانا غلام علی اوکاڑوی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا اور سندِ فراغت حاصل کی۔

فراغت کے بعد غزالیِ زماں رازیِ دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی مدظلہ العالی (صدر جماعت اہلِ سنت پاکستان) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درسِ حدیث لے کر ۱۳۷۵ھ میں مدرسہ عربیہ انوار العلوم ملتان سے سندِ فراغت حاصل کی۔

علومِ اسلامیہ کی تکمیل کے بعد کچھ عرصہ جامع مسجد ساہیوال میں فرائض خطابت سرانجام دیتے رہے اور بعد ازاں کراچی تشریف لے گئے۔

خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے جلد ہی آپ کی خطابت کا شہرہ عام ہو گیا اور صبح و شام تبلیغی محافل کا انعقاد ہونے لگا۔ نہ صرف ملک کے اطراف و اکناف بلکہ بیرونِ ملک بھی آپ کے تبلیغی دورے شروع ہوئے اور یوں آپ نے اپنے حکمت بھرے مواعظِ حسنہ سے قلوب کو جلا بخشی اور

گم گشتگان راہ ہدایت پانے لگے۔ آپ کی تقریر نہایت مؤثر اور جامع ہوتی ہے۔

غزالیٔ زماں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی مدظلہٗ فرماتے ہیں، "آپ کی تقریر علمی استعداد، ذکاوت و ذہانت، جودتِ طبع اور وسعتِ مطالعہ کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ انداز بیاں نہایت سلجھا ہوا، کلام میں پختگی، لطافت اور بسا اوقات ظرافت کی چاشنی پائی جاتی ہے جو سامعین کے لیے نہایت دلچسپ ہوتی ہے۔ [۱]

آپ کی اس پُر اثر تبلیغ سے زمانہ حال کے خوارج وہابیہ، دیابنہ وغیرہ بوکھلا گئے، یہاں تک کہ آپ پر قاتلانہ حملہ کر دیا، لیکن محافظِ حقیقی نے چونکہ آپ سے ابھی رشد و ہدایت کے سلسلہ میں کام لینا تھا، اس لیے مخالفین کو اس ناپاک منصوبے میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

حضرت علامہ اوکاڑوی صاحب کئی بار حج بیت اللہ شریف اور زیارتِ گنبدِ خضرا علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے مشرف ہو چکے ہیں۔

سلسلۂ نقشبندیہ میں آپ کو روحانیت کے عظیم مرکز شرقپور شریف سے وابستگی کا شرف حاصل ہے۔ عالمِ شباب میں آپ حضرت پیرِ طریقت میاں ثانی صاحب شرقپوری رحمہ اللہ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے اور پھر شیخ المشائخ حضرت مولانا ضیاء الدین قادری مدظلہ العالی (مدینہ منورہ) سے سلسلۂ قادریہ کی خلافت و اجازت حاصل کی۔

۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ میں آپ، حضرت علامہ عبد الحامد بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ اور دیگر قائدین اہلِ سنّت کی رفاقت و معیّت میں مختلف محاذوں پر تشریف لے گئے اور مہاجرین و متاثرین میں کپڑے، بستر اور دیگر ضروری اشیاء تقسیم کیں۔

۱۹۷۰ء کے انتخابات میں کراچی سے آپ نے قومی اسمبلی کا انتخاب لڑا۔

حضرت علامہ محمد شفیع اوکاڑوی دیگر صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کے سلسلے میں بھی ایک امتیازی مقام رکھتے ہیں۔ آپ کی تصانیف مدلل اور تحقیق و تفتیش کا نہایت ہی عمدہ مرقع ہیں۔ ان کی تحریر کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ان کے تمام تر تصلب

---

[۱] سید احمد سعید کاظمی، علامہ: تعارف مصنف "ذکرِ جمیل"

کے باوجود تحریر میں شدت نہیں ہے۔[1]

آپ کے رشحاتِ قلم درج ذیل ہیں:

۱۔ ذکرِ جمیل (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و صورت کا بیان)
۲۔ ذکرِ حسین 〃 〃 〃 〃
۳۔ سفینۂ نوح (دو حصے) (فضائلِ اہلِ بیت)
۴۔ برکاتِ میلاد شریف
۵۔ راہِ حق (انبیاء و اولیاء کو ندا کا جواز)
۶۔ ثواب العبادات الی ارواح الاموات
۷۔ درسِ توحید اپنے آئینہ میں (توحید کا صحیح مفہوم)
۸۔ راہِ عقیدت (مقاماتِ مقدسہ کا تفصیلی ذکر و فضائل)
۹۔ نغمۂ حبیب (معتبر علماء و شعراء کا منتخب نعتیہ کلام)
۱۰۔ نماز مترجم مع ضروری مسائل
۱۱۔ انگوٹھے چومنے کا مسئلہ
۱۲۔ انوارِ رسالت (ارشاداتِ رسول کی روشنی میں بعض مسائل)
۱۳۔ امام پاک اور یزید پلید (حضرت امام حسین رضی اللہ عنہٗ اور یزید پلید کی سوانح کا تقابلی جائزہ)[2]

---

[1] غلام مہر علی، مولانا، "الیواقیت المہریہ" ص ۱۲۹
[2] محمد شفیع اوکاڑوی، مولانا، "ذکرِ حسین" ص ۲۱۴ تا ۲۱۶

عمدۃ المحققین قاضی عبدالنبی کوکب رحمہ اللہ، لاہور

فاضل جلیل حضرت علامہ قاضی عبدالنبی کوکب بن الحاج حافظ قاضی عبدالحکیم رحمہما اللہ ربیع الاول، مئی، ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء میں گجرات کے ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔
آپ قریشی ہاشمی خاندان کے چشم و چراغ تھے اور آپ کا سلسلۂ نسب حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطہ سے امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ تک جا پہنچتا ہے۔ آپ کے والد ماجد حافظ قرآن اور نہایت پرہیزگار بزرگ تھے۔ گجرات شہر میں کتابوں کی تجارت تھی اور سکول و کالج کی کتابوں کے علاوہ علوم دینیہ کی کتب کا ضلع بھر میں سب سے بڑا مرکز آپ ہی کی دکان تھی۔

علامہ قاضی عبدالنبی کوکب رحمہ اللہ چار سال کی عمر میں قرآن پاک اور ابتدائی دینی تعلیم میں مصروف ہوئے۔ چھ برس کی عمر میں والد ماجد نے حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمہ اللہ کی نگرانی میں آپ کو تحصیل علم کے لیے مدرسہ انجمن خدام الصوفیہ گجرات میں بٹھایا، جہاں آپ نے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے علاوہ استاذ العلماء حضرت علامہ قاضی عبدالسبحان کھلابٹی، حضرت مولانا مفتی محمد امین رحمہما اللہ اور حضرت مولانا محمد اکرام سے اکتساب فیض کے بعد ۱۹۵۲ء میں سند فراغت حاصل کی۔

۱۹۵۱ء میں ہائی پرافیشنسی اِن اُردو، ۱۹۵۴ء میں آنرز اِن پرشین (فارسی) ۱۹۵۳ء میں آنرز اِن اردو اور ۱۹۵۴ء میں آنرز اِن عربیک (عربی) کے امتحانات پنجاب یونیورسٹی سے پاس کیے، عربی کے امتحان میں آپ نے گولڈ میڈل بھی حاصل کیا۔

جنوری ۱۹۵۵ء میں آپ گجرات سے لاہور تشریف لاکر جامعہ نعیمیہ میں فاضل عربی کے

استاذ مقرر ہوئے۔ اس کے ساتھ ہی درسِ نظامی کے اسباق بھی پڑھاتے رہے۔

۱۹۵۶ء میں آپ جامعہ گنج بخش لاہور میں صدر مدرس مقرر ہوئے جہاں دو سال تک تدریسی فرائض انجام دیتے رہے۔ اسی سال آپ جامع مسجد تاجے شاہ چیمبرلین روڈ لاہور کے خطیب مقرر ہوتے۔

۱۹۶۰ء میں پنجاب یونیورسٹی میں مخطوطات پر ریسرچ (تحقیق) کے لیے آپ کی تقرری ہوئی جو تادمِ زیست برقرار رہی۔

۱۹۶۱ء میں آپ نے مسجد دربار حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ میں بعد از نماز فجر روزانہ درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ کے حسن بیان اور تحقیق و تدقیق نے اس درس کی جاذبیت کو دوبالا کیا اور سینکڑوں افراد نے استفادہ کیا۔

محکمہ اوقاف کے غیر شرعی پالیسیوں کے خلاف جب آپ نے صدائے حق بلند کی تو ۱۹۶۸ء میں درسِ قرآن اور ۱۹۶۹ء میں مسجد تاجے شاہ کی خطابت کو اس وقت کے ناظم اعلیٰ اوقاف مسٹر مسعود بھگوان نے بند کرادیا، جس پر عام لوگوں اور طلباء نے احتجاجی جلوس بھی نکالے۔

۱۹۵۵ء میں علامہ کوکب مرحوم نے ایم اے اردو اور ۱۹۶۶ء میں ایم اے عربی کے امتحانات پنجاب یونیورسٹی سے پاس کیے۔

۱۹۷۷ء کے تعلیمی سال میں آپ پنجاب یونیورسٹی، اور نٹیل کالج میں ایم اے عربی کے جزوقتی لیکچرر کی حیثیت سے پڑھاتے رہے۔

علامہ قاضی عبد النبی کوکب مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے گوناگوں صفات کا مجموعہ بنایا تھا۔ ایک قابل مدرس اور عظیم محقق ہونے کے ساتھ ساتھ آپ نہایت ہی جرأت مند اور صائب الرائے سیاست دان بھی تھے، چنانچہ آپ سرکاری ملازمت کے باوجود ملکی سیاست میں حصہ لے کر نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کی خاطر جدوجہد کرتے رہے۔

۱۹۵۵ء سے اکتوبر ۱۹۵۸ء تک آپ جمعیت علمائے پاکستان کے صدر علامہ ابوالحسنات قادری

کے ساتھ وابستہ رہے۔ جمعیت کے مختلف اجلاسوں میں شریک ہوتے اور جمعیت کے ترجمان ہفت روزہ "جمعیت" میں نائب مدیر کی حیثیت سے رضاکارانہ قلمی تعاون بھی کرتے رہے۔

ایوب خان کے دور میں جب ہر طرح کی سیاسی سرگرمیاں بند تھیں اور مکمل سکوت تھا، تو علامہ کوکب نے ۱۹۶۰ء میں "مجلس صداقتِ اسلام" کے زیر اہتمام ملی اور مذہبی سرگرمیوں کا نئے انداز سے آغاز کیا، چنانچہ مختلف مقامات پر متعدد عنوانات سے جلسے منعقد کیے۔

جب جمعیت علمائے پاکستان کو بعض افراد نے محض ذاتی جاہ و مفادات کی خاطر استعمال کرنا شروع کیا، تو علامہ کوکب مرحوم نے چند اکابر کے ساتھ مل کر جمعیت کی تطہیر کے لیے کام کیا۔ بالآخر ستمبر ۱۹۶۸ء کو جامعہ نعیمیہ لاہور میں ایک عظیم کنونشن ہوا جس میں علامہ عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ کو جمعیت علمائے پاکستان کے مغربی صوبہ کا صدر مقرر کیا گیا اور تمام سیاسی جماعتوں کی سرگرمیوں سے قبل ۲۸ ستمبر ۱۹۶۸ء کی رات کو باغ بیرون موچی دروازہ لاہور میں جمعیت علماء پاکستان نے ایک جلسہ عام کر کے سب سے پہلے انقلابی کردار کا آغاز کیا۔ ۹ مارچ کو لاہور ہی میں جب سوشلزم کی حامی جماعتوں کے ایک جلسہ کے بعد نیلا گنبد میں ایک دفتر کو آگ لگا کر قرآن پاک اور اس کی تفسیر جلانے کی مذموم کوشش کی، تو ایک احتجاجی کمیٹی تشکیل دی گئی جس کا کنوینر علامہ قاضی مرحوم کو چنا گیا۔ آپ کو اور آپ کے خاندان کو قتل کی دھمکیاں دی گئیں، لیکن آپ نے کلمۂ حق کی بلندی کا فریضہ جاری رکھا۔

۲؍جون ۱۹۶۸ء کو آپ نے برکت علی اسلامیہ ہال لاہور میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ کا عرسِ مبارک منعقد کر کے ایسی تحریک کا آغاز کیا، جس سے اہل سنت کے حلقوں میں بیداری اور اعتماد کی نئی لہر پیدا ہو گئی اور اس کے بعد امام اہل سنت کی عظیم شخصیت کا تعارف بڑھنے لگا۔

مئی ۱۹۷۰ء میں آپ نے لاہور میں آل پاکستان سیرت کانفرنس کا اہتمام کیا جس کے دو عظیم الشان اجلاس باغ بیرون موچی دروازہ لاہور میں منعقد ہوتے۔ علامہ کوکب رحمۃ اللہ کی ان گنت خوبیوں اور دینی و ملی خدمات کا احاطہ کرنا اس مختصر مقالہ میں ناممکن ہے۔ دیگر صفات کے علاوہ آپ بلند پایہ مصنف تھے۔ چنانچہ آپ کی قلمی خدمات کا خاکہ یوں ہے:

الخزائن ، جلد اول : تقریباً ۸۰ نادر عربی مخطوطات پر تحقیقی کام
(مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی ۔ لاہور)

ایک درجن مقالاتِ تحقیقی : برائے اردو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ۔ پنجاب یونیورسٹی

آٹھویں جماعت کی عربی ریڈر : ٹیکسٹ بک بورڈ کی شائع کردہ ۔ دو دیگر ارکان کے ساتھ کتاب تیار کی گئی ۔

تحقیق قربانی : مسئلہ قربانی کے دینی، ملی اور معاشرتی پہلوؤں پر ایک علمی کتاب

یادِ شہید : حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی زندگی اور مشن پر ایک فکر انگیز کتاب

شاہِ جیلاں : حضرت سیدنا غوثِ اعظم کی حیاتِ مبارکہ پر ایک جامع کتاب (دوسرا ایڈیشن)

زندگی کی راہیں قرآن میں : قرآن پاک میں سے منتخب آیات اسباق کی شکل میں)

سیرتِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) :
سیرتِ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ :
سیرتِ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ :
سیرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ :
سیرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ :

ہر کتاب کم و بیش ۲۰ صفحات پر مشتمل ہے ۔ انٹرمیڈیٹ تک طلباء کی سطح کو پیشِ نظر رکھ کر عام مطالعہ کے لیے یہ سیٹ تیار کیا گیا تھا ۔ اس سیٹ کے دو تین ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں ۔

حیاتِ سالک : حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد یار خاں نعیمی مرحوم کی زندگی اور خدمات پر ایک کتاب

مقالاتِ یومِ رضا : حصہ اول
" " " حصہ دوم
" " " حصہ سوم

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی کی زندگی، ان کی دینی اور علمی خدمات کے تعارف پر مختلف مقالات اور مضامین لکھوا کر مرتب کیے

قربانی کیا ہے ؟ : قربانی کے مسئلے پر ایک مختصر کتاب

اردو میں نماز پڑھنے کا مسئلہ : ایک نئے فتنے کے رد میں کتابچہ)
روزے کا مقصد : (کتابچہ) اسلام میں عورت کا مقام : (کتابچہ)
کونسا دین عالمگیر ہے اسلام یا عیسائیت ؟ (کتابچہ)
ائمہ و خطباء کی تربیت کا مسئلہ (کتابچہ)
ملکی اخبارات اور جرائد میں سو سے زائد علمی اور تحقیقی مضامین شائع ہوئے :
الخزائن ، جلد دوم : نادر عربی مخطوطات پر تحقیقی کام (مسوّدہ)
اسلامی فقہ کے مبادیات : (مسودہ)
متعدد مسوّدات نامکمل حالت میں

۱۹ر جنوری ۱۹۷۸ء بمطابق ۱۹ر صفر المظفر ۱۳۹۸ھ کو آپ پنجاب یونیورسٹی سے گھر تشریف لے جا رہے تھے کہ لوئر مال پر حادثے کا شکار ہوئے، ہسپتال پہنچائے گئے، لیکن جانبر نہ ہو سکے اور اس طرح تقریباً بیالیس سال کی عمر میں آپ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور علمی میدان میں نہ پُر ہونے والا خلا پیدا ہو گیا۔ [1]

---

[1] مکتوب جناب قاضی عبدالمصطفیٰ کامل ، بنام مرتب

فاضلِ جلیل مولانا قاضی غلام محمود ہزاروی کھلابٹ (ہزارہ)

عمدۃ المدرسین حضرت علامہ ابوالفتح قاضی غلام محمود بن جامع معقول و منقول قاضی محمد عبدالسبحان بن مولانا قاضی مظہر جمیل بن مولانا مفتی محمد غوث، تقریباً ۱۹۲۰ء میں بمقام کھلابٹ[۱] (ہزارہ) میں پیدا ہوئے۔

آپ کے جدِ اعلیٰ مولانا قاضی محمد غوث ریاست بھوپال کے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) تھے۔ آپ نے تین سال مدینہ منورہ میں درسِ حدیث دیا۔

مولانا مفتی مظہر جمیل (جدِ امجد قاضی غلام محمود صاحب) علم فقہ میں ماہر اور ظاہری و باطنی کمالات کے حامل تھے۔ ان کے بھائی مولانا محمد خلیل، حضرت مولانا محمد خلیل، حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری کے شاگرد تھے اور مکہ مکرمہ میں ان کا انتقال ہوا۔[۲]

حضرت مولانا قاضی غلام محمود ہزاروی کے والد غلام محمود ہزاروی کے والد ماجد حضرت مولانا قاضی محمد عبدالسبحان علومِ عقلیہ و نقلیہ کے بحرِ ذخار اور مناظرِ اسلام تھے۔ مناظرہ میں آپ کو یدِ طولیٰ حاصل تھا اور صرف ایک ہی بات میں مدِ مقابل کو لاجواب کر دیا کرتے تھے اور بڑے بڑے مناظر آپ کا سامنا کرنے سے گھبراتے تھے۔[۳]

حضرت مولانا قاضی غلام محمود ہزاروی نے ابتدائی تعلیم اپنے آبائی گاؤں میں والد ماجد علیہ الرحمہ

---

[۱] موضع کھلابٹ، ہری پور شہر سے چھ میل کے فاصلے پر آباد تھا، اب تربیلہ بند کی وجہ سے پانی میں آگیا اور اب ہری پور کے قریب کھلابٹ کالونی تعمیر ہو گئی ہے۔

[۲] حضرت مولانا قاضی غلام محمود کی راقم سے گفتگو۔

[۳] محمد عبدالحکیم شرف قادری، مولانا - "تذکرہ اکابر اہلسنت"، ص ...

سے حاصل کی، دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں بھی۔ والد صاحب سے میر زاہد وغیرہ کتب کا درس لیا۔ مولانا قطب الدین غورغشتوی سے میبذی، ہدیہ سعیدیہ اور اقلیدس وغیرہ کتب پڑھیں اور پھر مدرسہ خیر آبادیہ، دہلی (ہندوستان) میں مولانا عبدالجلیل ٹونکی (تلمیذ رشید مولانا حکیم برکات احمد ٹونکی) سے شرح تجرید جدید للقوشجی، افق المبین، فصوص الحکم، نقد النصوص، خلاصات، قباصات اور ایماضات وغیرہ کتب کا درس لیا۔

حدیث شریف کی بعض کتب اپنے والد ماجد اور بعض مدرسہ خیر آبادیہ (دہلی) میں پڑھ کر، وہیں سے سندِ فراغت حاصل کی۔

علاوہ ازیں آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے فاضل عربی اور فاضل فارسی کے امتحانات پاس کیے اور محکمہ اوقاف کے تحت درجہ اوّل کا محکمانہ امتحان پاس کیا۔

حضرت علّامہ قاضی غلام محمود ہزاروی نے تدریسی زندگی کا آغاز اپنے آبائی گاؤں سے کیا، پانچ سال دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور (ہزارہ) میں پڑھاتے رہے۔ کچھ عرصہ جامع مسجد غلّہ منڈی پاکپتن شریف سے ملحق دارالعلوم اہل سنّت وجماعت میں اور کچھ مدت جامعہ حنفیہ اشرف المدارس اوکاڑہ میں مسندِ تدریس پر فائز رہے۔ عرصہ دس سال دارالعلوم اہل سنّت وجماعت جہلم میں بطورِ مدرّس، فرائض متعلقہ سرانجام دیتے رہے اور پھر جامعہ اشاعت الاسلام کے نام سے جہلم میں ہی ایک ادارہ قائم کر کے اس کے جملہ انتظامات اور تدریسی فرائض انجام دینے شروع کیے۔

۱۰/ اکتوبر ۱۹۷۵ء کو آپ اپنے گھر کھلابٹ کالونی تشریف لے گئے اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے۔ علاوہ ازیں آپ چھ ماہ تک واہ فیکٹری (ٹیکسلا) کی جامع مسجد میں فرائض خطابت بھی انجام دیتے رہے۔

اس سے قبل آپ جامع مسجد کھلابٹ، خوارہ مسجد ہری پور، جامع مسجد غلّہ منڈی پاکپتن شریف اور جہلم میں بھی، امامت و خطابت اور تبلیغ وارشاد کے منصب پر فائز رہے۔

شوال المکرم ۱۳۹۸ھ سے آپ اہل سنت وجماعت کی مرکزی درس گاہ جامعہ نعیمیہ لاہور میں شیخ الحدیث مقرر ہوئے اور تاحال تعلیم حدیث کا یہ سلسلہ جاری ہے۔

حضرت مولانا قاضی غلام محمود ہزاروی مدظلہ کو سلسلۂ عالیہ چشتیہ میں حضرت بابو جی رحمۃ اللہ (گولڑہ شریف) سے بیعت اور سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت پیر غلام محی الدین نقشبندی نیاریاں شریف (آزاد کشمیر) کی طرف سے خلافت کا شرف حاصل ہے۔

۱۹۷۰ء کو آپ حج بیت اللہ شریف اور گنبد خضراء کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدیم مکان اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کی زیارت بھی کی۔

حضرت قاضی صاحب مدظلہ کو علم وفضل سے وافر حصہ عطا ہوا۔ آپ علمی خاندان کے چشم وچراغ ہونے کے علاوہ خود علوم عقلیہ ونقلیہ کے ماہر میدان تدریس وتقریر کے شہسوار اور بحر تصنیف وتالیف کے غواص ہیں۔

مختلف علوم وفنون پر آپ نے خامہ فرسائی فرمائی ہے۔ چند کتب کی فہرست درج ذیل ہے:

۱۔ سنت مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)

۲۔ تفسیر مطالب القرآن

۳۔ فضائل قرآن

۴۔ عمدۃ الاصول فی حدیث الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم)

۵۔ توضیح کلمات اللہ فی تفسیر ما اھل بہ لغیر اللہ

۶۔ مسجد میں ذکر واذکار

۷۔ فیوضات غوثیہ [۱]

---

[۱] عبدالستار نظامی، مولانا، "تعارف تصانیف علماء اہل سنت" (غیر مطبوعہ)

حضرت قاضی صاحب مدظلہ کے تلامذہ کا سلسلہ نہایت وسیع ہے تاہم چند مشہور اور فاضل تلامذہ یہ ہیں :

۱۔ مولانا گل رحمان ہزاروی ،	راولپنڈی
۲۔ مولانا محمد یعقوب ہزاروی ،	راولپنڈی
۳۔ مولانا محمد ایوب	کوٹلی (آزاد کشمیر)
۴۔ مولانا عنایت احمد	لاہور
۵۔ مولانا حافظ محمد انور	لاہور
۶۔ مولانا احمد یار	صدر مدرس اشرف المدارس اوکاڑہ
۷۔ مولانا محمد حسین	لالہ موسیٰ حال مدرس اوکاڑہ (سکول)
۸۔ مولانا خادم حسین دورانی	چکوال
۹۔ حافظ صغیر احمد گجراتی	انگلینڈ
۱۰۔ قاری محمد یوسف کشمیری	انگلینڈ
۱۱۔ صوفی محمد نجیب جہلمی	انگلینڈ
۱۲۔ مولانا عبد الحمید جہلمی	لیبیا
۱۳۔ مولانا محمد اسحاق	کراچی
۱۴۔ صاحبزادہ پیر علاؤ الدین صدیقی	نیاریاں شریف

روحانی اولاد کے علاوہ آپ کے دو صاحبزادے ، صاحبزادہ حبیب الرحمان اور صاحبزادہ الطاف الرحمان ہیں ۔ اللہ تعالیٰ صاحبزادگان کو آپ کا صحیح جانشین بنائے ۔ آمین !

فاضل جلیل مولانا محمد سعید شبلی ، ساہیوال

استاذ العلماء مولانا محمد سعید صاحب شبلی بن مولانا قائم الدین ہندوستان کی مشہور ریاست فرید کوٹ میں دس ذوالحجۃ المبارک ۱۳۱۳ھ ، ۱۸۹۶ء کو ایک علم دوست اور ممتاز ارائیں خاندان میں پیدا ہوئے ۔ آپ تقریباً ساڑھے تین سال کے ہوئے ہوں گے کہ والدہ ماجدہ انتقال فرما گئیں ۔ اس لیے دادی صاحبہ نے پرورش شروع کی اور اپنی ایک عابدہ ، زاہدہ بھولی غوث بی بی کے پاس قرآن پاک کی تعلیم کے لئے بٹھایا ۔ آپ نے پانچ سال کی عمر میں قرآن پاک ختم کیا اور پھر پنجابی زبان میں شرعی مسائل کی چند کتابیں پڑھ کر اردو میں اسلام کی پہلی ، دوسری اور فارسی کی کچھ ابتدائی کتب حضرت علامہ مولانا قاضی محمد رکن الدین رحمتہ اللہ تعالیٰ ، قاضی شہر اور خطیب و امام جامع مسجد و عیدگاہ فرید کوٹ سے پڑھیں ۔ ازاں بعد سکول کی دوسری جماعت میں داخلہ لیا داخلے کے صرف بیس دن بعد خداداد ذہانت کے باعث سے تیسری جماعت میں منتقل کر دیے گئے ۔ تیسری ، چوتھی اور پانچویں جماعت میں نمایاں کامیابی حاصل کرتے رہے ، حتیٰ کہ ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر انسپکٹر سکولز اور ڈائریکٹر تعلیم نے نوٹ تحریر کیا کہ اس بچے کو جماعت نہم میں ترقی دی جائے ، کیونکہ اس کی قابلیت نویں جماعت کے طلباء سے ملتی جلتی ہے ۔

اسی دوران میں آپ اپنے سکول کے ایک نامور فاضل استاذ مولانا محمد عبدالحلیم رحمتہ اللہ تعالیٰ عربک گولڈ میڈلسٹ ایم او ایل سے بعد نماز ظہر عربی کا مروجہ انقلاب اور تفسیر جلالین ، مشکوٰۃ شریف اور ترجمہ قرآن پاک پڑھتے رہے ۔

کچھ عرصہ بعد اورینٹل کالج لاہور میں منشی فاضل کے کورس کے لیے داخلہ لیا اور اپنی خداداد قابلیت کے باعث نہ صرف انگریزی کا امتحان پاس کیا ، بلکہ کالج کے پرنسپل اے سی وولنر صاحب نے آپ کا نتیجہ دیکھ کر ماہانہ وظیفہ مقرر کر دیا ۔

منشی فاضل کے بعد آپ نے مولوی فاضل کی تیاری شروع کی، لیکن بعض نوجوان احباب نے آپ سے اکتساب فیض کی خواہش کا اظہار کیا، جس کے پیشِ نظر شہر کی جامع مسجد میں شبینہ مدرسہ شروع کر دیا گیا (آغاز ہی میں ستر طلبائ نے اپنے نام درج کروائے) چنانچہ تعلیمی مصروفیات کی وجہ سے آپ نے فاضل عربی کا پروگرام ترک کر دیا۔

آپ نے جن اساتذہ سے اکتساب فیض کیا، ان کے اسمار گرامی یہ ہیں۔

۱ مولانا میاں قائم الدین رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۵۶ء (والد ماجد)

۲ رابعہ عصر غوث بی بی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا۔

۳ مولانا حافظ عبدالحلیم قریشی، بی اے او ایل عربک ایم او ایل گولڈ میڈلسٹ پنجاب یونیورسٹی

۴ مولانا قاضی محمد رکن الدین، قاضی و خطیب شہر فرید کوٹ۔

۵ مولانا محمد دین، پروفیسر اعلیٰ شعبۂ فارسی اورنٹیل کالج لاہور

۶ مولانا رشید احمد ابن مولانا فیض الحسن سہارنپوری (شبلی نعمانی کے استاد)

۷ پادری اے سی ولز رجسٹرار پنجاب یونیورسٹی و پرنسپل اورنٹیل کالج لاہور (جو جدید انگلش کے اپنے مرتبہ اسباق عربی کے انداز میں پڑھاتے تھے۔)

۸ ماسٹر جیشی رام شائق چشتی صابری (شائع سلوک فریدی، جو قرآن مجید کی آیات واحادیث کے حوالہ جات اور اپنے اشعار سے تصنیف کی ہے۔ ہندو نام ہے، نماز روزہ اور اوراد وظائف، تہجد اور میلاد شریف کے پابند تھے۔)

۹ حضرت مولانا عبدالعزیز مدرس شاہی مسجد لاہور۔

۱۰ مولانا کمال الدین، فاضل مراد آباد۔

مندرجہ بالا اساتذہ کے علاوہ جن بزرگان دین و مشائخ سے آپ نے روحانی فیوضات حاصل کئے، ان کے اسمار گرامی حسب ذیل ہیں۔

۱ شیخ الاسلام حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (۱۹۴۸ء میں بحالت خواب)

۲ حضرت مولانا محمد صالح نقشبندی قادری چشتی سہروردی رحمتہ اللہ علیہ۔ (حضرت موصوف سے آپ کو شرفِ بیعت حاصل ہے۔ بقول قاضی عبدالحکیم ایم اے لاہور

۳ حضرت پیر غوث محمد چشتی صابری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

۴ شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ۔ سلہ

۵ حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ۔

۶ حضرت پیر علی حسین شاہ صاحب، محدث کچھوچھوی رحمتہ اللہ علیہ

۷ حضرت مولانا احمد مختار صاحب میرٹھی رحمتہ اللہ علیہ (تایا حضرت علامہ شاہ احمد نورانی مدظلہٗ)

۸ مفتی اعظم حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ الوری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ۔

۹ حضرت مولانا مفتی محمد مظہر اللہ صاحب، خطیب جامع مسجد فتح پوری دہلی)

۱۰ حجتہ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ (حضرت حجتہ الاسلام رحمتہ اللہ علیہ سے آپ کو خلافت بھی حاصل ہے، اسی نسبت سے آپ حامدی بھی کہلاتے ہیں۔ حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہٗ)

۱۱ مفتی اعظم حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ بریلی شریف۔

۱۲ صدر الافاضل حضرت علامہ مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمتہ اللہ علیہ۔ آپ کا (حضرت صدر الافاضل رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) کا طریقہ مبارکہ تھا کہ آپ کا جو شاگرد وغیرہ وزیر پور پنجاب کی طرف آتا، اسے حضرت شبلی کے مشورہ سے کام کرنے کی ہدایت فرماتے۔

سلہ حضرت مولانا شبلی مدظلہ نے اپنی تصنیف لطیف فضائل صلوٰۃ وسلام میں ذکر فرمایا کہ ایک مرتبہ شرقپور شریف حاضری ہوئی، اس سے قبل مسئلہ تقلید کے بارے میں کچھ تفکر تھا؛ چنانچہ حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے از خود حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ کی تصنیف "الانصاف" کا صفحہ ۴۸ نکال کر فرمایا اسے پڑھو اس میں لکھا تھا کہ ہندوستان والوں کے لیے واجب ہے کہ وہ حنفی مذہب رہیں، فضائل صلوٰۃ وسلام میں۔

۱۳ حضرت شیخ مولانا ضیاء الدین مدنی دامت برکاتہم العالیہ، مدینہ شریف (آپ سے علامہ شبلی کو خلافت حاصل ہے۔ حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری مدظلہٗ)

۱۴ مجدد وقت حضرت مولانا محمد یوسف بن اسماعیل نبھانی شامی رحمۃ اللہ علیہ۔

۱۵ حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد رحمۃ اللہ سے آپ کی ملاقات ۱۹۵۰ء میں فیصل آباد میں ہوئی، تو حضرت محدث اعظم نے فرمایا، میں ہندوستان کے جس شہر میں گیا آپ کی تعریف سنی، چنانچہ ۱۹۵۵ء جامعہ رضویہ کے طلباء کی دستار بندی بھی حضرت محدث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کے دست مبارک سے کروائی۔

تبلیغ دین کے سلسلہ میں آپ نے نمایاں کردار ادا کیا۔ ۱۹۲۴ء میں ماہنامہ شریعت جاری کیا جس میں آپ کی مؤلفہ تفسیر قرآن پاک قسط وار شائع ہوتی رہی۔ یہ ماہنامہ تقریباً ڈھائی سال جاری رہا۔ اسلامیہ ہائی سکول فیروزپور کینٹ کی طرف سے شائع ہونے والے ماہنامہ "مشرق" کے بھی مدیر رہے۔

آپ کی خطیبانہ زندگی کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ جامع مسجد فریدکوٹ (۱۷-۱۹۱۶ء و ۲۴-۲۳-۱۹۲۱ء)

۲۔ جامع مسجد سرہالی کلاں ضلع امرتسر (۲۰-۱۹-۱۹۱۸ء)، (۱۹۲۰ء کے چند ماہ)

۳۔ جامع مسجد مکھو ضلع فیروزپور (۲۷-۲۶-۱۹۲۵ء)

۴۔ جامع مسجد فیروزپور چھاؤنی و عیدگاہ (۱۹۲۷ء تا ۱۹۴۷ء) ان تمام مساجد میں آپ بلامعاوضہ فرائض خطابت سر انجام دیتے رہے۔

۵۔ پاکستان بننے کے بعد ۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۵ء تک [illegible] کی جامع مسجد [illegible] سب انسپکٹر [illegible] امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔

۶۔ جامع مسجد [illegible] آپ نے [illegible] کی تعمیر [illegible] جاری کی۔

۷۔ ۱۹۵۵ء میں [illegible] مسجد [illegible] فرائض خطابت انجام دینے شروع کیے

اور علوم شرقیہ کی تدریس کے لیے مدرسہ قائم کیا۔

۸ لاہور سے آپ دوبارہ ساہیوال تشریف لے گئے اور خطابت کے فرائض انجام دیتے شروع کیے اس سے قبل آپ ساہیوال میں انجمن اصلاح المسلمین کی بنیاد ڈال چکے تھے اور مدینہ مسجد کے نام سے عظیم جامع مسجد بھی بنائی گئی تھی۔

۹ رینالہ خورد کے احباب' باصرار آپ کو برائے خطابت لے گئے، جہاں آپ نے خطابت کے علاوہ دینی علوم کا ایک مدرسہ بھی جاری کیا جس میں آپ خود اور نائب امام بلا معاوضہ تعلیم دیتے رہے۔

۱۰ انجمن اصلاح المسلمین ساہیوال کے اصرار پر آپ رینالہ خورد کی جامع مسجد سے مستعفی ہو کر ساہیوال میں انجمن مذکورہ کی نظامت مدرسہ جامعہ حنفیہ کی نگرانی اور جامع مسجد مدینہ کی خطابت اور تعمیر و تنظیم کے فرائض ادا کرنے لگے۔ دو سال بعد جامع مسجد کی تعمیر مکمل ہونے پر مستعفی ہو گئے۔

۱۱ ۱۰ر جنوری ۱۹۶۷ء کو آپ جامع مسجد گگو منڈی ساہیوال میں محکمہ اوقاف کی جانب سے خطیب مقرر ہوئے۔

۱۲ یکم جولائی ۱۹۶۷ء کو تبدیل ہو کر آستانہ عالیہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ کی جامع مسجد میں بحیثیت خطیب تعینات ہوئے۔

۱۳ ۱۹ر نومبر ۱۹۷۲ء کو آپ کا تبادلہ مرکزی جامع مسجد غلہ منڈی عارف والہ میں ہوا اور ۸ر اگست ۱۹۷۸ء کو آپ ریٹائرڈ ہو گئے۔

آج کل آپ تصنیف و تالیف میں مصروف رہتے ہیں۔ خطابت کے علاوہ آپ مختلف سکولوں میں ناظم دینیات و مدرس کی حیثیت سے بھی فرائض انجام دیتے رہے، جن سکولوں میں آپ نے کام کیا، ان کی فہرست یہ ہے۔

۱ گورنمنٹ ہائی سکول فرید کوٹ (ہندوستان)

۲ گورنمنٹ ہائی سکول موگا ۔ ضلع فیروزپور ۔

۳ گورنمنٹ ہائی سکول مکتسر ۔ ؍ ؍

۴ اسلامیہ ہائی سکول ، شیرانوالہ گیٹ ، لاہور ۔

۵ اسلامیہ ہائی سکول ۔ فیروزپور ، ہندوستان ۔

۶ مسلم ہائی سکول ، راولپنڈی

آپ مختلف دینی مدارس کی سرپرستی کے علاوہ تین سال بینالزخورد میں علوم اسلامیہ کی تدریس بھی فرماتے رہے ۔

آپ کے پاس ایک نادر کتب خانہ تھا ، جو فسادات ۱۹۴۷ء میں تباہ ہوگیا ، جس میں آپ کی بعض تصانیف میں ضائع ہوگئیں ۔ سندھی تحریک اور تحریک پاکستان میں بالخصوص اور دیگر اسلامی تحریکوں میں بالعموم آپ نے نہایت گرمجوشی سے حصہ لیا ۔ مسلم لیگ کی کامیابی کے لیے آپ نے بارہ صفحات پر مشتمل خطبہ عیدالاضحیٰ صدر مسلم لیگ کی درخواست پر تالیف کیا ، جو بیس ہزار کی تعداد میں شائع ہوا اور پنجاب کی عیدگاہوں میں خطباء حضرات نے بیان کیا ۔ اس خطبہ میں آپ نے آیات و احادیث کے دلائل سے ثابت کیا تھا کہ کفار سے تعلقات و موالات حرام ہے اور علامات قیامت میں سے ہے ۔

چنانچہ کانگرسیوں کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ انگریزوں کے چلے جانے کے بعد اس شخص پر علماء کی ہتک عزت کا دعویٰ کیا جائے گا ۔ کانگریسی اس منصوبے میں ناکام رہے ، البتہ سکھوں نے آپ پر قاتلانہ حملہ کیا ، جس سے آپ کا صاحبزادہ بعمر ۲۵ ، سال بُری طرح زخمی ہوگیا ۔

ہندوستان میں قیام کے دوران ہی آپ نے انجمن اصلاح المسلمین قائم کی تھی ، سالانہ جلسہ ہوا ، تو فرید کوٹ جو سکھ ریاست تھی ، کے حکام نے رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی ، لیکن آپ نے کوئی پرواہ نہ کی ۔ بازار کے چوک میں ایک قدیم مسجد کو فرید کوٹ کے راجہ نے محض ایک مسافر شخص کے اذان کہنے پر مقفل کر دیا تھا اور میونسپل کمیٹی نے وہاں دفتر بنایا ہوا تھا اور ان کا منصوبہ

تھا کہ یہاں عالی شان عمارت تعمیر کی جائے۔

آپ نے دیگر مسلمانوں (سوائے چند وظیفہ خوارانِ ریاست کے) بالخصوص اپنے تلامذہ حضرت مولانا غلام قادر اشرفی، مولانا علم الدین رحمہما اللہ کے تعاون سے مسجد کی بازیابی کا سوال اُٹھایا، چنانچہ ۱۹۴۶ء میں یہ مسجد مسلمانوں کو نہایت باوقار طریقے سے مل گئی۔

ماہنامہ "شریعت" اور ماہنامہ "مشرق" کی ادارت کے علاوہ درج ذیل تحریرات آپ کے رشحاتِ قلم ہیں۔

۱ تفسیر قرآنِ کریم، پہلی جلد
۲ اشاعتِ نماز (کلاں)
۳ خطبۂ عیدالاضحیٰ (جس کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے)
۴ خطبہ افتتاحیہ آل انڈیا نماز کانفرنس ۱۹۴۱ء
۵ مسائل عیدالاضحیٰ
۶ شب برأت
۷ تفسیر حروفِ مقطعات
۸ جواہر البحار (فی الاحادیث) یہ کتاب ۱۹۳۹ء میں لکھی گئی، طباعت نہ ہو سکی اور ۱۹۴۷ء کے فسادات میں مشرقی پنجاب میں رہ گئی۔
۹ ابرار الرکائز
۱۰ کشف الستار
۱۱ احسن الکلام فی فضائل الصلوٰۃ والسلام
۱۲ القول الثابت
۱۳ البنیات در مسئلہ زکاۃ
۱۴ فیوضِ رحمانی در وجوب قربانی

۱۵ اربعین من احادیث سید المرسلین

۱۶ سیرت غوث اعظم (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

۱۷ سیرت بابا فرید (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

۱۸ اشاعت نماز (خورد)

۱۹ دیدار مولیٰ تعالیٰ (بشمول معراج شریف مدلل)

۲۰ بے مثل بشر

۲۱ محدثین ہند و پاک

۲۲ اصح المطالب فی شعب ابی طالب، وغیرہا۔

۲۳ البنیات فی قیام رمضان

حضرت مولانا محمد سعید شبلی مدظلہٗ کی خدمات سے متاثر ہو کر مسلموں و غیر مسلموں نے آپ کو تصدیقی سندات پیش کیں۔ اکثر سندات تقسیم ملک کے وقت ضائع ہو گئیں، البتہ ایک سند جو مسلم ہائی سکول راولپنڈی کی طرف سے آپ کو دی گئی۔ آپ کے پاس موجود ہے جس میں سکول کے مینجنگ ہیڈ ماسٹر نے آپ کی خدمات کو نہایت شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے۔

آپ سے علمی پیاس بجھانے والے فضلاء میں سے چند ایک کے اسماء یہ ہیں۔

۱ حضرت مولانا غلام قادر اشرفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م - ۱۲۹۹ھ)

۲ حضرت مولانا علم الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۳ چودھری عبدالرحمٰن صاحب، ایم اے ایل ایل ایم سابق ڈپٹی سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب۔

۴ مولانا عبدالحفیظ خطیب جامع مسجد رینالہ خورد

۵ مولانا عبدالعزیز خطیب جامع مسجد، عارف والہ

۶ مولانا نظام الدین صاحب، بوریوالہ

۷ مولانا قاری عبدالرشید خطیب سانده خورد لاہور

۸ مولانا قاری احمد حسین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ، گجرات۔

۹ مولانا عبدالحمید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (مولوی فاضل) آپ کے فرزند ارجمند)

۱۰ مولانا فیض علی خطیب گڑھی شاہو لاہور

علاوہ ازیں۔

جناب بصیر شمسی پنشنر بریگیڈیئر، نصیر شمسی ہیڈ ماسٹر ملتان، چودھری نذیر احمد ہیڈ ماسٹر رینالہ خورد ڈاکٹر محمود الحسن بریگیڈیئر راولپنڈی، قاضی عبدالحکیم ایم اے ہیڈ ماسٹر ریٹائرڈ لاہور [۱] اور جناب نذیر احمد پنشنر ہوائی سروس وغیرہ ہم کو بھی آپ سے اکتساب فیض کا شرف حاصل ہے۔ [۲]

آپ کے دو صاحبزادے، مولانا عبدالمجید اور میاں عبدالعزیز انتقال فرما چکے ہیں جبکہ تین صاحبزادے، میاں عبدالحفیظ فاروقی ساہیوال، میاں عبدالمجید لاہور اور میاں عبدالرشید ساہیوال بقید حیات ہیں۔ [۳]

---

[۱] حضرت مولانا قاضی عبدالحکیم ایم اے ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر ہیں۔ نیک فطرت اور متشرع بزرگ ہیں۔ جامع مسجد عمر روڈ اسلام پورہ لاہور میں درس قرآن دیتے ہیں۔ آپ نے سنی تبلیغی نصاب کے نام سے ایک کتاب بھی تصنیف فرمائی جو طباعت کے مراحل میں ہے

[۲] مکتوب حضرت علامہ شبلی مدظلہ بنام جناب حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ

[۳] صاحبزادگان کی فہرست علامہ شبلی مدظلہ کے پوتے جناب شاہد صاحب نے عنایت فرمائی۔

عمدۃ المحققین صاحبزادہ سید محمد فاروق القادری گڑھی اختیار خان

قدیم و جدید علوم کے حسین امتزاج حضرت صاحبزادہ مولانا سید محمد فاروق القادری بن حضرت پیر طریقت علامہ حافظ سید مغفور القادری (م ۱۳۹۰ھ) بن جامع علوم و فنون حضرت علامہ حافظ سردار احمد قادری (م ۱۳۵۰ھ) رحمہما اللہ، ۲۵ شوال، ۱۳ اکتوبر ۱۳۶۳ھ/۱۹۴۵ء میں شاہ آباد شریف گڑھی اختیار خان بہاولپور ڈویژن میں پیدا ہوئے۔

آپ بخاری سادات کے ایک عظیم علمی و روحانی خانوادہ کے چشم و چراغ ہیں۔ اس خاندان نے تقریباً ایک صدی قبل (۱۸۷۹ء میں) مکران اور سندھ کے راستے بہاول پور (ڈویژن) میں داخل ہو کر علم و حکمت اور رشد و ہدایت کا فیض جاری کیا۔

آپ کے جدِ امجد الحاج حافظ سردار احمد قادری (م ۱۳۵۰ھ) علومِ دینیہ کے علاوہ جفر، نجوم، ہیئت وغیرہا فنون میں بھی کامل دست نگاہ رکھتے تھے۔ اردو، سندھی، فارسی اور سرائیکی کے بہت اچھے شاعر تھے۔ آپ کا سرائیکی اور سندھی کلام آج بھی سندھ کے بعض حلقوں میں نہایت ذوق و شوق سے پڑھا جاتا ہے۔ آپ نے سات مرتبہ پا پیادہ حج کیا اور دو سال تک مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے۔ اسی دوران مولانا عبدالباقی لکھنوی ثم مدنی سے تبرکاً دورۂ حدیث کی تکمیل کی۔

آپ کو خاندانی خلافت و اجازت کے علاوہ بھرچونڈی شریف کے شیخ ثانی حضرت حافظ محمد عبداللہ سائیں رحمۃ اللہ تعالیٰ سے بھی سلسلۂ عالیہ قادریہ نقشبندیہ میں خلافت و اجازت حاصل تھی۔ سلسلۂ سہروردیہ کی معروف خانقاہ کامارہ شریف (حیدرآباد سندھ) کے تمام صاحبزادگان — اور بھرچونڈی شریف کے حضرت پیر عبدالرحمٰن آپ کے خصوصی شاگردوں میں شامل تھے۔

حضرت صاحبزادہ فاروق القادری مدظلہ کے والد ماجد حضرت الشیخ الحافظ السید مغفور القادری (م ۱۳۹۰ھ) عصر حاضر کے جید عالم بہترین ادیب، خطیب، شاعر، خطاط ہونے کے علاوہ بہت سی خوبیوں کے جامع تھے۔ آپ نے تحریکِ پاکستان میں نمایاں حصہ لیا۔ بنارس سنی کانفرنس میں شرکت فرمائی۔ سندھ میں جماعت احیاء الاسلام اور تنظیم المشائخ کے ذریعے قیامِ پاکستان کا راستہ ہموار کیا۔ بھرچونڈی شریف کے صاحبزادگان اور سلسلۂ راشدیہ کے بعض صاحبزادگان کی تعلیم و تربیت کے فرائض انجام دیے۔ اپنے علاقے میں تعمیرِ مساجد و مدارس کے علاوہ تبلیغِ دین اور اصلاح اخلاق و احوال کی مہم چلائی اور بڑی حد تک کامیابی حاصل کی۔ آپ نے سندھ اور بہاول پور کے دور دراز علاقوں میں گھر گھر عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رواج دیا۔ "عباد الرحمٰن" آپ کی مشہور تصنیف ہے۔[1]

حضرت صاحبزادہ سید محمد فاروق القادری مدظلہ نے نہایت مہتم بالشان علمی و روحانی ماحول میں آنکھ کھولی، اور خاندانی روایت کے مطابق بچپن ہی سے علومِ دینیہ کی تحصیل کے لیے وقف کر دیے گئے۔ اہل سنت کی مشہور مرکزی درسگاہ مدرسہ عربیہ انوار العلوم ملتان سے آپ نے درسِ نظامی کی تکمیل کی۔

۱۹۶۵ء میں اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور سے شہادۃ عالمیہ (بی اے) کی سند حاصل کی۔ ۱۹۶۷ء میں اسی یونیورسٹی سے تخصص عربی ادب (ایم اے) کا امتحان پاس کیا اور اپنی جماعت میں اوّل رہے۔

۱۹۶۹ء میں آپ نے باقاعدہ طالب علم کی حیثیت سے پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے اسلامیات کا امتحان پاس کیا اور یونیورسٹی میں اوّل پوزیشن حاصل کر کے سونے کا تمغہ بطورِ اعزاز حاصل کیا۔

---

[1] "تذکرہ اکابرِ اہلِ سنت" مؤلفہ حضرت مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری میں دونوں حضرات کا سوانحی خاکہ تفصیلاً ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

۱۹۷۰ء میں والد ماجد علیہ الرحمۃ کے انتقال پر آپ کی دستار بندی کی گئی اور خانقاہ کی جانشینی کی ذمہ داری آپ کے سپرد کی گئی۔

آپ کو اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ اور حضرت پیر عبد الرحیم شہید علیہ الرحمۃ بھرچونڈی شریف سے اجازت و خلافت حاصل ہے۔

خانقاہی ذمہ داریوں کے علاوہ آپ جامع مسجد گڑھی اختیار خان میں (رضاکارانہ طور پر) جمعہ و عیدین کا خطبہ ارشاد فرماتے ہیں۔

تعلیم قرآن کے کئی اداروں بالخصوص ادارہ "تعلیمات اسلامیہ" کی نگرانی اور تعمیر و ترقی میں کوشاں رہتے ہیں۔

حضرت علامہ صاحبزادہ سید محمد فاروق القادری بلند پایہ محقق اور ادیب ہیں۔ متعدد اخبارات اور رسائل و جرائد میں علمی، ادبی، اسلامی اور تاریخی موضوعات پر سینکڑوں مضامین لکھ چکے ہیں۔

علاوہ ازیں آپ نے "اکابر تحریک پاکستان"[۱] حصہ اول و دوم پر تحقیقی مقدمہ لکھا ہے۔ "انفاس العارفین" (مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی) اور "فتوح الغیب" (مصنفہ حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا اردو میں ترجمہ کیا۔ تحقیق متن فرمائی اور محققانہ ضخیم مقدمات تحریر فرمائے۔[۲]

ایم اے اسلامیات کے امتحان میں "مکاتب دیوبند و بریلی کے خصوصی مسائل کا جائزہ" کے موضوع پر تحقیقی مقالہ لکھا جسے "بورڈ آف اسلامک سٹڈیز" نے پسند کیا۔

اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور میں تخصص عربی ادب کی کلاس میں معروف عربی ادیب جاحظ کی زندگی، خدمات اور افکار پر ایک تحقیقی مقالہ "الجاحظ" تحریر کیا۔

---

[۱] یہ کتاب جناب محمد صادق قصوری صاحب کی تالیف ہے۔

[۲] یہ تینوں کتب مکتبہ "المعارف" کی طرف سے چھپ چکی ہیں۔

"فاضل بریلوی اور امور بدعت" کے نام سے آپ کی تصنیف "رضا پبلی کیشنز" لاہور کی طرف سے چھپ رہی ہے جس میں آپ نے اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں قدس سرہٗ پر مخالفین اہل سنت کی طرف سے لگائے گئے غلط الزامات کا تحقیقی جائزہ لیا ہے۔ اس کے علاوہ "صوفیاء کی خدمات" اور "اسلام کی معاشی تعلیمات" پر بیشتر کام مکمل کر چکے ہیں۔

تاریخ، تصوف، قرآن پاک اور سیرۃ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام آپ کے پسندیدہ موضوع ہیں۔ آپ کا زیادہ تر وقت مطالعہ اور تحریر میں گزرتا ہے۔ ملکی و ملی مسائل کے لیے آپ انقلابی ذہن رکھتے ہیں۔

ایک مکتوب میں اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

۱۔ کتاب و سنت، عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم، معقولیت اور علمی و فکری بنیاد کے بغیر کسی فکر و عقیدے کو اہمیت نہ دینا۔

۲۔ پاکستان کے پورے معاشی اور اقتصادی ڈھانچے کو تبدیل کرنے کی شدید ضرورت ہے اور یہ تبدیلیاں معمولی نہیں، بلکہ انقلابی ہونی چاہئیں۔

۳۔ اسلام کو بحیثیت ایک انقلابی فکر اور تحریک کے سمجھنا اور اسی انداز سے اس کی تشریح کرنا اور اسی نقطہ پر لوگوں کو اکٹھا کرنا۔

۴۔ امراء کے طبقہ کو جو محض جلب منفعت اور عیاشی کے لیے سیاست کو بطور مشغلہ اپنائے ہوئے ہے، کچھ وقت کے لیے سیاست سے منع کر دینا چاہیئے۔ ۱؎

۱؎ مکتوب حضرت صاحبزادہ سید محمد فاروق القادری بنام حضرت استاذ محترم مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری مد ظلہٗ، ۱۳؍ اکتوبر ۱۹۸۹ء (محمد صدیق ہزاروی)

پروفیسر محمد مسعود احمد نقشبندی، نوابشاہ

قدیم و جدید علوم کے جامع، عظیم محقق پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی، مجددی ایم اے پی ایچ ڈی (پرنسپل گورنمنٹ کالج، سکرنڈ ضلع نواب شاہ) بن مفتیِ اعظم حضرت مولانا محمد مظہر اللہ بن حضرت مولانا محمد سعید بن اعلیٰ حضرت شاہ محمد مسعود (رحمہم اللہ تعالیٰ) دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ ایک عظیم علمی و روحانی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ کا سلسلۂ نسب متعدد واسطوں سے حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری رحمہ اللہ سے جا ملتا ہے۔

آپ کے جدِ اعلیٰ حضرت مولانا محمد مسعود نقشبندی مجددی (م ۱۰ رجب المرجب ۱۳۰۹ھ/ ۱۸۹۲ء) انیسویں صدی کے آخر کے عظیم علماء و صوفیا میں سے تھے جنہوں نے اپنے علم و فضل اور روحانیت سے دہلی کی فضاؤں کو چالیس سال تک منور و مستنیر رکھا۔

آپ کے والد حضرت مفتیِ اعظم مولانا محمد مظہر اللہ قدس سرہٗ علومِ اسلامیہ کے یکتائے روزگار عالم ہو گزرے۔ شاہی جامع مسجد فتح پوری میں خطابت و امامت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ آپ مختلف علوم و فنون میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے۔ ۱۴ر شعبان المعظم ۱۳۸۶ھ/ ۲۸ر نومبر ۱۹۶۶ء کو آپ نے اس دارِ فانی سے کوچ فرمایا۔ [1]

پروفیسر محمد مسعود احمد مدظلہ نے قرآن کریم اور عربی و فارسی کی ابتدائی کتابیں اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ سے پڑھیں۔ ۱۹۴۰ء میں مدرسہ عالیہ مسجد فتح پوری دہلی میں داخلہ لیا اور باقاعدہ علومِ عربیہ کی تحصیل شروع کی۔ ۱۹۴۵ء میں آپ نے اورینٹل کالج مسجد فتح پوری دہلی میں داخل ہو کر دو سال فارسی زبان و ادب کی تحصیل کی۔ ۱۹۴۸ء میں آپ نے مشرقی پنجاب یونیورسٹی (سولن) سے

---

[1] پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ کے آباؤ اجداد کے مکمل تذکرہ کے لیے "تذکرہ مظہر مسعود" مؤلفہ جناب ڈاکٹر صاحب موصوف کا مطالعہ کیجئے۔ (مرتب)

فاضل فارسی (منشی فاضل) کا امتحان پاس کیا۔

۱۹۴۸ء میں آپ اپنے برادر مولانا منظور احمد رحمۃ اللہ کی تیمارداری کے سلسلے میں پاکستان تشریف لائے اور پھر مستقل یہیں کے ہو کر رہ گئے۔

حیدرآباد (پاکستان) میں آپ نے اپنی پھوپھی صاحبہ کے ہاں قیام فرمایا اور انہی کی جانب سے حوصلہ افزائی پر آپ نے سلسلۂ تعلیم جاری کیا۔ چنانچہ ۱۹۵۲ء میں آپ نے پنجاب یونیورسٹی لاہور سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۵۳ء میں ادیب فاضل اور پھر ایف اے کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۵۶ء میں پنجاب یونیورسٹی سے بی اے کے امتحان میں کامیابی حاصل کی اور پھر اسی سال سندھ یونیورسٹی حیدرآباد میں داخلہ لیا۔

۱۹۵۸ء میں آپ نے ایم اے اردو کا امتحان نمایاں پوزیشن میں پاس کیا۔ پوری یونیورسٹی میں آپ اوّل رہے جس کے صلے میں گورنر مغربی پاکستان کی طرف سے گولڈ میڈل اور وائس چانسلر کی طرف سے سلور میڈل دیا گیا۔ آپ کے اساتذہ میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں ایم اے جیسی معروف شخصیت کے علاوہ درج ذیل اساتذہ کے نام سے آتے ہیں:

۱۔ حضرت مفتی اعظم مولانا محمد مظہر اللہ قدس سرہٗ (والد ماجد)

۲۔ مولانا محمد شریف اللہ
۳۔ مولانا سجاد حسین
۴۔ مولانا عبدالرحمٰن
۵۔ مولانا ولایت احمد
۶۔ مولانا اشفاق الرحمان
۷۔ مولانا عبدالقادر
۸۔ مولانا ناصر خلیق
۹ ڈاکٹر خان رشید اللہ خان
۱۰۔ مولانا محبوب الٰہی
۱۱۔ ڈاکٹر یحییٰ احمد ہاشمی
۱۲۔ پروفیسر غلام مرتضیٰ خان
۱۳۔ مولانا محبوب الٰہی
۱۴۔ مولانا محمد ادریس
۱۵۔ مولانا عبدالسمیع
۱۶۔ پروفیسر مقبول احمد
۱۷۔ پروفیسر عبدالرشید۔ وغیرہم

۱۹۵۶ء میں آپ نے دہلی میں اپنے والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہو کر سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت کا شرف حاصل کیا۔

علامہ مفتی محمد محمود الوری اور پیر زین الدین شاہ گیلانی کی جانب سے آپ کو خلافت حاصل ہے۔

۱۹۵۸ء میں آپ کی عملی زندگی کا آغاز گورنمنٹ کالج میرپور سے ہوا، جہاں عارضی طور پر بحیثیت لیکچرر آپ کا تقرر ہوا۔ نومبر ۱۹۵۸ء میں آپ نے (اس وقت کے) مغربی پاکستان پبلک سروس کمیشن لاہور کے اجلاس میں انٹرویو دیا جس میں کامیابی پر ۱۹۶۰ء میں آپ کی ملازمت کو مستقل کر دیا گیا چنانچہ آپ نے ۶۹ء تک اسی کالج میں نمایاں طور پر تعلیمی خدمات انجام دیں۔

۵ راگست ۱۹۶۵ء کو آپ نے مغربی پاکستان پبلک سروس کمیشن لاہور کے اجلاس میں اردو پروفیسر کی ایک اسامی کے لیے انٹرویو دیا اور کامیابی حاصل کی، چنانچہ گورنمنٹ ڈگری کالج کوئٹہ کے لیے بحیثیت پروفیسر منتخب ہوئے۔

آجکل آپ گورنمنٹ سائنس کالج سکرنڈ ضلع نواب شاہ کے پرنسپل کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں، جبکہ اس سے قبل آپ گورنمنٹ کالج ٹنڈو محمد خاں میں پرنسپل اور گورنمنٹ کالج مٹھی ضلع تھرپارکر اور گورنمنٹ کالج کھپرو کے پرنسپل رہ چکے ہیں۔

علاوہ ازیں آپ نظامت تعلیم کراچی کی طرف سے اردو نصاب کی کتب کے لیے ریویور اور سندھ یونیورسٹی حیدرآباد کے زیر اہتمام بی اے اور ایم اے (اردو) کے نصاب کی تدوین کے سلسلہ میں ممبر بورڈ آف سٹڈیز مقرر رہیں۔

سندھ یونیورسٹی حیدرآباد، پنجاب یونیورسٹی لاہور، بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن حیدرآباد، کوئٹہ اور گورنر مغربی پاکستان کی جانب سے بی اے، ایم اے، ایف اے ادیب عالم اور درجہ اول افسران کے امتحانات کے لیے ممتحن مقرر رہیں۔

حضرت پروفیسر موصوف نے میدانِ تحقیق و تحریر میں جو کام کیا ہے یا کر رہے ہیں، صفحاتِ تاریخ کا ایک زریں باب ہے۔

آپ نے طالب علمی کے دور ہی سے مضمون نگاری کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ برصغیر پاک و ہند کے ان گنت رسائل و جرائد اور اخبارات میں آپ نے بیسیوں تحقیقی مقالے لکھے۔ مختلف کتب کے تراجم کیے اور ان پر مبسوط مقدمے تحریر فرمائے۔

آپ کے تحریر فرمودہ مقالات، مضامین، مقدموں اور تبصروں کی تعداد دو صد ہے۔ پی ایچ ڈی کے لیے آپ نے ایک مبسوط اور مفصل مقالہ بعنوان "قرآن پاک کے اُردو تراجم و تفاسیر" لکھا۔ یہ مقالہ آپ نے ۱۹۵۶ء سے ۱۹۶۵ء تک تقریباً آٹھ سال کے طویل عرصہ میں پایۂ تکمیل تک پہنچایا اور یہ ٹائپ شدہ فل اسکیپ سائز کے ایک ہزار صفحات پر پھیلا ہوا ہے اس مقالے کے لیے آپ نے پاک و ہند اور بیرونی ممالک کے تقریباً اکسٹھ (۶۱) کتب خانوں سے استفادہ کیا اور تقریباً چھ سو کتابیں مطالعہ فرمائیں۔ مقالات کے علاوہ آپ نے جو کتابیں تصنیف فرمائیں، مرتب کیں یا تراجم کیے، ان میں چند یہ ہیں:

۱- حیدر آباد کی معاشی تاریخ (ترجمہ) (تصنیف محمد حسین ترک)

۲- شاہ محمد غوث گوالیاری (سوانح)

۳- تمدنِ ہند پر اسلامی اثرات (ترجمہ) (تالیف ڈاکٹر تارا چند)

۴- دائمی تقویم (ترتیب) (تصنیف مولوی منظور احمد)

۵- مظہر الاخلاق " (تصنیف حضرت شاہ محمد مظہر اللہ)

۶- ارکانِ دین " "

۷- مکاتیبِ مظہری حضرت مفتی محمد مظہر اللہ کے دو ہزار مکتوب گرامی)

۸- فتاویٰ مظہری جلد اوّل (ترتیب) (حضرت مفتی محمد مظہر اللہ کے تحقیقی فتوے)

۹- مظہر العقائد (ترتیب و تحشیہ) (تصنیف حضرت مفتی محمد مظہر اللہ)

۱۰- شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی (سوانح اور علمی و اصلاحی کاموں کا تفصیلی و تحقیقی جائزہ)

۱۱- مکاشفات الاسرار (میر سید علی غمگین دہلوی کے دیوان رباعیات کی ترتیب)

۱۲۔ خطوط مشاہیر (پروفیسر موصوف کے نام مشاہیرِ فضلاء کے علمی و ادبی خطوط)

۱۳۔ ویرونا کے دو شریف زادے (ترجمہ) تصنیف ولیم شیکسپیئر) لہ

ان کے علاوہ درج ذیل تصانیف آپ کی شاہکار ہیں:

۱۴۔ فاضل بریلوی اور ترکِ موالات (مرکزی مجلسِ رضا لاہور کی طرف سے اس کے کئی ایڈیشن چھپ چکے ہیں)

۱۵۔ فاضلِ بریلوی علماء حجاز کی نظر میں (اس کے بھی متعدد ایڈیشن چھپ چکے ہیں)

۱۶۔ "حیاتِ فاضل بریلوی" (جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کی بزمِ رضا نے شائع کی)

۱۷۔ "محبت کی نشانی" (داڑھی کی اہمیت و فضیلت (زیرِ طبع)

۱۸۔ حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہٗ کی تصنیف لطیف "اطیب البیان" کا مبسوط مقدمہ کا ترجمہ بنگلہ زبان میں عنقریب شائع ہونے والا ہے۔

۱۹۔ "تحریک آزادیٔ ہند اور السواد الاعظم" (تحریک آزادیٔ ہند میں علماء اہل سنت، بالخصوص ماہنامہ "السواد الاعظم" مراد آباد کی خدمات کا تفصیلی جائزہ، مطبوعہ رضا پبلی کیشنز لاہور

۲۰۔ "موجِ خیال" (مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کراچی) زندگی کے ہر ادبی و روحانی تاثرات جو ماہنامہ "ضیائے حرم" بھیرہ کی کئی قسطوں میں شائع ہوئے۔

۲۱۔ "شاعرِ محبت" (مطبوعہ مکتبہ رضویہ گجرات) حضرت شاہ عبد اللطیف بھٹائی کی حیات اور ان کے افکار۔

۲۲۔ "ایشیا کا مظلوم عبقری" (امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ) (انگریزی) مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور)

لہ محمد مسعود احمد، پروفیسر "تذکرہ مظہر مسعود" ملخصاً

۲۳- امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ کی شخصیت پر مقالہ، "دائرۃ المعارف" (انسائیکلوپیڈیا)
مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی لاہور ج ۱۰-

۲۴- مقدمہ رسالہ درعلم لوگارثم محشّی امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ، مطبوعات
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی-

۲۵- مقدمہ "دوام العیش فی الائمۃ من قریش" از امام احمد رضا خاں بریلوی
قدس سرہٗ العزیز-

۲۶- "مولانا عبدالقدیر بدایونی" مطبوعہ مکتبہ قادریہ، لوہاری دروازہ، لاہور-

۲۷- تذکرہ مظہر مسعود	مدینہ پبلشنگ کراچی ۱۹۶۹ء
۲۸- حیات مظہری	مطبوعہ کراچی (۱۹۷۴ء)
۲۹ عاشق رسول	مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء
۳۰ کلام الامام	غیر مطبوعہ
۳۱ حیات امام احمد رضا بریلوی	غیر مطبوعہ
۳۲ حضرت مجدد اور اقبال	غیر مطبوعہ
۳۳ حیات امام احمد رضا (مبسوط)	غیر مطبوعہ
۳۴ مرقع مظہری	غیر مطبوعہ
۳۵ قانونین خیال	غیر مطبوعہ
۳۶ مجموعہ تقاریر	غیر مطبوعہ
۳۷ اکرام امام احمد رضا	غیر مطبوعہ
۳۸ مواعظ مظہری	مطبوعہ کراچی ۱۹۶۹ء
۳۹ سراج منیر	مطبوعہ کراچی ۱۹۷۹ء
۴۰ فتاویٰ مسعودی	غیر مطبوعہ

آپ نے درج ذیل ملکی و غیر ملکی کانفرنسوں میں شرکت فرمائی اور مقالات پڑھے۔ آل پاکستان اسلامک سٹڈیز کانفرنس منعقدہ سندھ یونیورسٹی حیدر آباد (۱۹۶۳ء) فرسٹ نیشنل کانفرنس فوری پروموشن آف عربک منعقدہ کراچی یونیورسٹی کراچی (۱۹۷۵ء) سیکنڈ ورلڈ کانفرنس، ورلڈ اسلامک مشن منعقدہ بریڈ فورڈ انگلینڈ (۱۹۷۸ء) انٹرنیشنل سیرت کانفرنس وزارت امور مذہبی حکومت پاکستان اسلام آباد۔ (۱۹۷۸ء)

سنہ ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ میں آپ کنٹرول روم میرپور خاص کے انچارج کی حیثیت سے متعلقہ امور سر انجام دیتے رہے۔

سنہ ۱۹۶۵ء ہی میں ایجنسل لیکچررز ایسوسی ایشن حیدر آباد کے صدر مقرر ہوئے۔

سنہ ۱۹۷۹ء میں آپ نے لوکل کونسل الیکشن (سندھ) سکرند میں ریٹرننگ افسر کی حیثیت سے کام کیا۔

علاوہ ازیں سنہ ۱۹۵۶ء میں مظہریہ مجلس عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاہور کے نام سے ایک مجلس قائم فرمائی، جس کی جگہ آج کل "بزم ارباب طریقت" کام کر رہی ہے، جو سنہ ۱۹۶۱ء میں آپ کے والد ماجد نے قائم فرمائی تھی۔

آپ کی اولاد امجاد میں صاحبزادہ محمد مسرور احمد اور تین صاحبزادیاں کوکب جہاں، ثروت جہاں اور سعدیہ بیگم کے اسماء شامل ہیں۔

پروفیسر محمد مسعود احمد مدظلہ، باوجودیکہ ایک کالج کے پرنسپل ہیں اور انہیں شب و روز کالج کے ماحول سے سابقہ پڑتا ہے، لیکن اس کے باوجود آپ کی وضع قطع، گفتار اور کردار کو دیکھ کر کسی پیر طریقت کا گمان ہوتا ہے۔ آپ اپنی صورت و سیرت کے لحاظ سے بجا طور پر یادگار اسلاف ہیں۔

ھ مکتوب حضرت پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب بنام مرتب

حضرت پروفیسر صاحب نے اپنی خداداد قلمی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے میں کبھی بخل سے کام نہیں لیا، بلکہ ان کا قلم، اسلامی تعلیمات اور مفکرین اسلام کی خدمات کو اُجاگر کرنے میں مصروف ہے۔

آپ کا امتِ مُسلمہ بالخصوص اہل سنت وجماعت پر ایک عظیم احسان یہ ہے کہ آپ دورِ حاضر کے عظیم مصلح و مجدّد اور علم وحکمت کے بحرِ بے کنار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی شخصیت کو بغض وعناد کی دبیز تہوں سے منصّۂ شہود پر لائے اور جدید انداز میں آپ کے علمی وتجدیدی کارناموں کو پیش کیا جس سے موجودہ تعلیم یافتہ طبقہ بے حد متاثر ہوا اور مخالفین کا پھیلایا ہوا بے بنیاد اور جھوٹا پروپیگنڈہ اپنی موت آپ مر گیا۔

اس کے ساتھ ساتھ پروفیسر محمد مسعود احمد مدظلہٗ نے اہل سُنّت وجماعت کے قلمکاروں کو نئے اندازِ نگارش سے روشناس کرایا۔

فاضل جلیل مولانا حافظ محمد مظہر الدّین راولپنڈی

دُورِ حاضر کے سب سے بڑے نعت گو شاعر اور ادیب حضرت علامہ حافظ مظہر الدین بن حضرت علامہ مولانا نواب الدین (علیہ الرحمۃ) ۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۴ء میں بمقام ستکوہا نزد قادیان (ہندوستان) ارائیں خاندان کے ایک زمیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد متبحر عالم دین تھے اور حضرت حافظ صاحب مدظلہ کی ولادت سے قبل اپنے وطن مالوف قصبہ رمداس ضلع امرتسر سے نقل مکانی کر کے موضع ستکوہا میں سکونت پذیر ہوئے۔ اسی دوران فتنۂ قادیانیت کا ظہور ہوا اور آپ نے مرزائیوں سے مشہور تاریخی مقدمہ لڑا جس کے ذریعے ثابت کیا گیا کہ مسلمانوں کا مرزائیوں سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ یہ پہلی آئینی ضرب تھی جو بالآخر مرزائیوں کو اقلیت قرار دیے جانے پر منتج ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ علمی حلقوں میں حضرت مولانا نواب الدین علیہ الرحمہ کو فاتح قادیان کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے۔

حضرت مولانا حافظ محمد مظہر الدین کو والد ماجد نے بچپن ہی میں اپنی ایک عقیدت مند (مُریدہ) خاتون حافظہ سلمٰی کے سپرد کیا جو آپ کو ریاست پٹیالہ لے گئیں اور قرآن پاک حفظ کرایا۔

آپ نے ابتدائی تعلیم موضع ستکوہا میں اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ اور مشہور نعت گو شاعر امیر مینائی کے شاگرد صوفی عبدالرزاق رامپوری سے اور پھر والد ماجد کی وطن مراجعت پر وہاں کے ایک عالمِ دین سے حاصل کی۔

آستانہ عالیہ علی پور شریف (ضلع سیالکوٹ) اور دارالعلوم دیوبند میں کچھ عرصہ حصولِ علم کے بعد آپ نے تکمیلِ درسیات کے لیے مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت علّامہ ابوالبرکات سیّد احمد قدس سرہٗ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا اور علومِ اسلامیہ کی تکمیل پر دارالعلوم حزب الاحناف لاہور سے سندِ فراغت حاصل کی۔

۱۹۲۹ء میں آپ نے رہبر شریعت و طریقت حضرت خواجہ سراج الحق کرنالی رحمۃ اللہ کے دست مبارک پر بیعت کی اور بعد ازاں والد ماجد قدس سرہٗ سے سلسلۂ عالیہ چشتیہ قادریہ میں خلافت کا شرف حاصل کیا۔ حضرت خواجہ سراج الحق قدس سرہٗ سے آپ کے والدین کو بیعت کی سعادت حاصل تھی، اور حضرت محدثِ اعظم پاکستان علامہ ابو الفضل محمد سردار احمد قادری قدس سرہٗ اور آپ کے والدین بھی حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے حلقۂ ارادت میں شامل تھے۔

حضرت علامہ حافظ مظہر الدین مدظلہٗ دورِ حاضر کے عظیم نعت گو شاعر، بلند پایہ عالم دین اور مشہور و معروف صاحبِ قلم ہیں۔ آپ کا قلب اللہ و رسول کی محبت سے سرشار اور قالب مجسمہ اطاعتِ الٰہی و اتباعِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ آپ کو

آپ کے عشقِ رسول اور عارفانہ کلام کے پیشِ نظر ملک کے مشہور شخصیات نے خراجِ تحسین پیش کیا۔ پیر کرم شاہ بھیروی لکھتے ہیں :

"اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں حضرت حافظ مظہر الدین کے دل کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے لیے اور ان کے قلم کو اس کی مدحت کے لیے مخصوص کر لیا ہے۔ مبدأ فیاض نے ان کو نغز گوئی، جدت طرازی، بے ساختگی و برجستگی، شیریں بیانی، سلاست و روانی کی جو انمول صلاحیتیں بخشی ہیں، اُن کا رُخ ہر طرف سے موڑ کر اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت گوئی کی طرف پھیر دیا۔ ہماری دُعا ہے کہ یہ نابغۂ روزگار، نعت کے میدان کا یہ بانکا شہسوار تا دیر سلامت رہے۔" [1]

مشہور شاعر احسان دانش لکھتے ہیں :

"حافظ مظہر الدین صاحب شاعر بھی ہیں اور ادیب بھی، عالم بھی ہیں اور عامل بھی وہ عشقِ رسول میں مستغرق ہیں، زبان سے نسبتاً کم اور آنسوؤں سے زیادہ گفتگو کرتے ہیں۔ میں نے پاکستان میں بہت کم لوگ حافظ مظہر الدین صاحب جیسے رقیق القلب اور

---

[1] محمد کرم شاہ، پیر پیشِ لفظ "باب جبریل" ص ۸ - ۹ - ۱۲

عاشقِ رسول دیکھے ہیں اور دیکھا جاتے تو نعت کا حق عاشقِ رسول ہی کو پہنچتا ہے اور وہی کلام دلوں میں گداز اور پلکوں پر بادلہ لگاتا ہے۔ [1]

جناب محمد ایوب صاحب مصنف "نوائے فردا" حضرت حافظ موصوف کو خراجِ عقیدت ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں؛

"خوش نصیبی کا کرشمہ کہیئے یا رسائی طبع کی کرامت یا عشقِ نبی کا معجزہ، حافظ صاحب نے نعت گوئی کو اپنی زندگی کا منتہا بنا رکھا ہے۔ ان کے ذوق وشوق کا عالم رسول اور عشقِ رسول سے آباد ہے۔" [2]

مشہور روحانی مرکز گولڑہ شریف کے حضرت صاحبزادہ غلام نصیر الدین مدظلہ، اپنے منظوم کلام میں آپ کو یوں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں؛

منظہر کہ بذوق وشوق فرد است — درراہِ ادب یگانہ مرد است

آں حق نگرے است حق پسندے — درویش نواز، درد مندے

پیش فقرا، نیاز کیش است — با کج کلہاں بناز بیش است

رغبت بہ سکندراں نہ دارد — نفرت ز قلندراں نہ دارد

شعرش را پایہ است عالی — آہنگ ز جذبۂ بلالیؓ [3]

آپ کے علمی وادبی مضامین، روزنامہ "کوہستان" اور روزنامہ "ندائے ملت" میں مسلسل چھپتے رہے ہیں۔

---

[1] احسان دانش "جلوہ گاہ" ص ۷-۸

[2] محمد ایوب " ص ۵

[3] صاحبزادہ غلام نصیر الدین "بابِ جبریل" ص ۱۴-۱۵

آج بھی آپ کا نعتیہ کلام ملک کے مشہور اخبارات میں نمایاں طور پر شائع ہوتا رہتا ہے۔ سوشلزم کے فتنہ اور پھر تحریک نظامِ مصطفیٰ کے دوران آپ نے قلمی محاذ پر بہت کام کیا۔ مختلف اخباری مضامین اور کالموں کے علاوہ آپ رشحاتِ قلم درج ذیل ہیں:

۱۔ خاتم المرسلین (۱۹۳۷ء میں حزب الاحناف کی طرف سے شائع ہوئی)

۲۔ شمشیر و سناں } قومی نظمیں

۳۔ حرب و حزب } قومی نظمیں

۴۔ تجلیات (نعتیہ مجموعہ)

۵۔ جلوہ گاہ ״

۶۔ بابِ جبریل ״

۷۔ نشانِ راہ

۸ وادیٔ نیل (جرجی زیدان کے ناول کا اردو ترجمہ)[۱]

---

[۱] مکتوب جناب حافظ مظہر الدین بنامِ مرتب

فاضلِ نوجوان مولانا پیر سید معروف حسین قادری، برطانیہ

پیرِ طریقت فاضلِ نوجوان حضرت علامہ سید معروف حسین قادری بن حضرت پیر سید چراغ حسین قادری، ۳۰ ربیع الاوّل ۲۰، جون ۱۳۵۵ھ / ۱۹۳۶ء میں آزاد کشمیر کے موضع چک سواری (ضلع میرپور) میں پیدا ہوئے۔

آپ ایک عظیم علمی و روحانی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ کے جدِ اعلیٰ حضرت پیر سید نوشہ گنج بخش قادری قدس سرہ کے دستِ حق پرست پر دو لاکھ سے زائد غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا۔ علاوہ ازیں آپ کے والد ماجد حضرت پیر چراغ حسین قادری عظیم روحانی اور صاحبِ کشف و کرامت بزرگ گزرے ہیں اور آزاد کشمیر و پاکستان کے سینکڑوں افراد آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے۔

آپ کے آباؤ اجداد تقریباً ایک صدی قبل دغل شریف (ضلع گجرات) سے نقل مکانی کر کے آزاد کشمیر میں اقامت پذیر ہوئے۔

حضرت سید معروف حسین قادری کی ابتدائی تربیت، والد ماجد قدس سرہ کے زیرِ سایہ ہوئی اور ۱۹۴۶ء میں ان کے انتقال پر آپ نے اپنے برادرِ اکبر حضرت علامہ ابوالکمال برق قادری کی نگرانی میں تعلیم و تربیت کے مراحل طے کرنے شروع کیے۔

۱۹۵۲ء میں ہائی سکول چک سواری سے میٹرک کا امتحان پاس کیا اور پھر اسی سال علومِ اسلامیہ کی تحصیل کے لیے شین محلہ ۱ کے دار العلوم میں داخلہ لے کر فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی اعجاز ولی خان قدس سرہٗ العزیز اور مولانا محمد یوسف، مہتمم جامعہ سے استفادہ کیا۔

۱۹۵۵ء میں راولپنڈی تشریف لے گئے جہاں حضرت مولانا محمد صادق چشتی رحمۃ اللہ سے صرف و نحو کی متوسط کتب، تفسیرِ قرآن، مثنوی مولانا روم اور علمِ فقہ کی چند کتابوں کا درس لیا۔ بعد ازاں

راولپنڈی ہی میں اہلِ سنت وجماعت کی مرکزی درس گاہ "احسن المدارس" میں داخل ہوئے اور علوم وفنون کی تکمیل پر یہیں سے ۱۹۶۱ء میں سندِ فراغت حاصل کی۔

دارالعلوم "احسن المدارس" میں آپ نے جن اساتذہ سے اکتسابِ فیض کیا، ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں: علامہ شاہ محمد عارف اللہ قادری رحمۃ اللہ، مولانا قاضی عبدالغفور، مولانا مکی احمد خان، مولانا عبدالمتین سرحدی، مولانا نور محمد چشتی، مولانا عبدالحق اور مولانا حافظ اللہ بخش رحمہ اللہ علاوہ ازیں آپ نے حضرت علامہ سید عبدالقادر شاہ گیلانی مدظلہ سے بھی استفادہ کیا۔ ایوبی دور میں جب علامہ شاہ محمد عارف اللہ قادری رحمۃ اللہ کو تین ماہ کے لیے ضلع بدر کیا گیا۔ تو اس عرصہ میں آپ دارالعلوم "احسن المدارس" کے جملہ امور کی نگرانی فرماتے رہے۔

۱۹۶۱ء میں حضرت پیر سید معروف حسین قادری، بعض احباب کے اصرار پر برطانیہ تشریف لے گئے جہاں ڈیڑھ، دو ماہ کا عرصہ برمنگھم میں رہنے کے بعد آپ نے بریڈفورڈ میں مستقل قیام اختیار کیا۔ برطانیہ میں آپ نے ایک فیکٹری میں ملازمت کو ذریعہ معاش بنانے کے بعد مسلمانوں کی اصلاح کی طرف توجہ دی۔ اپنی رہائش گاہ پر مسلمانوں کی دینی تعلیم و تربیت کا آغاز کیا اور تلاش و جستجو کے بعد چند مخلص احباب کو جمع کر کے ۱۹۶۳ء میں "جمعیت تبلیغ الاسلام" کے نام سے ایک تنظیم قائم کی۔ مختلف اوقات میں صوبیدار محمد خان، پروفیسر عبدالکریم چشتی، راجہ محمد عارف اور الحاج محمد خاں بوستان اس جماعت کے صدر رہے۔ آپ نے اپنے مکان کو مرکز کی حیثیت دیتے ہوئے تدریس اور ماہانہ اجلاس کا انتظام کیا اور آپ کی مسلسل کوشش سے سینکڑوں نوجوان اور بچے ابتدائی دینی تعلیم سے بہرہ ور ہوئے اور مسلمانوں میں دینی و مذہبی شعور اُجاگر ہوا۔

مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات سے آگاہ کرنے کے لیے آپ نے ایک لائبریری قائم کی جسے جمعیت تبلیغ الاسلام نے مزید وسعت دی اور اب مختلف زبانوں میں ڈھائی ہزار سے زیادہ کتب اس لائبریری میں موجود ہیں۔

۱۹۶۶ء میں آپ کی تجویز پر مسلمانانِ برطانیہ نے آپ کے گھر کے سامنے ایک مکان خرید کر

اس میں مسجد اور مدرسہ قائم کیا اور پھر ۱۹۶۱ء میں اس سے ملحق ایک دوسرا مکان خرید کر مسجد کو وسعت دی۔ اس مسجد میں کم وبیش تین ہزار نمازی بیک وقت نماز پڑھ سکتے ہیں۔ امامت و خطابت اور تدریس کے فرائض خود پیر صاحب موصوف، رضاکارانہ طور پر سر انجام دیتے رہے۔

آپ کی کوششوں سے جمعیت تبلیغ الاسلام کی دعوت پر ۱۹۶۰ء میں حضرت علامہ شاہ احمد نورانی نے شمالی انگلینڈ کا تبلیغی دورہ کیا۔ ۱۹۶۸ء میں حضرت علامہ شاہ محمد عارف اللہ قادری رحمہ اللہ کو تبلیغی دورے کی دعوت دی گئی اور ۱۹۷۳ء میں نبیرۂ اعلیٰ حضرت مولانا ریحان رضا خان مدظلہ نے برطانیہ کے مختلف شہروں میں تبلیغی دورہ فرمایا۔

۱۹۶۹ء میں آپ نے برطانیہ کے مختلف شہروں میں رہائش پذیر علمائے اہل سنت کا ایک اجلاس بلایا اور "سنی جمعیت علماء اسلام یو کے" تشکیل کی گئی۔

یکم جون ۱۹۷۵ء کو اس تنظیم نے برمنگھم میں "آل یو کے سنی کانفرنس" منعقد کی جس میں چھ ہزار سے زیادہ مسلمانوں نے شرکت کی۔ ۱۷ اگست ۱۹۷۵ء کو اسی تنظیم کے زیر اہتمام لنکاشائر کے شہر بولٹن میں معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانفرنس منعقد ہوئی۔

آپ نے شب و روز کی محنت شاقہ کے بعد برطانیہ میں مقیم آزاد کشمیر کے چند مخلص احباب پر مشتمل "انجمن اسلامیہ" قائم کی جس نے چک سواری (آزاد کشمیر) کے مقام پر ۱۹۶۹ء میں "جامعہ اسلامیہ" کے نام سے ایک دینی درس گاہ قائم کی۔ اسی طرح جمعیت تبلیغ الاسلام" کے اراکین کے تعاون سے ۱۹۶۹ء ہی میں دولت نگر ضلع گجرات میں بھی ایک دینی ادارہ قائم کیا۔ آپ کی مساعی جمیلہ سے برطانیہ میں اہل سنت و جماعت کی کئی مساجد قائم کی گئیں۔ صرف بریڈفورڈ میں آپ کی نگرانی میں تین مساجد تعمیر کی گئیں۔ ایک مسجد جو زیر تعمیر ہے، برطانیہ کی خوبصورت ترین مسجد ہوگی۔ بریڈفورڈ کے علاوہ دوسرے بڑے بڑے شہروں میں بھی آپ کے تعاون اور دلچسپی سے بیسیوں مساجد تعمیر کی گئی ہیں۔

حضرت پیر سید معروف حسین قادری کی ان گنت اسلامی خدمات سے ایک "ورلڈ اسلامک مشن"

کا قیام ہے۔ آپ کی خواہش تھی کہ مستشرقین کی جانب سے اسلام کے خلاف مذموم پروپیگنڈہ کا مسکت جواب دینے اور اسلام کے سنہری اصولوں کو عام کرنے کی خاطر ایک عالمگیر تنظیم کا قیام عمل میں لایا جائے، چنانچہ اس مقصد کی خاطر حرمین طیبین میں مختلف ممالک سے آئے ہوئے علمائے اہل سنت کے کئی اجلاس ہوتے اور بالآخر ۱۲ر جنوری ۱۹۷۳ء کو آخری اجلاس میں ورلڈ اسلامک مشن" کے نام سے ایک بین الاقوامی تنظیم قائم کرنے پر اتفاق رائے ہو گیا۔ اس اجلاس میں ہندوستان، پاکستان، مصر، کویت، عراق، مراکش، شام اور ترکی کے علماء نے شرکت کی۔ مجاہد ملت علامہ عبد الستار خان نیازی اور حضرت علامہ عبد المصطفےٰ الازہری بھی شریک مجلس تھے پیر صاحب موصوف کو کنوینر مقرر کیا گیا اور پھر ایک سال بعد بریڈ فورڈ (برطانیہ) کے "سینٹ جارج ہال" میں عالمی تنظیمی کنونشن منعقد ہوئی جس میں کنونشن کے مہمان خصوصی علامہ شاہ احمد نورانی کو مشن کا صدر اور ہندوستان کے مشہور اہل قلم عالم دین علامہ ارشد القادری کو جنرل سیکرٹری مقرر کیا گیا۔

مولانا پیر سید معروف حسین قادری کی قیادت میں برطانیہ میں مقیم علماء و عوام اہل سنت کی مساعی سے بریڈ فورڈ یونیورسٹی کے قریب ایک بہت بڑی عمارت کو چالیس ہزار پونڈ میں خرید کر "اسلامک مشنری کالج" قائم کیا گیا۔ اس کالج کے منصوبہ میں جناب ڈاکٹر محمد حنیف فاطمی پروفیسر کویت یونیورسٹی کی کاوشوں کا بھی بہت بڑا دخل ہے۔

پیر صاحب معروف، دیار غیر میں مسلک حقہ اہل سنت و جماعت کی ترویج کے لیے ہمہ وقت کوشاں ہیں۔ آپ کی کوششوں سے امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ کے ترجمہ قرآن پاک کا انگریزی ترجمہ جلد ہی امریکہ و برطانیہ میں شائع ہو رہا ہے۔ [1]

---

[1] مکتوب بنام استاذ محترم حضرت مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری۔ (مرتب)

فاضل جلیل مولانا محمد منظور احمد فیضی احمد پور شرقیہ

شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا ابوالحسن محمد منظور احمد فیضی بن حضرت استاذ العلماء مولانا محمد ظریف فیضی، ۲ رمضان المبارک ۱۶ اکتوبر ۱۳۵۸ھ / ۱۹۳۹ء شب سوموار بوقت صبح صادق موضع قادر آباد بستی فیض آباد علاقہ اوچ شریف (بہاولپور) میں پیدا ہوئے۔

آپ کے جد امجد حضرت مولانا الٰہی بخش قادری رحمۃ اللہ فارسی اور فقہ میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے، نہایت متقی، پابندِ شریعت اور شب زندہ دار بزرگ تھے، سلسلۂ قادریہ میں حضرت صالح محمد قادری (سوئی شریف) سے نسبت تھی۔

حضرت مولانا منظور احمد فیضی کے والد ماجد استاذ العلماء حضرت مولانا محمد ظریف فیضی جید عالمِ دین اور استادِ حدیث ہیں۔ کثیر تعداد طلباء آپ سے اکتسابِ فیض کر کے مسندِ تبلیغ و ارشاد پر متمکن ہو چکے ہیں۔

حضرت مولانا محمد منظور احمد فیضی نے ابتدائی تعلیم قرآن پاک، فارسی، فقہ، اصول فقہ، صرف ونحو، منطق اور مشکوٰۃ شریف وجلالین شریف وغیرہ اپنے والد ماجد سے پڑھیں۔

بعد ازاں جملہ علومِ عقلیہ و نقلیہ کی تکمیل اور علمِ حدیث کے حصول کے لیے آپ نے غزالیٔ زماں بیہقیٔ وقت حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی دامت برکاتہم العالیہ (مرکزی صدر جماعت اہل سنت پاکستان) کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا اور ۱۷ شوال المکرم ۱۳۷۸ھ / بمطابق ۲۶ اپریل ۱۹۵۹ء کو مدرسہ عربیہ انوار العلوم ملتان سے سند فراغت حاصل کی۔

فراغت کے بعد آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے فاضل عربی کا امتحان پاس کیا اور پھر والد ماجد سے علم تصوف میں تحفہ مرسلہ، لوائح جامی، توفیقہ شریف اور مثنوی شریف وغیرہ پڑھ کر

حدیث وجملہ علوم عقلیہ ونقلیہ کی سند حاصل کی۔

حضرت مولانا منظور احمد فیضی نے اپنے والد ماجد حضرت مولانا محمد ظریف فیضی اور حضرت غزالی زماں کے علاوہ حضرت پیر غلام یٰسین سجادہ نشین دربار شاہ جمالی، حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان (بریلی شریف) حضرت پیر طریقت مولانا ضیاء الدین قادری (مدینہ منورہ شریف) اور حضرت خواجہ فیض محمد شاہ جمالی سے بھی اکتساب فیض کیا۔

مؤخر الذکر (حضرت خواجہ فیض محمد رحمۃ اللہ) سے آپ نے چار سال، چار ماہ اور چار دن کی عمر میں بسم اللہ شریف شروع کر کے سورۂ فاتحہ پڑھی اور ظاہری و باطنی کمالات حاصل کیے۔

فراغت کے بعد ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۷۹ھ کو آپ نے بستی فیض آباد (بہاول پور) میں ایک دینی ادارہ "مدرسہ مدینۃ العلوم" قائم کیا۔ یہ دار العلوم ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۸ھ تک علم وحکمت کے دریا بہاتا رہا اور مختلف اطراف مثلاً سندھ، پنجاب، کشمیر، غزنی اور چٹاگانگ سے طلباء آکر اکتساب علم کرتے رہے اور آج اس دار العلوم کے فارغ التحصیل علماء ملک کے مختلف حصوں میں تبلیغ دین کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۸ھ کو آپ نے یہ دار العلوم بستی فیض آباد سے احمد پور شرقیہ منتقل کیا اور "مدرسہ فیضیہ رضویہ" کے نام سے اپنے ذاتی مکان میں اس کی نشاۃ ثانیہ فرما کر تعلیم وتدریس کا اہتمام فرمایا۔

حضرت مولانا منظور احمد فیضی، دیگر علماء کے ساتھ خود بھی تدریسی فرائض سرانجام دیتے ہیں اور طلباء کو حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا درس دیتے ہیں۔

آپ ایک قابل مدرس ہونے کے علاوہ اہل سنت وجماعت کے مایہ ناز خطیب ہیں۔ آجکل جامع مسجد داروغہ اللہ ڈیوایا محلہ شکاری احمد پور شرقیہ میں فرائض خطابت سرانجام دیتے ہیں۔ اس سے قبل آپ مسجد حضرت جلال دین بخاری، مسجد حضرت مخدوم جہانیاں گشت اور مسجد کرنل عبد اللطیف محلہ سرور شاہ احمد پور شرقیہ میں خطیب رہ چکے ہیں۔

تبلیغِ دین کے سلسلے میں آپ ملک بھر کے دورے کر چکے ہیں۔ حج بیت اللہ شریف کے موقعہ پر آپ مدینہ منورہ میں میلاد شریف کے محافل میں حضرت مفتیٔ اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا خان دامت برکاتہم العالیہ کی صدارت میں خطاب فرماتے رہے اور مصر و شام کے علماء کی محفل میں حضرت پیر طریقت مولانا ضیاء الدین مدنی قادری کی صدارت میں عربی زبان میں تقریریں کیں۔

تحریکِ پاکستان کے موقعہ پر آپ اپنے والد ماجد حضرت مولانا محمد ظریف فیضی کے زیرِ سایہ مسلم لیگ کی حمایت میں سرگرم رہے۔

تحریکِ ختمِ نبوت اور تحریکِ نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ صرف اپنے دل پذیر خطاب کے ذریعے عوام الناس کو ان تحریکوں کے پس منظر سے آگاہ کیا، بلکہ خود عملی طور پر جلوسوں کی قیادت فرماتے رہے اور جب احمد پور شرقیہ میں جلوس پر گولی چلی، تو اس دن آپ کے چچا زاد بھائی مولانا مقبول احمد مدرس "مدرسہ فیضیہ" آپ کے رضاعی بھائی مولانا محمد عبدالعزیز خان چشتی اور "مدرسہ فیضیہ" کے طالب علم حاجی محمد حنیف اور سید گل حسن شاہ بخاری زخمی ہو کر خون میں لت پت ہو گئے اور آپ کے ایک عقیدت مند نے جامِ شہادت نوش کیا۔

سیاسی طور پر آپ ابتدا ہی سے جمعیت علماء پاکستان سے وابستہ ہیں۔ ۷۹-۱۹۷۸ء میں حضرت قائدِ اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی نے جب احمد پور شرقیہ کا دورہ فرمایا تو آپ کو تحصیل کی سطح پر جمعیت کا کنوینر مقرر کیا گیا۔

مئی ۱۹۷۸ء میں آپ کو جماعتِ اہلِ سنتِ پاکستان ضلع بہاولپور کا صدر اور پھر جماعت کی مرکزی مجلسِ عاملہ کا رکن (بھی) منتخب کیا گیا۔

حضرت مولانا محمد منظور احمد فیضی تین مرتبہ حج بیت اللہ شریف اور گنبدِ خضراء کی زیارت سے مشرف ہو چکے ہیں۔

آپکو حضرت پیرِ طریقت خواجہ غلام یسین (سجادہ نشین حضرت خواجہ فیض محمد شاہ جمالی رحمۃ اللہ) اور حضرت غزالیٔ زماں علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی مدظلہ العالی سے تمام سلاسل اور حضرت

مفتیٔ اعظم ہند علّامہ مولانا مصطفےٰ رضا خان دامت برکاتہم العالیہ سے سلسلۂ قادریہ صابریہ میں بیعت و خلافت حاصل ہے۔

حضرت مولانا منظور احمد فیضی مدظلۂ تدریس و تقریر کے علاوہ میدانِ تحریر کے بھی شاہسوار ہیں، چنانچہ درج ذیل کتب آپ کا قلمی شاہکار ہیں:

۱۔ مقامِ رسول — دو جلد۔ مطبوعہ
۲۔ تعارف ابن تیمیہ — ″
۳۔ علماء دیوبند کی عبارات سے وہابی کی پہچان — ″
۴۔ فیضی نامہ (قوانینِ فارسی)
۵۔ کلمات طیبات (وظائف)
۶۔ مختارِ کل (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیارات)
۷۔ عقائد و مسائل۔

آپ کے کثیر التعداد تلامذہ میں سے چند مشہور ہیں:

۱۔ مولانا مفتی محمد اقبال سعیدی، جلالپور پیروالا۔
۲۔ مولانا مقبول احمد فیضی، احمد پور شرقیہ
۳۔ مولانا محمد حفیظ الدین، کراچی
۴۔ مولانا کریم بخش، کراچی
۵۔ مولانا غلام رسول، بستی ملکانی بہاولپور
۶۔ مولانا غلام قادر، سمہ سٹہ
۷۔ مولانا غلام محمد سعیدی، ضلع رحیم یار خاں
۸۔ مولانا غلام یٰسین، احمد پور شرقیہ
۹۔ مولانا عبدالعزیز چشتی، احمد پور شرقیہ

آپ کے تین صاحبزادگان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

صاحبزادہ مولانا الحاج محمد محسن۔ صاحبزادہ محمد حسن، صاحبزادہ محمد حسین ؎

؎ مکتوب حضرت مولانا محمد عبدالعزیز خان چشتی، بنام مرتب، مؤرخہ ۲۰ اپریل ۱۹۷۹ء

مخدومِ ملت حکیم اہلِ سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری، لاہور

مخدومِ ملت حکیم اہل سنت مجموعۂ اخلاق و آداب جناب حکیم محمد موسیٰ امرتسری بن فخر الاطباء حکیم فقیر محمد چشتی نظامی (متوفی ۱۳۷۱ھ مدفون بجوار حضرت میاں میر صاحب رحمۃ اللہ) ۲۸ صفر المظفر ۲۷ اگست ۱۳۴۶ھ/۱۹۲۷ء میں بمقام امرتسر (ہندوستان) پیدا ہوئے۔

آپ کے والد ماجد علیہ الرحمہ ماہر طبیب اور شب زندہ دار زاہد تھے، انہوں نے اپنے رشتہ کے ایک چچا حکیم مولوی فتح الدین سے سلسلۂ چشتیہ میں فیض حاصل کیا اور پھر انہی کے کہنے پر حضرت مولانا الحاج میاں علی محمد خان رحمہ اللہ سجادہ نشین بستی شریف (متوفی ۱۵ محرم الحرام ۲۸ جنوری (۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء) سے بیعت ہوئے اور خود حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ، نے بھی حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ سے شرفِ بیعت حاصل کیا۔[1]

حکیم صاحب قبلہ کے خاندان کے تمام بزرگ مذہباً حنفی اور مشرباً صوفی تھے۔ طبابت آپ کا خاندانی مشغلہ ہے۔ آپ کے تین بڑے بھائی اور ایک چھوٹے بھائی بھی طبیب ہیں، اگرچہ وہ مطب نہیں کرتے۔

آپ نے قرآن مجید ناظرہ استاذ القراء جناب قاری کریم بخش مرحوم سے پڑھا۔ فارسی کی کتابیں کریما، پند نامہ، گلستاں، بوستاں، سکندر نامہ، زلیخا (جامی)، احسن القواعد، اخلاق محسنی وغیرہ اور عربی صرف کی کتابیں مفتی عبدالرحمٰن ہزاروی مدرس مدرسہ نعمانیہ امرتسر سے پڑھیں۔ علاوہ ازیں حضرت مولانا محمد عالم آسی رحمۃ اللہ سے بھی استفادہ کیا۔

طِب کی تمام کتابیں اپنے والد ماجد سے پڑھیں۔ مثنوی شریف کے پہلے دو دفتر بھی

---

[1] محمد ایوب قادری، پروفیسر: سہ ماہی مجلّہ "العلم" کراچی، جولائی تا ستمبر ۱۹۷۱ء، ص ۷۴

والد صاحب سے پڑھے اور مطب بھی انہیں سے سیکھا۔[1]

آپ نے ریاضی اور حساب کی باقاعدہ تحصیل کی اور بہی کھاتے کا حساب محمد شفیع پاندھے سے سیکھا۔[2]

۱۲؍ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان تشریف لائے، چھ ماہ تک سرگودھا رہے اور پھر حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ کے بلانے پر لاہور آ گئے۔[3]

لاہور آنے کے بعد آپ نے والد صاحب کے ساتھ مل کر لوہاری دروازہ کے باہر (یہاں آجکل نہایت مصروف چوک ہے) مطب شروع کیا۔ ۱۹۴۹ء میں آپ نے رام گلی میں علیحدہ مطب جاری کیا۔ ان دنوں آپ ۵۵۔ ریلوے روڈ لاہور میں مطب چلا رہے ہیں۔[4]

درحقیقت یہ صرف جسمانی بیماریوں ہی کا شفا خانہ نہیں، بلکہ علم و حکمت کا عظیم مرکز ہے، جہاں علماء، ادیب، شاعر غرضیکہ علمی دنیا کا ایک معتد بہ حصہ ہر وقت موجود رہتا ہے اور بقول جناب راجا رشید محمود حکیم صاحب کی دوکان "ہیڈ کوارٹر" ہے۔

آپ نے اپنے مطب میں اہلِ علم احباب کا حلقہ پیدا کیا جہاں علمی موضوعات پر گفتگو ہوتی اور حکیم صاحب سے مفید مشورے حاصل کیے جاتے اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے تصنیف و تالیف، تحقیقی مقالات، نشر و اشاعت غرضیکہ ہر مسئلے پر حکیم صاحب کا مشورہ ایک لابدی امر ہو چکا ہے اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ حکیم صاحب نے ملی و دینی خدمات کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دیا ہے اور کوئی بھی آنے والا شخص آپ سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ حکیم صاحب کی ذات برصغیر پاک و ہند کے علمی و ادبی حلقوں میں جانی پہچانی شخصیت ہے۔

---

[1] محمد ایوب قادری، پروفیسر: سہ ماہی مجلہ "العلم" کراچی، جولائی تا ستمبر ۱۹۷۱ء ص ۷۴

[2] محمد اقبال فاروقی پیرزادہ: "تذکرہ علماء اہل سنت و جماعت لاہور"، ص ۳۹۶

[3] محمد ایوب قادری، پروفیسر، سہ ماہی مجلہ "العلم" کراچی، جولائی تا ستمبر ۱۹۷۱ء، ص ۷۴

[4] محمد اقبال فاروقی پیرزادہ: "تذکرہ علماء اہل سنت و جماعت لاہور" ص ۳۹۷

آپ نہایت بلند پایہ ادیب اور علم و حکمت کا قیمتی ذخیرہ ہیں۔ آپ کی تصانیف میں "تذکرہ علمائے امرتسر" (غیر مطبوعہ)، "مولانا غلام محمد ترنم رحمہ اللہ"، "مولانا نور احمد امرتسری"، "ذکرِ مغفور" (تذکرہ سید مغفور القادری رحمہ اللہ) "اذکارِ جمیل" (تذکرہ سید برکت علی شاہ خلیجیانوی) بہت ہی مشہور ہوئیں۔

آپ نے کئی علمی کتابوں پر زوردار دیباچے لکھے۔ مقدمہ "کشف المحجوب"، مقدمہ "مکتوب مجدد الف ثانی" رحمہ اللہ اور مقدمہ "عباد الرحمٰن" اہلِ علم کی توجہ کا مرکز بن گئے۔ ۱؎

آپ کا سب سے بڑا علمی اور اعتقادی کارنامہ "مرکزی مجلسِ رضا" کا قیام ہے۔ اس مجلس کو علمی رنگ دینے کے لیے آپ نے صبح و شام کام کیا۔ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کی شخصیت کو متعارف کرانے کے لیے جلسے، جلوس ترتیب دیئے۔ مقالات اور مضامین کے علاوہ کئی کتابیں لکھوائیں اور خوبصورت انداز میں طبع کرا کے تقسیم کروائیں۔ ۲؎

اردو کے علاوہ انگریزی زبان میں اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کے تعارف پر مبنی کتابچہ جناب ڈاکٹر مسعود احمد (پی۔ ایچ۔ ڈی) سے لکھوایا اور چھپوا کر اسے بیرونِ ملک بھیجا تاکہ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کی شخصیت کے خلاف خارجیوں (وہابیوں) کی تلبیس کا پردہ چاک ہو اور آپ کی شخصیت کے حقیقی خدوخال سے لوگ روشناس ہو سکیں۔

آپ نے "مجلسِ رضا" کے زیرِ اہتمام نوری جامع مسجد ریلوے اسٹیشن میں ہر سال "یومِ رضا" منانے کا اہتمام کیا ہوا ہے۔ یہ تقریب نہایت شان و شوکت سے منائی جاتی ہے۔ عوام کے علاوہ علماء کا ایک جمِ غفیر ہوتا ہے اور نغماتِ رضا سے مسجد گونج اٹھتی ہے۔ "مجلس رضا" کے زیرِ اہتمام آپ نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے کئی رسالے طباعت کرائے اور آپ کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر کتابیں طبع کرائیں۔ اب آپ کی سرپرستی میں سنی اہل قلم کی ایک تنظیم "سنی رائٹرز گلڈ" بھی قائم ہو چکی ہے۔

۱؎ محمد اقبال فاروقی پیرزادہ: "تذکرہ علماء اہل سنت و جماعت لاہور" ص ۳۹۷

۲؎ " " " " " " " "

۱۹۷۴ء میں آپ نے حج بیت اللہ شریف اور زیارت گنبدِ خضراء کا شرف حاصل کیا اور پیرِ طریقت حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی دامت برکاتہم العالیہ سے "دلائل الخیرات" اور "قصیدہ بُردہ شریف" کی اجازت حاصل کی۔ شیخ محمد ہاشم شقرون شرفی، شیخ محمد حسین رمدی یمنی آفندی کی مجلس ذکر و وظائف میں شرکت کی اور اجازتِ خاص حاصل کی۔[1]

حکیم محمد موسیٰ امرتسری نہایت وسیع القلب اور خلیق و شفیق انسان ہیں، اور اہل سُنت کے نوخیز اہلِ قلم حضرات کی خوب حوصلہ افزائی فرماتے ہیں۔

آپ کے اخلاق و اوصاف کے متعلق پروفیسر محمد ایوب قادری لکھتے ہیں :

"حکیم صاحب نہایت وسیع الاخلاق، مہمان نواز، علم و ادب کے شیدائی، معارف پرور، پُرانی قدروں کے محافظ اور مجموعۂ اخلاق و آداب ہیں۔ ان کا مطب، طبی مرکز سے زیادہ علم و ادب اور تہذیب و ثقافت کا مرکز ہے۔"[2]

---

[1] محمد اقبال فاروقی پیرزادہ : "تذکرہ علماء اہل سنت و جماعت لاہور" ص ۳۹۷

[2] محمد ایوب قادری، پروفیسر : سہ ماہی مجلۃ العلم، کراچی۔ جولائی تا ستمبر ۱۹۷۱ء

فخر المجودین مولانا قاری محمد یوسف صدیقی، لاہور

استاذ القراء حضرت مولانا ابو عطاء المصطفیٰ قاری محمد یوسف صدیقی بن حضرت مولانا پیر محمد حبیب صدیقی[1] ۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۹ھ، ۱۷ اکتوبر ۱۹۳۰ء میں ضلع مانسہرہ (ڈویژن ہزارہ) کے مضافات میں واقع موضع ماتھی میرا کے ایک علمی و روحانی خاندان میں پیدا ہوئے، آپ کا سلسلۂ نسب خلیفۂ اوّل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

آپ کے والد ماجد، چچا[2] اور دونوں خسر[3] اپنے دور کے جید علماء میں شمار ہوتے تھے۔

حضرت علامہ قاری محمد یوسف صدیقی نے ابتدائی کتب درس نظامی اور فارسی ادب کی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ متوسط کتب نصاب حضرت مولانا صفی اللہ رحمۃ اللہ، سوسل (اوگی ہزارہ) سے پڑھیں تکمیل فنون اور حصول حدیث کے لیے جامعہ اشرفیہ لاہور میں داخل ہوئے۔ چونکہ آپ حضرت شیخ القرآن ابوالحقائق علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی رحمہ اللہ کی تقریر سننے جاتے تھے، جو جامعہ اشرفیہ کے اساتذہ و طلباء کے لیے ناقابل برداشت بات تھی، اس لیے ان لوگوں کا تعصب پر مبنی رویہ آپ کے لیے رحمت خداوندی ثابت ہوا اور آپ اہل سنت و جماعت کے مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف میں داخل ہو گئے اور بالآخر جامعہ نعیمیہ لاہور سے سند فراغت حاصل کی۔

---

[1] حضرت مولانا پیر محمد حبیب صدیقی، ایک جید عالم، ماہر طبیب اور شب زندہ دار عابد و زاہد تھے۔ آپ کے عقیدت مند کشمیر، کاغان، بالاکوٹ اور ہزارہ ڈویژن کے دوسرے علاقوں کے علاوہ لاہور میں بھی بکثرت موجود ہیں۔ آپ کی پر تاثیر تبلیغ سے لاتعداد افراد، عیسائیت، مرزائیت اور نجدیت کا شکار ہونے سے محفوظ رہے اور کئی ایک تائب ہو کر صراط مستقیم پر گامزن ہوئے۔

[2] حضرت مولانا محمد صالحین ہزاروی نہایت خوش الحان خطیب تھے، عمر کا اکثر حصہ لاہور میں گزرا، آپ بدعقیدہ لوگوں سے مناظرے کرتے اور کامیابی سے ہمکنار ہوتے۔ آخر عمر میں عقیدتمندوں کے اصرار پر میانوالی ضلع سیالکوٹ منتقل ہوئے اور وہیں انتقال فرمایا۔

[3] حضرت مولانا محمد شریف اللہ اور حضرت مولانا محمد ایاز قریشی رحمہما اللہ، قاری محمد یوسف صدیقی کے سسر تھے، اول الذکر پانی پت سے قرأت سبعہ کے مستند تھے اور موخر الذکر ایک جید عالم تھے اور حضرت خواجہ پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ کے حلقہ ارادت میں شامل تھے۔ آپ کی زندگی کا اکثر حصہ پنجاب میں گزرا، ۱۹۷۵ء میں آپ کا وصال ہوا، بعد آزاد کشمیر میں ہولاد زیر کوٹ (مانسہرہ) میں آپ کا مزار ہے۔

علم تجوید کے لیے آپ نے قاری امیر الدین بجنوری، قاری محمد شاکر انور، قاری عبدالمالک اور قاری حسن شاہ بخاری سے استفادہ کیا۔ آپ نے تدریسی زندگی کا آغاز جامعہ نعیمیہ لاہور سے کیا۔

۱۹۵۶ء میں آپ نے جامع مسجد کاچھو پورہ لاہور میں خطابت و امامت کے فرائض انجام دینے شروع کئے اور مدرسہ خدام القرآن کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا۔

ایک سال جامعہ غوثیہ وسن پورہ، ایک سال جامعہ شمسیہ فیض العلوم، فیض باغ اور ایک سال جامعہ گنج بخش میں تجوید و قرآت کی تدریس فرمانے کے بعد ۱۹۶۳ء میں آپ نے جامع مسجد غوثیہ لاری اڈہ لاہور میں "جامعہ صدیقیہ سراج العلوم" کے نام سے تجوید و قرأت کی ایک مرکزی درسگاہ قائم کی، جہاں سے اب تک سینکڑوں حفاظ اور قراء سند فراغت حاصل کر چکے ہیں۔

اس دار العلوم کے قیام میں مفکر اہل سنت حضرت علامہ قاضی عبدالنبی کوکب رحمتہ اللہ کے مفید مشورے قدم قدم پر معاون رہے۔

دوران تعلیم، آپ خواجگان ضلع مانسہرہ میں خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ آپ نے انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور میں اپنے ہاتھوں مسجد کا سنگ بنیاد رکھا اور خطابت فرماتے رہے جامع مسجد چوک دالگراں میں نائب امام اور جامع مسجد کاچھو پورہ میں کچھ عرصہ خطابت و امامت کے فرائض انجام دینے کے بعد آجکل آپ جامع مسجد غوثیہ لاری اڈہ کے خطیب ہیں۔

تقریباً پانچ سال آپ نے دربار حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ کی جامع مسجد میں درس حدیث دیا، جبکہ علامہ قاضی عبدالنبی کوکب رحمہ اللہ قرآن پاک کا درس دیتے تھے، جو بعد میں کھدر پوش مسعود بھگوان نے بند کروا دیا۔

۱۹۶۷ء میں جامعہ اسلامیہ (اسلامی یونیورسٹی) بہاولپور میں ائمہ کا تربیتی کورس ہوا، جس میں آپ نے اول پوزیشن حاصل کی۔

۱۹۷۶ء میں آپ نے حج بیت اللہ شریف اور گنبد خضریٰ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔

تحریک ختم نبوت میں آپ نے دیگر علماء و عوام اہل سنت کے شانہ بشانہ کام کیا، تحریک نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ نے محکمہ اوقاف کی ملازمت کے باوجود بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آپ کے صاحبزادے قاری غلام مصطفےٰ صدیقی واقعہ مسلم مسجد میں شدید زخمی ہوئے، جو اس وقت جامعہ نظامیہ رضویہ کے مدرس تھے۔ سیاسی طور پر آپ کا تعلق ہمیشہ جمعیت علماء پاکستان سے رہا ہے۔

حضرت علامہ قاری محمد یوسف صدیقی ایک جید عالم اور فن قرأت کے بے مثال مدرس ہیں۔ تجوید سے متعلق نہایت جامع اور سہل انداز میں دو کتابیں آپ نے تحریر فرمائیں، جو عنقریب زیور طبع سے آراستہ ہو رہی ہیں

۱۔ مقدمۃ التجوید ۲۔ ضیاء التجوید

آپ سے اکتساب فیض کرنے والے کثیر التعداد فضلاء میں سے چند معروف تلامذہ یہ ہیں [۱]

۱۔ حضرت مولانا نثیر محمد، پاکپتن شریف
۲۔ مولانا محمد طفیل نقشبندی۔
۳۔ مولانا قاری غلام عباس نقشبندی۔
۴۔ مولانا سید زوار حسین شاہ
۵۔ مولانا قاری سید محمد ریاض شاہ
۶۔ مولانا قاری غلام رسول بصیرپوری
۷۔ قاری سید صداقت علی
۸۔ قاری غلام مصطفےٰ صدیقی
۹۔ مولانا قاری عبدالرشید سیالوی شبر اکوٹ لاہور
۱۰۔ مولانا عبدالرشید سیالوی، فیصل آباد۔ [۲]

[۱] راقم کو بھی آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔

[۲] مکتوب حضرت علامہ قاری محمد یوسف صدیقی مدظلہ بنام مرتب

قطعۂ تاریخ تصنیف

راجا رشید محمود

مولانا صدّیق نے لکھا بعون ذو الجلال
عالمانِ اہلِ سنت کا مکمل تذکرہ

مستند حالات، تفصیلاتِ ایثار و کمال
ہر طرح سے ہے تالیف اک مدلّل تذکرہ

جو سُجھایا ہے حکیمِ اہلِ سنّت[1] نے مجھے
سالِ تصنیف اس کا ہے محمود "اجمل تذکرہ"

۱۳۹۹ ہجری

[1] ۔ جناب حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ

ماخذ

اعلام	کتب	مطبع	سن اشاعت
اقبال احمد فاروقی، مولانا	تذکرہ علمائے اہل سنت لاہور	مکتبہ نبویہ لاہور	۱۹۷۵ء
سید امیر شاہ قادری	تذکرہ علمائے و مشائخ سرحد	عظیم پبلشنگ ہاؤس پشاور	۱۳۸۳ھ
شاہ محمد محمود، مولانا، مفتی	رکن الدین حصہ چہارم	مکتبہ نعمانیہ اقبال روڈ سیالکوٹ	۱۹۷۵ء
شاہ احمد رضا بریلوی، مولانا	قرآن پاک (ترجمہ)	ادارہ کتب اسلامیہ پاکستان چوک گجرات	
محمد اشرف سیالوی، مولانا	کوثر الخیرات	مکتبہ قادریہ لاہور	۱۹۷۵ء
محمد دین کلیم	مشائخ قادریہ	مکتبہ نبویہ لاہور	۱۹۷۵ء
سید محمد محدث کچھوچھوی، مولانا	الخطبۃ الاشرفیہ	اہل سنت برقی پریس مراد آباد	
محمد صادق، مولانا	شاہ احمد نورانی	مکتبہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ	۱۳۹۷ھ
محمد صادق قصوری	اکابر تحریک پاکستان	مکتبہ رضویہ، گجرات	۱۹۷۵ء
محمد صدیق ہزاروی	ذاتی ڈائری		۱۹۷۱ء
عبدالحکیم شرف قادری، مولانا	نور الانوار ترجمہ تنویر الابصار		
؍؍	تذکرہ اکابر اہل سنت	مکتبہ قادریہ لاہور	۱۹۷۶ء
؍؍	مسائل اہل سنت	جمعیت علمائے پاکستان ہری پور ہزارہ	
عطا محمد، مولانا	قوالی کی شرعی حیثیت	مکتبہ رضائے حبیب، مریدکے	۱۹۷۲ء
شاہ عارف اللہ قادری، مولانا	اذکار حبیب	مرکزی مجلس رضا، لاہور	
عبدالقدوس ہاشمی	تقویم تاریخی	ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد	۱۹۶۵ء

عبدالستار نظامی، مولانا	تصانیف علماء اہل سنت	غیر مطبوعہ	
غلام مہر علی، مولانا	الیواقیت المہریہ	مکتبہ مہریہ چشتیاں، بہاول نگر	۱۹۶۴ء
غلام رسول سعیدی، مولانا	حیات استاذ العلماء بندیالوی	مکتبہ مظہریہ امدادیہ بندیال، سرگودھا	۱۳۹۸ھ
"	تذکرۃ المحدثین	مکتبہ قادریہ، لاہور	۱۹۷۷ء
"	ذکر بالجہر	"	"
محمود احمد قادری، مولانا	تذکرہ علماء اہل سنت	بھوالی پور بہار	۱۳۹۱ھ
نور اللہ نعیمی، مولانا	فتاوی نوریہ جلد دوم	انجمن حزب الرحمن، بصیر پور	۱۹۷۷ء
محمد منیر	رپورٹ تحقیقاتی عدالت فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء	انصاف پریس لاہور	

ماہانہ وہفت روزہ جرائد

ماہنامہ	رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ	محرم الحرام	۱۳۹۲ھ
"	فکر ونظر، اسلام آباد	اگست	۱۹۷۶ء
"	ضیائے حرم، بھیرہ	دسمبر	۱۹۷۶ء
"	"	"	۱۹۷۴ء
"	"	جون	۱۹۷۳ء
"	"	جون	۱۹۷۵ء
"	"	"	"
"	فیضان، لاہور	فروری	۱۹۷۸ء
"	ترجمان اہل سنت، کراچی	اپریل	۱۹۷۳ء

مآخذ

اعلام	کتب	مطبع	سن اشاعت
اقبال احمد فاروقی، مولانا	تذکرہ علمائے اہل سنت لاہور	مکتبہ نبویہ لاہور	۱۹۷۵ء
سید امیر شاہ قادری	تذکرہ علماء و مشائخ سرحد	عظیم پبلشنگ ہاؤس پشاور	۱۳۸۳ھ
شاہ محمد محمود، مولانا، مفتی	رکن الدین حصہ چہارم	مکتبہ نعمانیہ اقبال روڈ سیالکوٹ	۱۹۷۵ء
شاہ احمد رضا بریلوی، مولانا	قرآن پاک (ترجمہ)	ادارہ کتب اسلامیہ پاکستان چوک گجرات	
محمد اشرف سیالوی، مولانا	کوثر الخیرات	مکتبہ قادریہ لاہور	۱۹۷۵ء
محمد دین کلیم	مشائخ قادریہ	مکتبہ نبویہ لاہور	۱۹۷۵ء
سید محمد محدث کچھوچھوی، مولانا	الخطبۃ الاشرفیہ	اہل سنت برقی پریس مراد آباد	
محمد صادق، مولانا	شاہ احمد نورانی	مکتبہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ	۱۳۹۷ھ
محمد صادق قصوری	اکابر تحریک پاکستان	مکتبہ رضویہ، گجرات	۱۹۷۵ء
محمد صدیق ہزاروی	ذاتی ڈائری		۱۹۷۱ء
عبدالحکیم شرف قادری، مولانا	نور الانوار ترجمہ تنویر الابصار		
〃	تذکرہ اکابر اہل سنت	مکتبہ قادریہ لاہور	۱۹۷۶ء
〃	مسائل اہل سنت	جمعیت علمائے پاکستان ہری پور ہزارہ	
عطا محمد، مولانا	قوالی کی شرعی حیثیت	مکتبہ رضائے حبیب، مرید کے	۱۹۷۲ء
شاہ عارف اللہ قادری، مولانا	اذکار حبیب	مرکزی مجلس رضا، لاہور	
عبدالقدوس ہاشمی	تقویم تاریخی	ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد	۱۹۶۵ء

عبدالستار نظامی، مولانا	تصانیف علماء اہل سنت	غیر مطبوعہ	
غلام مہر علی، مولانا	الیواقیت المہریہ	مکتبہ مہریہ چشتیاں، بہاول نگر	۱۹۶۴ء
غلام رسول سعیدی، مولانا	حیات استاذ العلماء بندیالوی	مکتبہ مظہریہ امدادیہ بندیال، سرگودھا	۱۳۹۸ھ
"	تذکرۃ المحدثین	مکتبہ قادریہ، لاہور	۱۹۷۷ء
"	ذکر بالجہر	"	"
محمود احمد قادری، مولانا	تذکرہ علماء اہل سنت	بھوالی پور بہار	۱۳۹۱ھ
نور اللہ نعیمی، مولانا	فتاوی نوریہ جلد دوم	انجمن حزب الرحمن، بصیر پور	۱۹۷۷ء
محمد منیر	رپورٹ تحقیقاتی عدالت فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء	انصاف پریس لاہور	

ماہانہ و ہفت روزہ جرائد

ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ	محرم الحرام ۱۳۹۲ھ
" فکر و نظر، اسلام آباد	اگست ۱۹۷۶ء
" ضیائے حرم، بھیرہ	دسمبر ۱۹۷۶ء
" "	" ۱۹۷۴ء
" "	جون ۱۹۷۳ء
" "	جون ۱۹۷۵ء
" "	" "
" فیضان، لاہور	فروری ۱۹۷۸ء
" ترجمان اہل سنت، کراچی	اپریل ۱۹۷۳ء

ماہنامہ ترجمان اہل سنت کراچی	اپریل ۱۹۷۴ء
" " "	اگست ۱۹۷۲ء
" " "	ربیع الآخر ۱۳۹۲ھ
" رضائے حبیب، گجرات	جنوری ۱۹۷۱ء
ہفت روزہ افق، کراچی	۵ر مارچ ۱۹۷۸ء
" " ، "	۸ر جنوری "
" " ، "	۲ر اپریل "
" استقلال، لاہور	۲ر جولائی ۱۹۷۳ء
" طاہر، لاہور	۲۶ر اپریل ۱۹۷۶ء
" چٹان، "	۳۱ر جنوری ۱۹۷۲ء
" " ، "	۳ر مئی ۱۹۷۱ء
" زندگی، "	۸ر دسمبر ۱۹۷۷ء
" " ، "	۲۴ر ستمبر ۱۹۷۳ء
" تعمیر وطن، "	۲۵ر مئی "

روزنامے

روزنامہ نوائے وقت، لاہور	۱۸ر جون ۱۹۷۴ء
" " "	۲۵ر جون "
" " "	۱۲ر جنوری ۱۹۷۸ء

روزنامہ نوائے وقت ، لاہور	۹؍ فروری ۱۹۷۶ء
" " ، "	۴؍ دسمبر ۱۹۷۷ء
" مشرق ، "	۲۵؍ جون ۱۹۷۴ء
" " ، "	۲۶؍ جولائی ۱۹۷۷ء
" جمہور ، "	۹؍ مارچ ۱۹۷۳ء
" " ، "	۷؍ مارچ ۱۹۷۲ء
" " ، "	۸؍ مارچ "
" جسارت ، کراچی	۲۳؍ اپریل ۱۹۷۳ء
" امروز ، لاہور	۱۹؍ اگست "
" وفاق ، "	۸؍ اگست ۱۹۷۷ء
" جنگ ، کراچی	۲۴؍ مئی "
" " "	۴؍ مئی ۱۹۷۸ء

سُنّی بہشتی زیور (کامِل)

مولانا مفتی محمد خلیل خان قادری برکاتی مدظلہ العالی

حیدرآباد ، پاکستان

ہمارا اسلام

پانچ حصے (۵)

مکمل سیٹ مجلد

حضرت مولانا مفتی محمد خلیل خاں برکاتی مدظلہ نے "ہمارا اسلام" کے پانچ حصے تالیف فرما کر اہلسنت کی اہم ضرورت کو پورا فرمایا ہے۔ اس میں انھوں نے اسلامی عقائد، اعمال اور اخلاق کے

بنیادی مسائل سوال وجواب کی صورت میں

بڑے دل نشیں انداز میں پیش کیے ہیں!

ضرورت ہے کہ علما اہلسنت بچوں کی صحیح تعلیم و تربیت کے لیے اس کی تعلیم لازمی قرار دیں!!

مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور

فون نمبر: ۶۸۳۵۲

تذکرۃ المحدثین

● تصنیف:

مولانا علامہ غلام رسول سعیدی

● تعارف:

مولانا علامہ مفتی محمد عبدالقیوم قادری

دنیائے اسلام کے عظیم ترین اساطینِ علم و فضل، امامِ اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام محمد، امام طحاوی، امام بخاری، امام مسلم امام ترمذی، امام نسائی، امام ابوداؤد، امام ابنِ ماجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تابناک زندگی کے ہر پہلو کی مکمل تفصیلات اور اُن کی مشہور تصانیفِ حدیث پر سیر حاصل تبصرہ

ابتدا میں ضرورتِ حدیث، حجیتِ حدیث اور حدیث کے ضروری مباحث پر مشتمل فاضلانہ مقدمہ مصنف کے قلم سے شامل ہے۔

عربی مدارس، کالجز، یونیورسٹی کے ارباب تحقیق، اساتذہ اور طلباء کے لیے

یکساں مفید ہے

آفسیٹ طباعت ○ سفید کاغذ

خوبصورت ڈائی دار جلد ○ صفحات ۳۲۸

قیمت /-

مکتبہ قادریہ ○ جامعہ نظامیہ رضویہ ○ اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

تازہ مطبوعات

- النبراس شرح شرح عقائد غیر مجلد ۴۰/-
- تذکرہ اکابر اہل سنت ۳۰/-
- اکابر تحریک پاکستان ۱۵/۷۵
- تذکرۃ المحدثین ۲۴/-
- الروض المجود ۴/-
- (شاہ فضل حق خیر آبادی)
- تحقیق الفتوای ۲۷/-
- امتیاز حق ۷/۵۰
- دو اہم فتوے ۲/۲۵
- تمہید ایمان ۲/۲۵
- کوثر الخیرات ۱۸/-
- منیۃ المصلی ۱۲/-
- بشیر الناجیہ شرح الکافیہ ۳۶/-
- بشیر الکامل ۲۱/-
- تفسیر صاوی حاشیہ جلالین ۱۹۰/-
- تسہیل المبانی ۵۰/-
- التحقیقات المرضیہ ۱۸/-

- فتاوٰے نوریہ جلد اول ۳۰/-
- " " دوم ۳۰/-
- حدیث الحبیب ۱/۲۵
- قانونچہ کھیوالی ۴/-
- صرف بھترال ۶/-
- نور القوانین -/۵۰
- بدایۃ الحکمۃ ۲/۲۵
- کریما نام حق ۲/-
- اشعۃ اللمعات کامل ۲۵۰/-
- مدارج النبوۃ کامل فارسی ۱۱۵/-
- اخبار الاخیار فارسی ۴۰/-
- مقالات کاظمی ۲۷/-
- رسائل رضویہ جلد اول ۱۸/-
- " " دوم ۲۴/-
- سیف الجبار ۹/-
- زلزلہ ۹/-
- تبلیغی جماعت ۹/-
- جماعت اسلامی ۴/-

- ذکر بالجہر (دو حصے) ۹/-
- نور الایمان (زیارت روضہ پاک) ۷/۵۰
- ضرب مجاہد ۵/-
- اوراق غم ۱۸/-
- فضل حق خیر آبادی اور سن ستاون ۵/-
- باغی ہندوستان ۲۱/-
- الصوارم الہندیہ ۷/۵۰
- قبالہ بخشش ۶/-
- یاد اعلیٰ حضرت ۳/-
- تاریخ تناولیاں غیر مجلد ۴/۵۰
- محمد نور ۲/۲۵
- حاشیہ میر زاہد ملا جلال از علامہ عبد الحق خیر آبادی ۱۳/۵۰
- امور عامہ بحواشی مولانا فضل حق رامپوری "
- تحریر شبٹ ۱۶/۵۰

مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور